Paramount

بے مثال حکمران

ٹیپو سلطان

سیّد محمود خاور

بے مثال حکمران

ٹیپو سلطان

(نومبر ۱۷۵۰ء - مئی ۱۷۹۹ء)

سیّد محمود خاور

Paramount Books (Pvt) Ltd.
Karachi | Lahore | Islamabad | Hyderabad | Faisalabad | Peshawar | Abbotabad

بے مثال حکمران **ٹیپو سلطان**

نام کتاب: بے مثال حکمران ٹیپو سلطان

مولف : سیّد محمود خاور

کمپوزنگ: الحمد گرافکس

اشاعت: 2014

تعداد : ایک ہزار

پیشکش : اقبال صالح محمد

سرورق : آفتاب ظفر

زیر اہتمام : ٹیپو سلطان میموریل (ویلفیئر) سوسائٹی (رجسٹرڈ)

آئی۔ایس۔بی۔این : 978-969-637-002-4

Paramount Books (Pvt) Ltd.

152/O, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi-75400. Tel: 34310030

Fax: 34553772, E-mail: paramount@cyber.net.pk

www.paramountbooks.com.pk

فہرستِ مصنفین وشعراء

نظمیں

گزارشِ احوالِ واقعی

''ٹیپو سلطان میموریل (ویلفیئر) سوسائٹی (رجسٹرڈ)'' مثبت فعّال تہذیبی و ثقافتی، تعمیری اور علمی وادبی کاموں سے وابستہ ایک ایسا ادارہ ہے جس نے نہایت قلیل مدت میں اپنی ہمہ جہت حقیقی کارکردگی سے خود کو تسلیم کروالیا ہے۔ سوسائٹی کی اوّلین ترجیح برصغیر کی عظیم المرتبت شخصیت بطلِ حریت' بے مثال حکمران، شمعِ آزادی کے رکھوالے اور پہلے شہیدِ آزادی ٹیپو سلطان کی حیات' شخصیت' کارناموں' منصوبوں اور خدمات کو اجاگر کرنا' ان پر کتابیں' رسائل و جرائد اور مضامین شائع کرنا' ٹیپو پر تحریری و تحقیقی کام کرنے والوں کی مدد کرنا ہے۔ ہر سال برسی کے موقع پر (4 رمئی) سمپوزیم اور سیمینار کے انعقاد اور میڈیا کے مختلف ذرائع سے ٹیپو کے پیغامِ حریت و آزادی اور مشن کو عام کرنے کے علاوہ ایک مکمل حوالہ جاتی جدید نوعیت کی آڈیو ویڈیو لائبریری اور میوزیم قائم کرنا ہے کیونکہ ٹیپو 'اتحادِ بین المسلمین'' بین المذاہب ہم آہنگی اور فرقہ وارانہ یکجہتی کے پُرجوش حامی و ہم نوا تھے اور ٹیپو سلطان کے پیغام کے ذریعے ہی عالمِ اسلام کو دوبارہ متحد و منظم کیا جاسکتا ہے۔ جمال الدین افغانی نے ''پین اسلام ازم'' منصوبے کا آئیڈیا ٹیپو سلطان کے پیغام ہی سے حاصل کیا تھا۔ سوسائٹی کے کاموں' کاوشوں کارناموں' ٹیپو سلطان اور سلطنتِ خداداد میسور سے متعلق مواد کو تحریری دستاویزی اور کتابی شکل میں شائع اور محفوظ بھی کرنا ہے تاکہ وقت' زمانہ' موجودہ اور آئندہ نسلیں اپنے اسلاف' محسنوں' بانیانِ پاکستان اور قومی ہیروز کی شخصیات' حیات اور کارناموں اور جذبہ حب الوطنی سے آگاہ اور سرشار رہیں۔ انہیں مغرب اور دیگر اقوام کی جانب دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ زندہ اور باحیا قومیں ہی اپنے اسلاف اور بزرگوں کو یاد رکھتی' ان کے مشن اور پیغام کو نسل در نسل پہنچا کر (خصوصاً نصابی کتابوں کے ذریعے) انا اور خودداری کی حفاظت کرتی ہیں اور جو قومیں اپنی تہذیب' روایات' آبا واجداد اور محسنوں کو بھول جاتی ہیں وہ صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں کیوں کہ یہی مکافاتِ عمل ہے۔ ٹیپو سلطان پر گزشتہ چند برسوں میں بہت کچھ لکھا گیا اور پڑھا گیا ہے لیکن یہ سارا مواد ہمارے مشاہیر' مورخین اور قلم کاروں کی سہل پسندی اور عدم دلچسپی اور بے توجہی کے باعث منتشر اور بے ترتیب ہے۔ اسے یکجا کرنا دشوار مرحلہ ہے۔ الحمدللہ گزشتہ بارہ تیرہ سالوں میں راقم الحروف نے اپنی کم مائیگی اور وسائل کی کمی کے باوجود حتی المقدور اس ضمن میں کام کیا اور برسی کے مواقع پر متعدد مضامین اور مواد کو کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ زیر

نظر کتاب ''بے مثال حکمران ٹیپو سلطان'' اوّلین باقاعدہ کتاب کی صورت میں پیشِ خدمت ہے۔ صفحات کی تعداد کو محدود رکھا گیا ہے انشاء اللہ اگلے مرحلے کی دوسری جلد میں یہ کمی بھی پوری کردی جائے گی بشرطیکہ قارئین اپنی پسندیدگی اور تعاون کی یقین دہانی کرائیں۔ ٹیپو سلطان کی ذات زیادہ سے زیادہ خراجِ عقیدت کی حق دار اور مستحق ہے اس لئے اس میں کوتاہی نہ کریں۔

''سلطنتِ خداداد میسور'' کے بے نظیر، جدّت وتنوع پسند، اسلامی طرزِ حکومت ومعاشرت کے شیدا، وطن کی آزادی اور آبرو کا متوالا حکمران ٹیپو سلطان برصغیر پاک وہند میں جس عزت، مقام اور مرتبے کا مستحق تھا اس سے وہ آج بھی محروم ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ ازالے اور تلافی کے لیے دونوں ممالک بڑے شہروں میں ٹیپو سلطان کے نام سے کوئی شاہراہ، کمیونٹی سینٹر، پارک، عمارت یا ہال کو منسوب کیا جائے، کوئی بڑا سرکاری ایوارڈ اس کے نام سے دیا جائے اور ٹیپو کے بارے میں نصابی کتب میں مضامین شامل کیے جائیں کیوں کہ وہ نہ صرف عظیم حکمران تھا بلکہ سچا محبِ وطن بھی تھا۔

یہ کتاب ٹیپو سلطان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ۲۱۵ ویں یومِ شہادت (۴ مئی ۱۷۹۹ء) پر شائع کی گئی ہے۔

میں خصوصی طور پر پیراماؤنٹ بکس (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے سربراہ اور اپنے کرم فرما جناب اقبال صالح محمد کا ممنون ہوں کہ انہوں نے دیرینہ روایات کو نبھاتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت کی بھی ذمے داری قبول فرمائی۔

سیّد محمود خاور

ٹیپو کی جیبی گھڑی

ٹیپو سلطان کی جوانی کی تصویر

ٹیپو کی دو تلواریں

ٹیپو کی مشہور زمانہ توپ
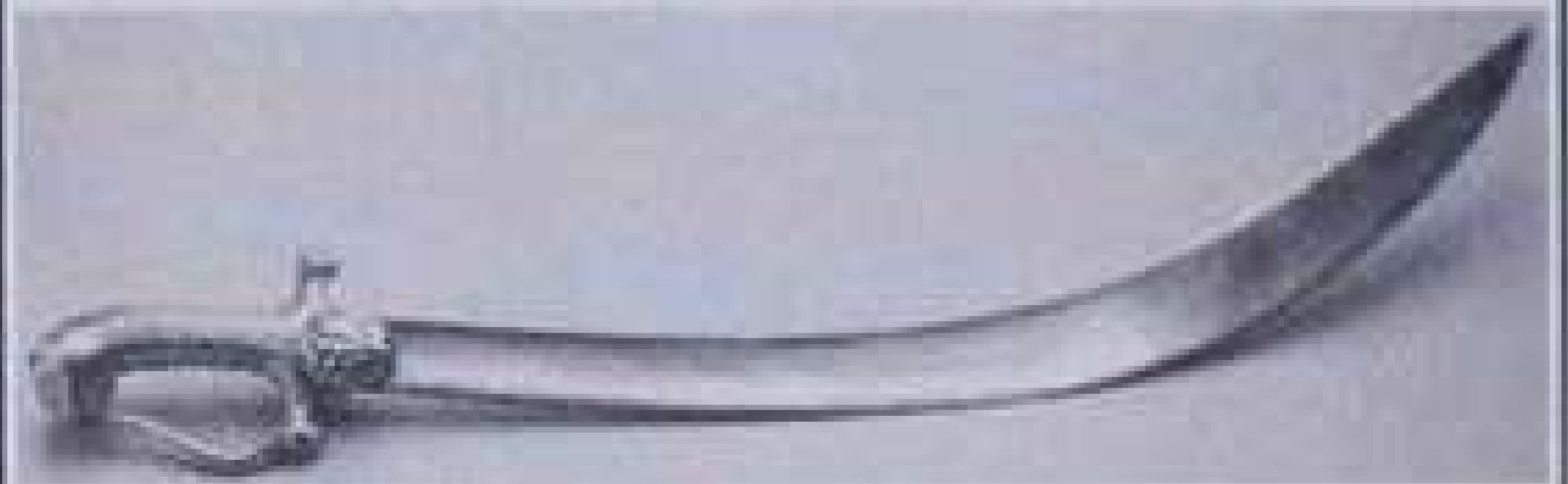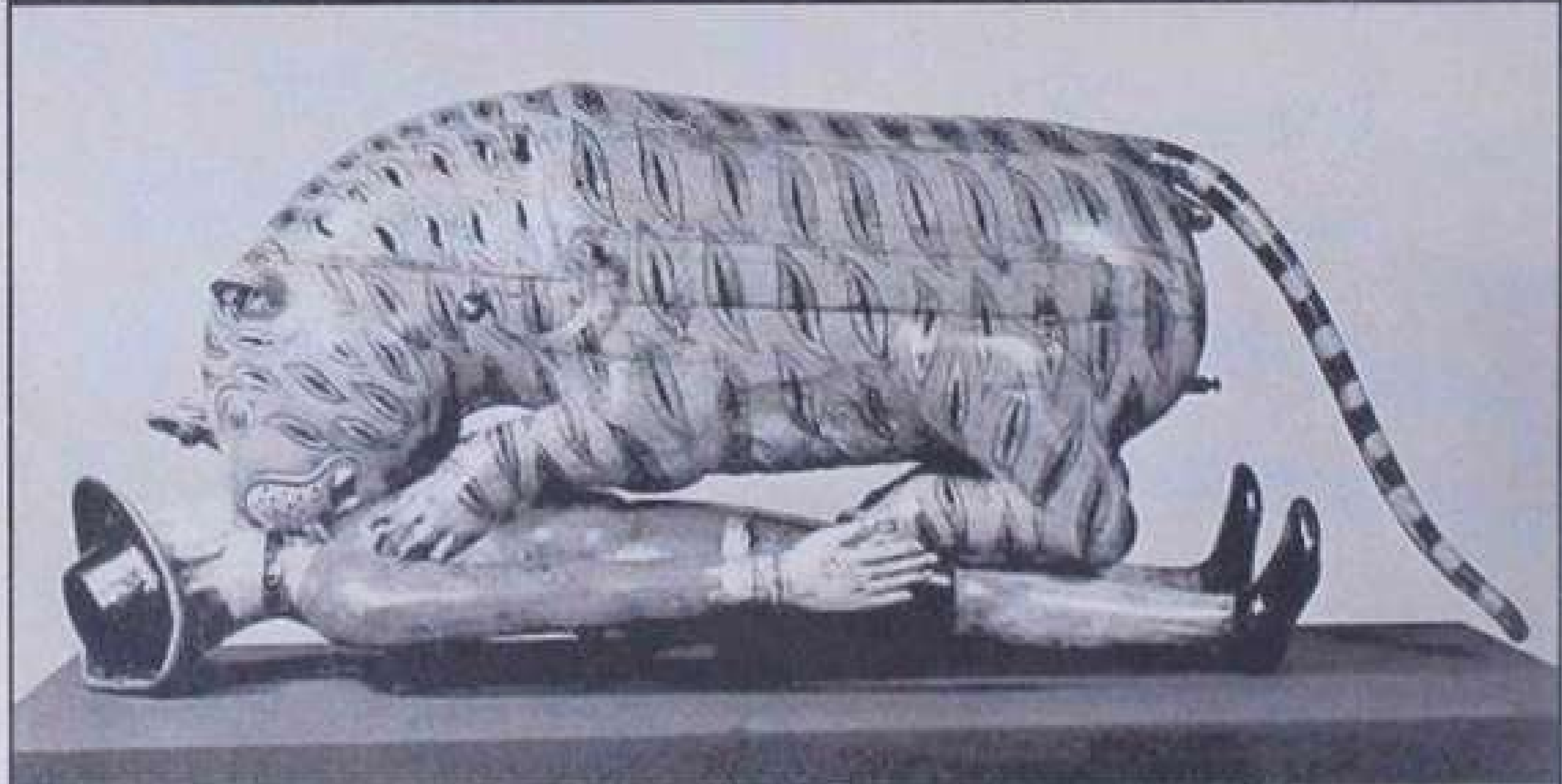
شیر نما باجہ جس میں شیر یعنی ٹیپو انگریز سپاہی پر حملہ آور ہے
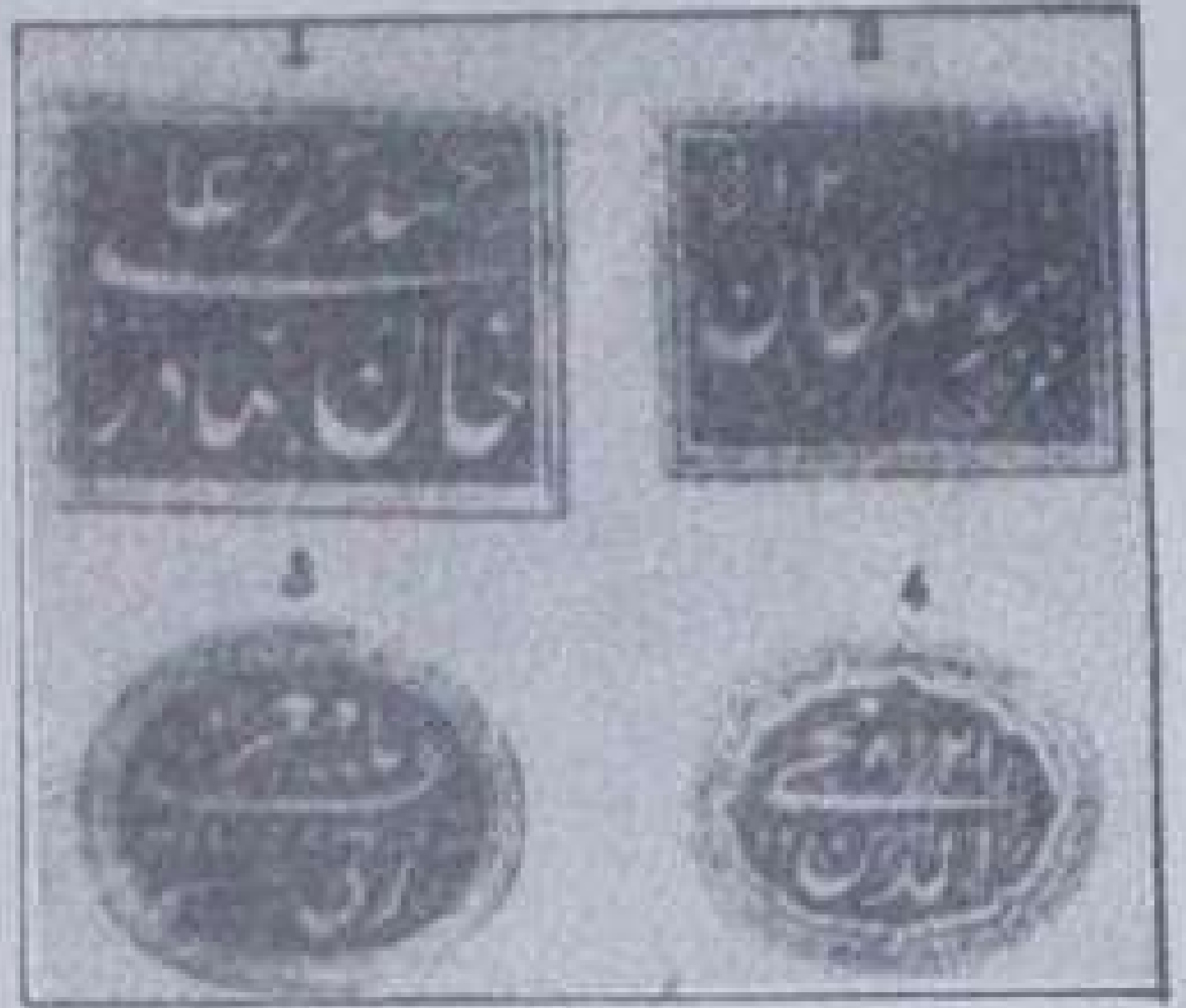
نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی مہریں

نواب حیدر علی

نواب حیدر علی

میر غلام علی لنگڑا

ٹیپو کے بیٹے

نواب حیدر علی اور ٹیپو کے عہد کے سکے

ٹیپو کا شیر کے پاؤں والا شاہی تخت اور چھتر

ٹیپو کا خود (ہیلمٹ)

ٹیپو گھڑسواری کرتے ہوئے

ٹیپو کی توڑے دار اعلیٰ بندوق

نپولین بونا پارٹ
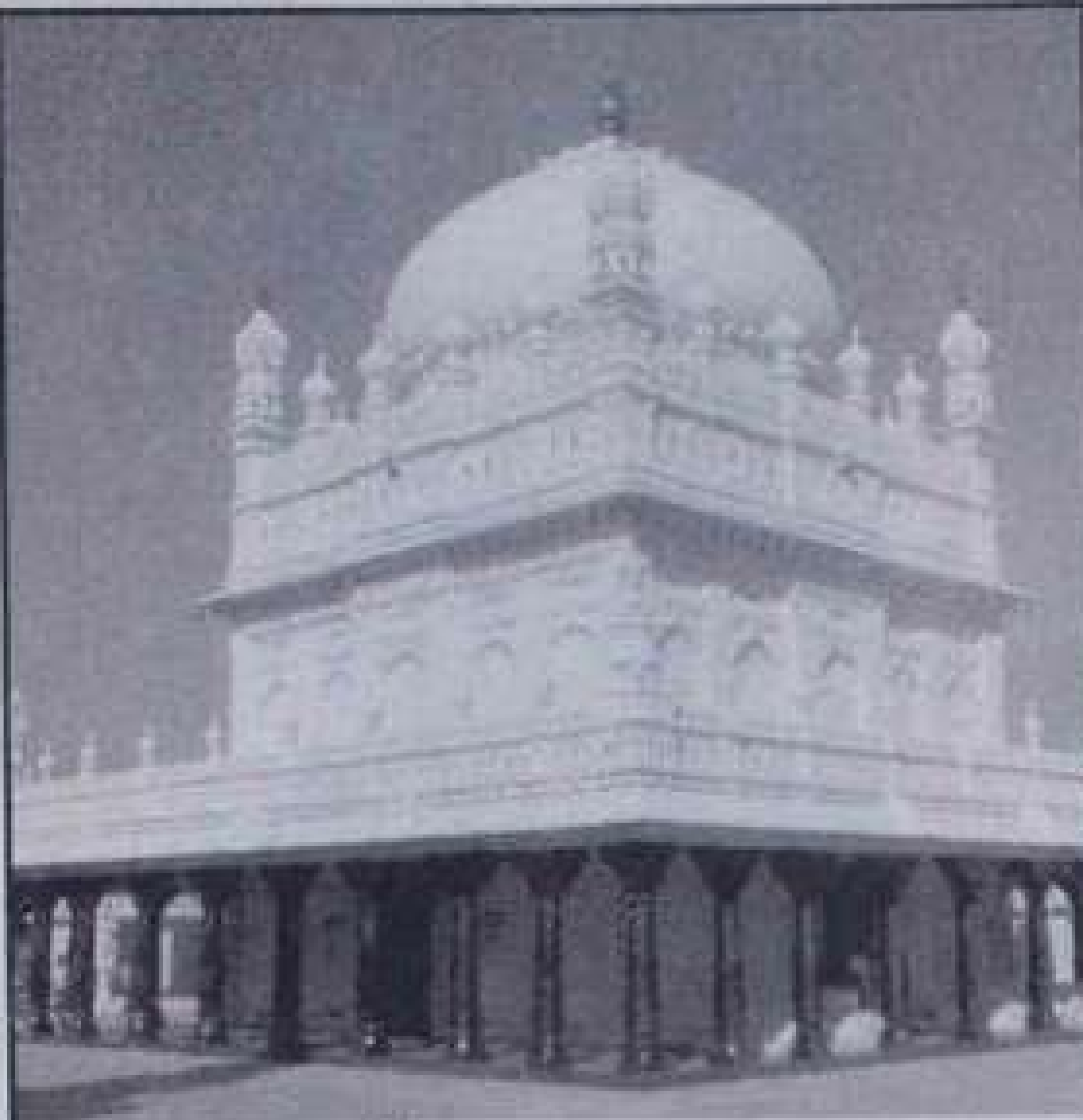
ٹیپو کی مزار

مقبرہ ءسلطانی

ٹیپو کی نعش اس مقام پر دستیاب ہوئی تھی

ٹیپو کی پہلی بیگم رقیہ کی قبر

نواب حیدر علی اور ٹیپو کے عہد کے سکے

مقبرے کے دروازے پر کندہ اشعار

ٹیپو سلطان۔ ناقابلِ فراموش ہیرو

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

ٹیپو سلطان (فتح علی خان ٹیپو سلطان) 4رمئی 1799ء کو سرنگا پٹم میں نہایت دلیری، شجاعت سے لڑتے ہوئے کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ انگریزوں، مرہٹوں اور نظام دکن کی مسلح افواج جن کی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ تھی نے ٹیپو سلطان کی تیس ہزار افواج پر حملہ کر دیا تھا۔ مرہٹوں اور نظام کی غداری اور خود ٹیپو سلطان کے افسر میر صادق کی غداری کی وجہ سے شیر میسور کو شکست ہوئی اور آپ نے جام شہادت اس طرح نوش کیا کہ ہاتھ میں تلوار تھی اور بدن زخموں سے چور تھا۔ 4رمئی کو ہم نے اس ناقابل فراموش ہیرو کی شہادت کی 213ویں برسی منائی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں ہمیشہ اعلیٰ مقام پر فائز رکھے آمین۔

نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم رفتہ رفتہ اپنے قومی ہیروز کو بھولتے یا بھلاتے جا رہے ہیں۔ اپنی تاریخ اور ثقافت کو بھولتے جا رہے ہیں۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ ہماری نوجوان نسل کے کتنے فیصد افراد جنگوں میں حیدر علی، ٹیپو سلطان یا حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح، موسیٰ بن نصیر، قتیبہ بن مسلم، طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، ملک الظہیر بیبرس، امیر معاویہ، شہاب الدین غوری، عمر مختار، شیخ عبدالقادر، امام شامل، محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی، ہارون الرشید، سلطان محمد فاتح اور خیر الدین باربروسہ کے ناموں یا ان کے کارناموں سے واقف ہیں۔ ایسی تعلیم پر لعنت ہے جو ہماری نوجوان نسل کو اپنے مذہب، تاریخ اور ثقافت سے بے بہرہ کر رہی ہے۔

میرے عزیز دوست جناب سید محمود خاور ایک طویل عرصے سے ٹیپو سلطان شہید کی یاد زندہ رکھنے کے لیے جہاد کر رہے ہیں اور ہر سال آپ اس موقع پر ایک سمپوزیم کا اہتمام کرتے ہیں۔ برادرم خاور ''ٹیپو سلطان میموریل (ویلفیئر) سوسائٹی'' کے بانی اور جنرل سیکریٹری ہیں۔ ان کا یہ عمل نہایت قابل تحسین ہے اس سمپوزیم میں قابل شخصیات شہید سلطان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مجھ جیسے سینئر شہری ہی اب ایسی قابل فخر شخصیات کے بارے میں کچھ جانتے ہیں یا ان کو یاد کرتے ہیں۔ جب ۲۰۰۱ء کے اوائل میں کہوٹہ پروجیکٹ سے میں دستبردار ہونے لگا تو چند ماہ پیشتر میں نے وہاں ایک میوزیم قائم

کیا تھا اور اپنے ساتھیوں اور اپنے کارناموں کی تاریخ کے اہم واقعات اور خود کی تصاویر دیوار پر لگادیں تاکہ آئندہ نسلیں ہمیں اور ہمارے کام کو فراموش نہ کرسکیں۔ میں نے اس میوزیم کے داخلی دروازے پر جلی حروف میں لکھوادیا "Lest you forget we were the pioneers" یعنی کہ آپ یہ نہ بھولنا کہ ہم اس کام کے موجد تھے۔ اس طرح ہمارے بعد بھی جو سائنس دان اور انجینئر وہاں فرائض انجام دیں گے ان کو علم ہوگا کہ یہ اہم کام کن لوگوں نے انجام دیا تھا اور پاکستان کو ایک ایٹمی اور میزائل قوت بنا کرنا قابل تسخیر دفاع مہیا کیا تھا۔

ٹیپو سلطان حیدر علی کے بیٹے تھے۔ حیدر علی میسور کی فوج میں افسر تھے اور بعد میں سلطنت میسور کے حکمران بن گئے تھے۔ یہ بے حد بہادر تھے اور انہوں نے انگریزوں اور مرہٹوں اور نظام کی افواج کو شکستیں دی تھیں۔ یہ بہت ذی فہم تھے اور جنگ میں ہمیشہ نظام یا مرہٹوں کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ٹیپو سلطان نے باپ کی جنگی حکمت عملی پر عمل نہیں کیا اور حیدر علی کے سینئر افسران کے مشوروں کو نظر انداز کر کے انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کی متحدہ افواج کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ انگریزوں نے یہ موقع غنیمت جانا اور اچھی طرح تیاری کر کے اور مرہٹوں اور نظام کو ملا کر سرنگا پٹم پر حملہ کر دیا۔ انگریزوں نے ان کے قریبی ساتھی میر صادق کو ملالیا تھا اور ایک مرتبہ جب سلطان قلعہ سے باہر گئے تو اس نے قلعہ کے دروازے بند کر دیے ٹیپو سلطان بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ میر صادق کی غداری درا صل سراج الدولہ کے خلاف اس کے وزیر میر جعفر کی غداری کا دوبارہ کھیل تھا اور یہ بدقسمتی سے مسلمانوں کی غداری کی تاریخ کا بدترین باب بھی ہے۔

تاریخ کی ستم ظریفی دیکھیے کہ جس وقت انگریز اور ان کے حواری ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ میں فتح حاصل کررہے تھے بالکل اسی وقت مصر میں ترک فوجیوں کا سپہ سالار محمد علی پاشا فرانسیسیوں کی بیخ اکھاڑ کر انہیں مصر سے باہر نکال رہا تھا اور کچھ عرصے بعد ہی ترک افواج انگریزوں کو عبرتناک شکست دے رہی تھیں پھر کچھ عرصے بعد الجیریا کے مجاہد عبدالقادر نے فرانسیسیوں کو مکتا کے مقام پر بری طرح شکست دی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد علی پاشا کے ہاتھوں نپولین کی افواج کی شکست نے اس کی قوت ختم کر دی اور 1815ء میں نپولین کو بلجیم کے شہر واٹرلو کے مقام پر بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ گرفتار ہوا اور انگریزوں نے اس کو سینٹ ہیلینا نامی جزیرہ میں قید کر دیا جہاں وہ 1821 میں فوت ہوگیا۔ سر والٹر اسکاٹ مشہور اسکاٹش شاعر تاریخی ناول نویس نے نپولین کی شکست اور گرفتاری پر جو بیان دیا وہ ٹیپو سلطان شہید کے لیے سنہری خراج تحسین ہے اس نے کہا تھا کہ ''اگرچہ نپولین جس کی تعلیم و کردار اور سیاسی نظریات حیدر علی سے کچھ مختلف تھے مگر میرے خیال میں اس کو کم از کم وہی جرات مندی، عزم اور مستقل مزاجی، بہادری کا مظاہرہ

کرنا چاہیے تھا جس کا مظاہرہ ٹیپو صاحب نے کیا تھا اور اپنے دارالحکومت کی حفاظت کرتے ہوئے جواں مردی سے تلوار ہاتھ میں لیے شہادت قبول کی تھی۔'' یہ دشمن کا خراج تحسین تھا۔

غیر مصدقہ رپورٹوں میں بیان کیا گیا ہے کہ انگریزوں نے اپنی روایتی عیاری اور مکاری کا اعلیٰ ثبوت دیتے ہوئے شہادت کے دوسرے دن ٹیپو سلطان کی لاش کو کفن میں لپیٹ کر سرکاری اعزاز کے ساتھ توپ پر رکھا' سڑک کے دونوں جانب سپاہی بندوقیں لے کر کھڑے ہوئے اور لاش کو گارڈ آف آنر دیا اور لے جا کر دفن کروادیا۔ اس شعبدہ بازی کا مقصد ٹیپو اور نظام کی فوج کے مسلمان سپاہیوں کی ہمدردی حاصل کرنا تھی۔ یہی بات اب تاریخ دہرا رہی ہے کہ عیسائیوں نے اسامہ بن لادن کو قتل کر کے بقول ان کے اسلامی طریقہ کار سے غسل دیا اور لاش کو سمندر کے حوالے کر دیا شاید مولانا ریمنڈ ڈیوس نے اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھا دی ہوگی۔

ٹیپو سلطان ایک اعلیٰ ایڈمنسٹریٹر تھا اور مذہبی رواداری پر اسلام کے قوانین کے مطابق عمل پیرا تھا لیکن مغربی اور ہندو تاریخ دانوں نے اس کے خلاف بہت زہر اگلا ہے اور حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے دونوں کو ٹیپو سلطان نے شکست دی تھی اور دونوں ہی اس کو ایک جابر مذہبی انتہا پسند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ٹیپو سلطان نے فرانسیسیوں کی درخواست پر میسور کا پہلا چرچ تعمیر کیا اور لاتعداد مندروں کی تعمیر و کفالت بھی کی۔ 1791ء میں مرہٹہ سردار رگھوناتھ راؤ اور اس کے ساتھیوں نے سرنگیری کے مندر پر حملہ کر کے تمام جواہرات اور مال دولت لوٹ لیا اور کئی لوگوں کو قتل کر دیا۔ بڑے پجاری نے ٹیپو سے فریاد کی۔ میسور کے تاریخی کتب خانے میں تقریباً تیس خطوط موجود ہیں جو بڑے پجاری اور ٹیپو کے درمیان خط و کتابت ظاہر کرتے ہیں۔ سلطان رگھوناتھ کے اس ذلیل فعل پر سخت ناراض تھا اور اس نے بڑے پجاری کو لکھا'' وہ لوگ جنہوں نے ایک مقدس مقام کے خلاف یہ گندا اور بہیمانہ اقدام کیا ہے وہ یقیناً اپنے اس گناہ کا خمیازہ بہت جلد اس کالی کے دور میں اٹھائیں گے اور وہ بھی اس مصرع یا دعا کے تحت'' لوگ ظلم اور غلط کام ہنستے مسکراتے ہوئے کرتے ہیں اور نتائج کا خمیازہ روتے ہوئے بھگتتے ہیں۔''

سلطان نے بڑے پجاری کو ایک خطیر رقم اور لاتعداد قیمتی تحائف دیے اور ایک بڑا وظیفہ مقرر کر دیا جو ان کی شہادت تک جاری رہا۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ٹیپو سلطان ایک بہت اچھے منتظم تھے انہوں نے دریائے کاویری پر ایک ڈیم کی بنیاد رکھی تھی جہاں بعد میں ہندوستان کی حکومت نے کرشنا راجہ ساگر ڈیم بنایا۔ انہوں نے نہایت خوبصورت لال باغ کی تعمیر کی، اعلیٰ سڑکیں تعمیر کیں، عوامی ضروریات کی عمارتیں بنوائیں' کیرالہ کے ساحل پر کئی بندگاہیں تعمیر کیں۔ ان کے زمانے میں میسور کے تاجر ایران اور ترکی تک جا کر تجارت کرتے

تھے۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان جنگی راکٹ کے موجد تصور کیے جاتے ہیں انگریزوں نے ان راکٹوں کی مدد سے مزید ریسرچ کر کے اچھے اور طاقتور راکٹ بنانے شروع کیے مگر بنیاد حیدر علی اور ٹیپو نے ہی رکھی تھی۔ حیدر علی نے سکوں کا رواج قائم کیا ایک قسم کا بینکنگ سسٹم رائج کیا اور ایک نیا کیلنڈر بنایا اور اوزان و پیمانہ جات کا اعلیٰ اور معتبر نظام رائج کیا۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے اور قوم کی ستم ظریفی ہے کہ ہم نہ صرف اپنے قومی ہیروز کو بھلا چکے ہیں اور بھول رہے ہیں یہی نہیں ہماری نوجوان نسل کو ایسی غیر ملکی کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں جن میں ہمارے قومی ہیروز کو نہایت نازیبا الفاظ میں یاد کیا گیا ہے مثلاً اے لیول کے نصاب کی ایک کتاب میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے خلاف نازیبا باتیں لکھی ہوئی ہیں اس کتاب کا نام ہے The History & Culture of Pakistan اور اس کا مصنف Nigel Kelly ہے اس میں 23-20 صفحات پر اس قسم کی باتیں درج ہیں اور ٹیپو سلطان کو Tiger of mysore کے بجائے monster of mysore کہا گیا۔ اس وقت سخت ضرورت ہے کہ ماہر تعلیم و تاریخ ہمارے مدارس کی کتابوں کا دوبارہ جائزہ لیں ان میں تبدیلی کریں تاکہ نصاب تعلیم ہماری تاریخ اور ثقافت کی صحیح عکاسی کر سکیں۔

سلطان ٹیپو شہید

میجر میر ابراہیم

ٹیپو سلطان میں ظہیر الدین بابر جیسے بہادر زیرک اور رحمدل جرنیل شیر شاہ سوری جیسے منتظمِ اعلیٰ' اکبر جیسے مذہبی رودار اور سیاست دان اورنگزیب عالمگیر جیسے عالمِ بے بدل اور زاہد باعمل کے جملہ اوصاف موجود تھے۔ ٹیپو نے نوعمری ہی میں اپنے نامور والد حیدر علی کی کمان میں ایسے ایسے جنگی کارنامے انجام دیے کہ خود حیدر علی جیسے بے مثل جرنیل کو ان کارناموں نے حیرت زدہ کر دیا اور انہوں نے بہت جلد اپنے ہونہار فرزند کو مختلف محاذوں پر مختلف دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے آزاد قیادت سے سرفراز فرمایا۔ ٹیپو سلطان نے حیدر علی کی توقعات سے بڑھ کر ہر دشوار موڑ پر عظیم الشان فتوحات حاصل کیں۔

ٹیپو سلطان نے اپنے عہد حکمرانی میں ایسی ایسی اصلاحات کیں کہ ان کے ازلی دشمن انگریز بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ اصلاحات شیر شاہ سوری کی اصلاحات سے کہیں زیادہ وسیع اور اعلیٰ تھیں۔ انہوں نے اپنی سترہ سالہ حکومت کی جنگ وجدل سے بھری ہوئی ہنگامی زندگی میں اصلاحات پر عمل درآمد کرایا جس کے نتیجے میں میسور ایک مثالی ریاست بن کر ابھرا۔

ٹیپو اور اکبر کی مذہبی رواداری میں نمایاں فرق یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے اعلیٰ اصولوں کے تحت دوسرے مذاہب سے رواداری برتی' اپنی غیر مسلم رعایا کو ایسا اسلامی تحفظ دیا کہ ان میں اکثر نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا جبکہ اکبر نے مذہبی رواداری میں اپنے مذہب کی حدود سے تجاوز کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ ٹیپو سلطان نے اپنی سلطنت کے دور دراز مندروں اور ان کے پجاریوں کو مستقل وظائف دیے اور وقتاً فوقتاً انعام واکرام اور دلجوئی کی اسناد سے نوازا اور ان کے دلوں میں اس درجہ گھر کر لیا کہ شہادت کے وقت ان کے گردوپیش جان نثار کرنے والوں میں ہندو خواتین تک شامل تھیں۔ مذہبی رواداری کی شاید اس سے بڑی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ اپنی جان کے دشمن انگریزوں کی عورتوں اور بچوں سے ایسا فراخدلانہ سلوک کیا کہ وہ سلطان کی قید کو آزادی پر ترجیح دینے لگے تھے۔

جہاں تک ہمارے بادشاہوں کے علم وعمل اور تقویٰ کا تعلق ہے اس باب میں حضرت اورنگزیب عالمگیر کو خصوصی شہرت حاصل ہے۔ تاہم ٹیپو سلطان کی زندگی کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ سلطان اوائل عمری

سے لے کر یوم شہادت تک ان اوصافِ عالیہ کے کما حقہ حامل رہے۔ تاریخ کے کسی بھی طالب علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حیدر علی نے اپنے علم کی کمی کو پورا کرنے کے لیے وقت کے جید علما کو ٹیپو سلطان کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ ٹیپو کا شوق علم اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ حیدر علی کو تشویش ہونے لگی تھی کہ کہیں ان کا فرزند دلبند محض علم و مطالعہ کا ہو کر ہی نہ رہ جائے چنانچہ انہوں نے برملا ٹیپو سلطان کو یہ کہہ بھی دیا تھا کہ جان پدر آپ مطالعہ میں اس قدر منہمک نہ رہا کریں کہ دیگر امورِ سلطنت سے دلچسپی ہی نہ رہے۔ تاہم ٹیپو سلطان جنہیں قدرت نے ہر میدان کی شہسواری کے لیے پیدا کیا تھا علم کے ساتھ ساتھ شب و روز کی جنگی مہمات میں بھی اتنی دلچسپی دکھاتے رہے اور زہد و تقویٰ میں بھی اپنی مثال آپ رہے۔ ٹیپو سلطان نے اپنی زیرِ نگرانی نظم و نثر کی کئی کتابیں تصنیف کرائیں جنگی اصلاحات پر ''فتح المجاہدین'' نے خاص شہرت حاصل کی علمی و ادبی اصطلاحات کی ایک طویل فہرست تیار کی۔ اردو زبان کے پہلے فوجی اخبار کے اجرا کا کام بھی انہی کے کارناموں میں شامل ہے۔ سلطان خود فارسی، عربی، ملیالم، تلگو، کنٹری، مرہٹی، انگریزی اور فرانسیسی پر دسترس رکھتے تھے۔ اگرچہ ان کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ ان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے ہاتھ ایک بہت بڑی لائبریری آئی جو آج تک انگلستان کے مختلف عجائب گھروں میں محفوظ ہے اور جو سلطان کے علم و ادب سے شغف کا زندہ ثبوت ہے۔

جہاں تک ان کی عملی زندگی کا تعلق ہے تو یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ سلطان کی صبح کا آغاز عبادتِ الٰہی سے ہوتا تھا اور خواب استراحت میں جانے سے پہلے وہ غسل کے بعد مختلف اوراد و وظائف ضرور پڑھتے تھے۔ ان کی حیا اور ستر پوشی کا یہ عالم تھا کہ وہ غسل کے وقت جسم پر باریک کپڑا لپیٹ لیتے تھے۔

سلطان کی زندگی کا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ مسجدِ اعلیٰ میں اوّلین نماز پڑھنے کا جب وقت آیا تو ایک ایسے انسان کی ضرورت پیش آئی جس نے زندگی میں کبھی نماز قضا نہ کی ہو۔ اس مجلس میں وقت کے بڑے بڑے عالم متقی اور پرہیزگار موجود تھے لیکن کوئی آگے نہیں آیا تو پھر ٹیپو سلطان کو خود آگے آنا پڑا اور یہ فرض انہوں نے اپنے طور پر دیا۔ ان کے عالم باعمل ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟

ٹیپو سلطان کے ان اوصافِ عالیہ کا سرسری جائزہ لینے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بعض صفات میں نہایت درجہ منفرد اور ممتاز بھی ہیں وہ پہلے مسلمان حکمران ہیں جنہوں نے تاریخ میں پہلی بار کتاب و سنت کے احکام کے تحت اپنی سلطنت کو سلطنت خداداد اور سرکار احمدی جیسے القابات ہی نہیں دیے بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کی عین ہدایات کے مطابق کاروبارِ سلطنت چلانے کی بنیاد بھی رکھی اور ان سنہری اور آسمانی اصولوں کے تحت اپنی حکومت چلانے کی عمر بھر سعی بھی کرتے رہے تھے۔ ٹیپو سلطان ہندوستانی تاریخ کے ایسے عہد میں برسرِ اقتدار آئے جب ہندوستان اپنی تاریخی عظمت یکسر کھو چکا تھا۔

ٹیپو سلطان نے جب تمام اندرونی اور بیرونی حالات کا جائزہ لیا تو انہوں نے ایک ایسا لائحہ عمل تیار کیا جو شاید ان سے پہلے کسی ہندوستانی حکمران کے وہم و گمان میں بھی نہ آیا ہوگا۔ انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سدباب کے لیے انہوں نے اس زمانے میں انگریزوں کے حریف اوّل فرانس سے دوستانہ تعلقات پیدا کیے جس کے نتیجے میں نپولین بوناپارٹ جیسے عظیم جرنیل نے ٹیپو سلطان کی تدابیر سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ ان پر عمل کرنے کا عزم بھی کر لیا یہ اتفاق تھا کہ نپولین کو مصر پر قبضے کے دوران انگریزوں کے امیر البحر نیلسن کے ہاتھوں بحری جنگ میں خوفناک شکست کھانا پڑی ورنہ دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ تاہم ٹیپو نے ایک طرف عالم اسلام کی کلیدی طاقتوں کو متحد کیا' یعنی ترکی کے خلیفہ کے پاس اپنی سفارت بھیجی ایران کو آمادۂ اتحاد کیا اور افغانستان کے شاہ زمان کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ ہندوستان پر حملہ آور ہو کر انگریزوں کی بیخ کنی میں ان کی مدد کرے اور دوسری طرف اندرونِ ہندوستان تمام مسلمان اور غیر مسلم حکمرانوں کو انگریزوں کے خلاف متحد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

ٹیپو سلطان ہندوستان کے پہلے بالغ نظر سیاست دان تھے۔ تاریخ کے بعض مفکرین کو اب بھی حیرت ہوتی ہے کہ انگریزوں کے خلاف ٹیپو سلطان نے امریکہ تک کو اپنی خدمات پیش کی اور جواباً اس کے تعاون کے طلب گار ہوئے اور دنیا نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ٹیپو سلطان کی تجاویز پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں عموماً ساری دنیا اور خصوصاً ہندوستان کو صدیوں تک کن تاریکیوں میں ڈوبنا پڑا۔

حضرت ٹیپو سلطان شہید کے کردار کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں ان میں اقبال کے روایتی مردِ مومن کی تمام خوبیاں موجود تھیں وہ انگریز جیسے مکار اور عیار دشمن سے زندگی بھر نبرد آزما رہنے کے باوجود کبھی عیاری و مکاری اور بدعہدی جیسے قبیح جرائم کے مرتکب نہیں ہوئے۔ تاریخ کے طالب علموں سے یہ بات مخفی نہیں کہ آخری گھڑیوں میں جب ان کی زیرِ سرپرستی فرانسیسی افواج نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ سلطان اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کے ساتھ خود سرنگا پٹم سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں اور فرانسیسیوں کو انگریز دشمن کے مقابلے کے لیے چھوڑ دیں تو ٹیپو سلطان نے اس پیش کش کو اس خیال سے قبول نہیں کیا کہ وہ اپنی جان و مال کی خاطر اپنے معاونین کو جو دور دراز سے ان کی مدد کے لیے آئے ہیں دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑیں انہوں نے خود مقابلہ کر کے جان دینے کو ترجیح دی۔

ٹیپو سلطان کی زندگی کے عام مشاغل بھی یہ ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے جو اعلیٰ مقاصد اپنے پیش نظر رکھے تھے ان کی تکمیل سے وہ ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے۔

تلوار' تسبیح اور قلم ان کی زندگی کے آخری سانس تک ان کے اعلیٰ مقاصد کا نشان بنے رہے۔ در حقیقت عشق رسولؐ ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا اور وہ اسوۂ حسنہ پر میدان جنگ اور خلوت و جلوت میں عمل

پیرا رہے حتیٰ کہ عالم خواب میں بھی یہی عظیم مقاصد ان کے پیشِ نظر رہے اور انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوئے۔

ٹیپو سلطان کے خواب یوں تو انگریزوں نے ان کی ذاتی ڈائری سے حاصل کر کے انگریزی زبان میں محفوظ کر لیے تھے جن کی تدوین نو کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے Dreams of Tipo Sultan کے نام سے کی ہے۔ یہ خواب ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ ٹیپو سلطان سوتے میں بھی دشمن کے خلاف جاگتے تھے۔ تاہم اسی کتاب کے صفحہ ۶۲ پر خواب نمبر ۱۲ سے ٹیپو سلطان کے مقامِ ارفع کا تعین بھی ہوتا ہے۔

پونا کے قریب دریائے تنگ بدرا پر جب وہ مرہٹوں سے جنگ کے دوران پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو عالمِ خواب میں دیکھتے ہیں کہ حشر کا دن ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ ٹیپو سلطان سے فرما رہے ہیں کہ وہ آنحضرتؐ کے پاس سے آئے ہیں اور حضورؐ جنت کے دروازے پر ٹیپو سلطان شہید کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس میں شک بھی کیا ہو سکتا ہے کہ ٹیپو سلطان سرزمینِ ہند پر اس وقت ایک تابناک ستارے کی طرح نمودار ہوئے جب سارا ہندوستان اور خصوصیت سے ایک سترہ سالہ نوجوان کے ساتھ آنے والے مٹھی بھر مجاہدین دیبل اور برہمن آباد کے میدانوں میں راجہ داہر کو شکست دینے کے بعد ہمیشہ کے لیے سندھ سے برہمنی اقتدار کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ محمود غزنوی اپنے ابتدائی چند حملوں میں پورے شمالی ہندوستان سے راجپوتوں کا اقتدار ختم کر دیتا ہے اور اس کے بعد قنوج اور سومنات میں عبرت ناک شکستیں کھانے والے راجوں کو صدیوں تک مسلمانوں کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ پھر بابر مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ نمودار ہوتا ہے اور اس ملک کی تاریخ کا رخ بدل دیتا ہے۔ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد مرہٹے ہر ہر مہادیو کے نعرے لگاتے ہوئے اٹک تک پہنچ جاتے ہیں لیکن پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ ایک بار پٹنے کے بعد دوبارہ شمالی ہندوستان کی طرف دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرتے۔ پھر ایسٹ انڈیا کمپنی پلاسی اور بکسر کی نمائشی جنگوں کے بعد کلکتہ سے لے کر لکھنؤ تک اپنی فتوحات کے جھنڈے نصب کر دیتی ہے..... لیکن میسور میں سلطان ٹیپو کی تلوار کے سامنے انگریزی جارحیت کا سیلاب رک جاتا ہے اور مسلسل سولہ برس بعد ایسٹ انڈیا کمپنی جنوب سے دلی کی طرف کوچ کرنے کا خواب نہیں دیکھ سکتی۔ میسور کی دفاعی قوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے میسور کے بعد جب مرہٹوں کی باری آئی تو سندھیا، بھونسلے اور ہلکر جن کی افواج کی مجموعی تعداد میسور سے کہیں زیادہ تھی، چند ماہ سے زیادہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ۱۸۰۳ء میں سندھیا اور بھونسلہ کو پے در پے شکستیں دینے کے بعد کمپنی کے دستے دہلی میں داخل ہو چکے تھے اور شاہ عالم مرہٹوں کی بجائے کمپنی کی سرپرستی قبول کر چکا تھا۔ ۱۸۰۴ء میں فرخ آباد کے مقام پر ہلکر بھی شکست کھا چکا تھا۔ چند سال بعد مرہٹوں نے فرنگی جارحیت سے

نجات حاصل کرنے کی ایک اور کوشش کی لیکن انگریزوں کی سنگینوں کے سامنے ان کے لاکھوں سپاہی بھیڑوں کے ریوڑ ثابت ہوئے۔ اس کے بعد سارا ہندوستان انگریزوں کے رحم و کرم پر تھا۔

یہاں پر ہمیں ایک اور حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سلطان شہید کے وہ پیش رو جنھوں نے اپنی نوکِ شمشیر سے ہندوستان کی تاریخ کو نئے عنوان عطا کیے تھے۔ اپنے زمانے کے عظیم جرنیل ہی نہ تھے بلکہ ان زندہ اور متحرک اقوام کے جذبۂ تسخیر کی نمود تھے، جن کے ماضی کی تاریخ شکست، پسپائی، مایوسی اور ناکامی کے الفاظ سے ناآشنا تھی۔ محمد بن قاسم اس قوم کی غیرت کا مظہر تھا جس کے مجاہد مشرق میں چین اور مغرب میں اندلس کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ محمود غزنوی کی سلطنت وسطِ ایشیا سے لے کر خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی۔ احمد شاہ ابدالی بھی ایک عظیم سلطنت کا مالک تھا اور اس کے جھنڈے تلے افغانوں، مغلوں، روہیلوں اور بلوچوں کا بہترین عنصر جمع ہو گیا تھا لیکن سلطان ٹیپو نے جن لوگوں کو آزادی کی تڑپ عطا کی تھی۔ ان کا ماضی صرف پسماندگی، غربت اور جہالت کے تذکروں تک محدود تھا۔ میسور کی بیشتر آبادی غیر مسلم تھی۔ ہندو سماج میں ان فرومایہ لوگوں کو ان بہادر راجپوتوں یا جنگجو مرہٹوں کی برابری کا دعویٰ نہ تھا جو اپنے اسلاف کے کسی کارنامے پر فخر کر سکتے تھے۔ ان لوگوں کو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑا کر کے کئی برس انگریزوں، مرہٹوں اور حیدر آباد کی سلطنت کا مقابلہ کرنا ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ آخر وہ کون سے حالات تھے جنھوں نے ان لوگوں کے دل و دماغ میں اتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا تھا؟

اس اہم سوال کا جواب تلاش کرتے وقت سلطان شہید کی سیرت و کردار کے کئی اور حسین پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں اور ایک ضخیم ناول لکھنے کے بعد بھی میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ سلطان شہید کی زندگی کے ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لیے ایک ناول نگار سے زیادہ جب مؤرخ اور سیرت نگار اپنی متاعِ گم گشتہ کی تلاش میں نکلیں گے تو سرنگا پٹم ان کے راستے کی ایک اہم ترین منزل ثابت ہوگی۔

میسور کی جنگِ آزادی صرف ایک اولوالعزم حکمران کی جنگ نہ تھی بلکہ صدیوں کے ان پسماندہ، مظلوم اور بے بس انسانوں کے ذوقِ نمود کا مظاہرہ تھا جنھیں سلطان شہید نے جہالت اور افلاس کی دلدل سے نکال کر تہذیب و اخلاق کی مسند پر بٹھا دیا تھا۔ یہ داستان ان سرفروشوں کی ہمت، شجاعت اور ایثار ہے جنھیں ایک صحیح الخیال حکمران نے زندگی کے آداب سکھائے تھے لیکن کاش یہ روح پرور اور ولولہ انگیز داستان ان حریص قسمت آزماؤں کے تذکرے سے خالی ہوتی جن کی ابن الوقتی، ملت فروشی اور غداری کے باعث سرنگا پٹم کے شہیدوں کی بے مثال قربانیاں ایک بدنصیب قوم کی تقدیر نہ بدل سکیں۔ کاش ہمیں اپنے ماضی کی تاریخ کے روشن ترین صفحات میں میر صادق، قمر الدین، پورنیا، میر نظام علی، میر جعفر اور میر عالم جیسے لوگوں کے نام دکھائی نہ دیتے!

شہیدِ آزادی ٹیپو سلطان

نسیم حجازی

''معظم علی'' اور اس کے بعد'' اور تلوار ٹوٹ گئی'' لکھتے وقت میرے دل و دماغ پر یہ احساس ہمیشہ غالب رہا کہ سلطان شہید کی شخصیت کو کسی ناول کا موضوع بنانا ایک بہت بڑی جسارت تھی۔ ابتدا میں ایک ایسے اولوالعزم مجاہد کے کردار سے متاثر ہوا تھا جس نے ہندی مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں محمد بن قاسم کی غیرت، محمود غزنوی کے جاہ وجلال اور احمد شاہ ابدالی کے عزم و استقلال کی یاد تازہ کر دی تھی لیکن سلطنت خداداد کی تاریخ کے اوراق الٹتے وقت میں یہ محسوس کرتا تھا کہ سلطان فتح علی خان ٹیپو کی زندگی کے کئی اور حسین پہلو ابھی تک میری نگاہوں سے پوشیدہ تھے۔ شیرِ میسور کی فتوحات صرف جنگ کے میدانوں تک محدود نہ تھیں بلکہ وہ بیک وقت ایک حکمران، عالم، مفکر اور مصلح تھا۔ جس کے دل و دماغ کی وسعتوں میں اسلامیانِ ہند کے ماضی کی عظمتیں، حال کے ولولے اور مستقبل کی آرزوئیں سما گئی تھیں۔ وہ ہمیں زندگی کی ہر دوڑ میں اپنے وقت سے کئی منزلیں آگے دکھائی دیتا ہے۔ اس نے ایک ایسے دور میں فلاحی ریاست کا نمونہ پیش کیا تھا جب کہ باقی ہندوستان کے نواب اور راجے اپنی رعایا کی ہڈیوں پر عشرت کدے تعمیر کر رہے تھے، اس نے اس زمانے میں بین الاسلامی اتحاد کے لیے جدوجہد کی جب عالمِ اسلام اپنے نااہل حکمرانوں کی تنگ نظری، کمزوری، بے حسی اور باہمی رقابتوں کے باعث مغرب کے سامراجی بھیڑیوں کے لیے ایک عظیم شکارگاہ بن چکا تھا۔ اس نے ہندوستان کے ایک ایسے پسماندہ علاقے میں اسلامی عدل و مساوات کے جھنڈے گاڑے تھے جہاں صدیوں سے جہالت اور افلاس کی تاریکیاں مسلط تھیں۔ حیدر علی اور سلطان ٹیپو سے قبل میسور کے عوام کی کوئی تاریخ نہ تھی لیکن ان کی حکمرانی کے چند برس پورے ہندوستان کی تاریخ پر چھائے ہوئے ہیں۔ جب ہندوستان کے عوام اپنے حال اور مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے تو میسور میں حوصلوں اور ولولوں کی ایک نئی دنیا آباد ہو رہی تھی۔ جب مشرقی ہندوستان کے قلعوں پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے جھنڈے نصب ہو رہے تھے تو سلطنتِ خداداد کے یہ معمار سرنگاپٹم، منگلور اور چتل درگ میں قوم کی آزادی کے لیے حصار تعمیر کر رہے تھے۔ حیدر علی کے عہدِ حکومت کے آخری ایام میں میسور کی ریاست ایک عظیم سلطنت بن چکی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ طاقتیں جو ہندوستان میں ایک اسلامی سلطنت کے قیام کو

اپنے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھتی تھیں اس کے خلاف متحد اور منظم ہو چکی تھیں۔ انگریز میسور کو دلّی کے راستے کی آخری دیوار سمجھتے تھے۔ میر نظام علی نہ صرف اہلِ میسور بلکہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی عزت اور آزادی کو اپنی ذلیل سودے بازیوں کا مسئلہ سمجھتا تھا اور مرہٹے سلطنت مغلیہ کے کھنڈروں پر برہمنی استبداد کی عمارت کھڑی کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ شیرِ میسور نے اس وقت سلطنتِ خداداد کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لی تھی جب بھیڑیوں، گیدڑوں اور گدھوں کے لشکر اس کے کچھار کا محاصرہ کر رہے تھے اور وہ اس وقت تک ان کے سامنے سینہ سپر رہا جب تک کہ اس کی رگوں کا سارا خون میسور کی خاک میں جذب نہیں ہو چکا تھا۔ اس ناول کے بیشتر کردار وہ مجاہدین ہیں جو ایک عظیم فوجی رہنما کے جلو میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان طویل اور صبر آزما جنگوں کا معمولی جائزہ ہمیں یہ اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ انگریزوں نے باقی ہندوستان پر تسلط جمانے کے لیے جو جنگیں لڑی تھیں وہ اپنی شدت اور وسعت کے اعتبار سے میسور کے معرکوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ ہندوستان کی پوری تاریخ میسور کے مجاہدین کے صبر و استقلال اور ایثار و خلوص کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ ایک فوج حملہ کرتی ہے اور دوسری اس کے مقابلے کے لیے نکلتی ہے پھر محاذوں پر اکا دکا جھڑپوں کے بعد کسی میدان میں فیصلہ کن معرکہ ہوتا ہے اور جو فریق شکست کھا جاتا ہے وہ برسوں تک اپنے طاقتور حریف کے سامنے سر اٹھانے کا نام نہیں لیتا۔ ازمنۂ قدیم میں آرین وسطِ ایشیا سے نکلتے ہیں اور چند لڑائیوں کے بعد ہندوستان کی قدیم اقوام کو مغلوب کر لیتے ہیں۔ سکندر اعظم یونان سے نکلتا ہے۔ دریائے جہلم کے کنارے راجہ پورس کو شکست دیتا ہے اور اس کے بعد یونان کے لشکر کو اپنے سامنے پانچ دریاؤں کی سرزمین خالی نظر آتی ہے۔ میں یہ داستان اس ملّت کے جوانوں کو پیش کر رہا ہوں جس کی سطوت کے پرچم سلطان ٹیپو کی شہادت کے دن سرنگوں ہو گئے تھے اور جسے قدرت نے ایک طویل غلامی کے بعد پاکستان کو اپنا حصار بنانے کا موقع دیا ہے۔ کئی سال بعد سلطان شہید کی روح سرنگا پٹم کے کھنڈروں کی طرف اشارہ کر کے ہمیں یہ پیغام دے رہی ہے کہ جو قوم اپنی صفوں میں کسی میر صادق کو جگہ دیتی ہے اس کا کوئی قلعہ محفوظ نہیں ہوتا۔ جس جہاز کا کوئی مسافر اس کے پیندے میں سوراخ کر رہا ہو اسے دنیا کے بہترین ملاح بھی ڈوبنے سے نہیں بچا سکتے۔ ملّت کے عظیم ترین رہنماؤں کے خون پسینے اور آنسوؤں سے صرف اس خاک پر آزادی کے گلستان سیراب ہوتے ہیں جو غداروں کے وجود سے پاک ہو۔

بطلِ حریت ٹیپو سلطان

پروفیسر ڈاکٹر عطیہ اویس بنت خلیل عرب

سابق صدر شعبہ عربی جامعہ کراچی

میں ''ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی'' کی شکر گزار ہوں کہ اس کے روح رواں عزیزم سید محمود خاور نے مجھے اس یادگار محفل میں شہید حریت ملتِ اسلامیہ کے فرزندِ جلیل ٹیپو سلطان شہید کی یاد میں شرکت کا موقع دیا جہاں نامی گرامی دانشور اور مقررین تاریخ کے حوالے سے گفتگو کریں گے میں ہیچ مداں عربی زبان و ادب اسلامیات اور تاریخ کی ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے ان سے استفادہ کرتے ہوئے میر مجلس کی اجازت سے اظہار خیال کی کوشش کروں گی۔

ہر چند کہ میں لکھ کر پڑھنے کی عادی نہیں تاہم موضوع کی اہمیت اور محدود وقت کا تقاضا بھی پورا کرنا لازم تھا

ارشاد باری تعالیٰ جلاو علا شانہ ہے:

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و انتم لا تشعرون

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ راہ خدا میں شہید ہونے والے مرتے نہیں بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں

فارسی زبان کا یہ شعر بھی جس کو ہم نے اپنی گزارشات کا عنوان بنایا ہے کم و بیش یہی مطلب رکھتا ہے

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است اس برجریدۂ عالم دوام ما

یعنی وہ ہرگز نہیں مر سکتا جس کا دل عشق سے زندگی پاتا ہو بلکہ اس کا نام صفحۂ ہستی پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتا ہے۔ ٹیپو سلطان شہید کی شخصیت و کردار پر یہ شعر من و عن صادق آتا ہے۔ ہمارے قول کی شہادت یہ اجتماع ہے جہاں دو سو بارہ سال کی طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی اس بطلِ حریت کے نام پر عوام و خواص یکجا ہو کر اس کی یاد کا تاریخی دن منانے کے لیے اسی کے نام سے منسوب سڑک سے گزر کر

اس حال تک پہنچے ہیں۔ آج سے ٹھیک دو سو سال قبل ۴ مئی ۱۷۹۹ عیسوی وہ تاریخ ساز دن تھا جب سرنگا پٹم کے میدان کارزار میں فتح علی ٹیپو سلطان نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ملت اسلامیہ کا یہ مایہ ناز فرزند اپنی بعض حیثیتوں اور خصوصیات کی بنا پر تاریخ میں وہ نقوش چھوڑ گیا ہے جو ہمیشہ روشن و تاباں رہیں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ٹیپو سلطان نے انگریزی سامراج اور باطل قوتوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی اور ایسا شخص ہرگز ملک گیری کا خواہش مند نہیں ہو سکتا جس کا یادگار قول ہم سب کو یاد ہے ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے'' آخر اس خوددار حریت پسند شہسوار نے میدان جنگ میں قدم رکھا اور آزادی کی خاطر ہی نہیں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جان دے دی۔ انسانی تاریخ میں روئے زمین پر لڑی جانے والی ایسی جنگوں کی مثالیں بہت ملیں گی جن کا مقصد ہوسِ ملک گیری تھا لیکن ایسی جنگ یا جذبۂ جہاد محض اسلام اور اسوۂ حسنہ کی اتباع میں نظر آئے گا جہاں مسلم قوم اعلائے کلمۃ الحق اور اعلیٰ انسانی اقدار کے فروغ کے لیے صف آرا ہوتی رہی ہے۔ اس کے پیش نظر عدل و انصاف دوستی، باطل شکنی یا استعماری طاقتوں کے خلاف جہاد ہوتا تھا۔

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

ٹیپو سلطان شہید خود ذی علم تھا اور اہلِ علم کا قدر دان بھی۔ روز نمازِ فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت اس کا معمول رہا۔ حد درجہ حیادار اور شریف النفس انسان تھا اس کی قلم رو میں ہندو عورتیں بھی کرتا اور اوڑھنی کے بغیر باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔ شجاعت میں لاجواب تھا، مجاہدانہ شان سے شہسواری اور نیزہ بازی میں بے مثال۔ ایجادات و اختراعات میں سلطان شہید کو کمال حاصل تھا۔ اپنی سلطنت میں اپنے نام کا سکہ جاری نہیں کیا بلکہ احمدی صدیقی امامی اور عابدی یعنی عظیم اسلامی شخصیتوں کے ناموں سے نسبتیں اختیار کیں۔

مکروہات اور منہیات سے ہمیشہ احتراز کیا۔ سلطان عملاً بھی مسلمان تھا۔ شاہی فرمان پر اپنے ہاتھ سے خط طغرا میں بسم اللہ لکھتا اور آخر میں دستخط کرتا۔ سن تاریخ کے لیے بعثتِ نبوی کا آغاز ہجرت کے ساتھ لازم کیا تا کہ مسلمان بعثتِ نبویؐ کی عظمت و مقصدیت کو یاد رکھیں۔ اسلامی غیرت وحمیت سلطان کی فطرتِ ثانیہ تھی وہ تعصب سے بری تھا اور فخر و تکبر نام کو نہ تھا۔ نہ اس کو شہرت و ناموری کا شوق تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے اپنے دارالخلافہ کا نام ٹیپو نگر یا ٹیپو آباد نہیں رکھا جہاں ہر مکتبِ فکر، ہر قوم اور فن کے ماہرین بلا امتیاز آ کر بس گئے اور سلطان شہید کی جوہر شناس آنکھ کا تارا بن گئے۔ میسور کو آج بھی ریشم کی صنعت پر ناز ہے جبکہ ریشم کے کیڑے باہر سے درآمد کر کے ان کی پرورش و

پرداخت کا سلیقہ خود سلطان شہید نے اپنی رعایا کو سکھایا۔ میسوری جارجٹ کی ساڑی آج بھی پسند کی جاتی ہے یہی نہیں بلکہ شیرِ میسور نے جوہر تراشی اور اسلحہ سازی کو اپنی اختراعاتی فطرت سے بے مثال ترقی دے کر نت نئے ہتھیار بنانے کے لیے کارخانے قائم کیے، الغرض ٹیپو سلطان شہید نے دنیا کو الدنیا مزرعۃ ال آخرۃ جیسے فرمانِ رسالتؐ کی روشنی میں دیکھا اور آخرت میں شہادت کا قابلِ رشک درجہ پایا۔

ٹیپو سلطان شہید نے غیر منقسم ہندوستان کی ہر چھوٹی بڑی ریاست کو انگریزوں کے خلاف دعوتِ پیکار دی۔ اس کی عقابی نظریں ہندوستان پر انگریزوں کا منڈلاتا ہوا سایہ دیکھ رہی تھیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انگریزوں کے ناپاک عزائم پورے ہوں لیکن تاریخ کی یہ تلخ حقیقت ہے کہ ٹیپو سلطان کی حب الوطنی اور حریت پسندی، ژولیدہ نگاہی اور عاقبت نااندیشی کو کوئی بھی معاصر حکمران نہیں سمجھ سکا۔

ٹیپو سلطان شہید یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ انگریز پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے اور یہاں کی دولت پر اس کی حریصانہ نظریں لگی ہوئی ہیں لیکن یہ حقیقت نہ تو مرہٹوں کی سمجھ میں آسکی اور نہ مصلحتاً یا کسی ذاتی مفاد کے پیش نظر کسی مسلم معاصر فرماں رواں کو گوارا ہوئی بلکہ انگریزوں نے عوام کو ٹیپو سلطان کے خلاف بھڑکانے کے لیے ٹیپو کے جذبۂ خلوص اور جرأتِ ایمانی اور حب الوطنی پر توسیع پسندانہ حکمراں ہونے کا الزام تک لگایا۔

یہی وجہ تھی کہ انگریز نے پرانی قدیم پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو پر عمل کرتے ہوئے بعض مخلص حکمرانوں کو بھی ٹیپو سلطان سے برگشتہ کردیا اور وہ بھی ٹیپو سلطان کو ہوسِ ملک گیری کا مجرم سمجھ بیٹھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز اپنی عیاری اور شاطرانہ چالوں میں کامیاب ہوگیا اور اس طرح شیرِ میسور جو بات کا دھنی تھا گیدڑ کی سوسالہ زندگی پر شیر کی ایک دن کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے شہید ہوگیا۔ شمشیر زن شہسوار سلطان نے یہ ثابت کردیا کہ غلامی کی زندگی سے آزادی کی موت بہتر ہے۔ ٹیپو سلطان کی شہادت تاریخ اسلام اور برصغیر پاک وہند کا ایک المناک واقعہ ہے۔

ریاست میسور پر قبضہ کرتے ہی انگریزوں کے حوصلے بلند ہوگئے اور ہندوستان میں قدم آگے بڑھانے کا راستہ ان کے لئے صاف ہوگیا بلکہ تحریک پاکستان کی کامیابی قیام پاکستان کی صورت میں دنیا کے نقشہ پر آنے تک انگریزوں کا تسلط رہا۔

اگر اس دور کے مسلم اور غیر مسلم حکمران ٹیپو سلطان کی بصیرت پر یقین کرلیتے تو آج غیر منقسم ہندوستان کا نقشہ کچھ اور ہی ہوتا۔ ٹیپو سلطان صرف ایک عادل حکمران ہی نہیں بلکہ بڑا مدبر سیاستدان اور اچھا انسان بھی تھا۔ سلطان نے بہت کم عمری ہی میں اپنے والد حیدر علی فاتح میسور جسے دنیا ایک عظیم

سپہ سالار رانتی ہے کی نگرانی میں تمام فنون سپہ گری میں تربیت حاصل کی اور کم عمری ہی میں بعض اہم جنگوں میں حصہ لینا شروع کردیا تھا۔ ٹیپو سلطان شہید کی سیاسی بصیرت کا اندازہ یوں لگایئے کہ اس نے ہندوستان کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے اپنی ہمسایہ ریاستوں کے علاوہ انسانی برادری سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ سفارت کاری کو وسیلہ بنایا اور اس وقت کی عظیم طاقتوں سے راہ و رسم بڑھائی اور مراسلت کی اور سفارتی تعلقات استوار کئے تاکہ انگریزوں کے خلاف ان سے مدد لے سکے لیکن افسوس اس کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ یہاں ایک بار ہم اس حقیقت کو دہرائیں گے کہ ٹیپو سلطان شہید کو محض جذبہ حب الوطنی اور باطل شکنی نے تلوار اٹھانے پر آمادہ کیا۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

ہمارے محدود علم و محدود نظر میں حضرت امام حسینؓ کی شہادتِ عظمیٰ ایک تاریخ ساز اور تاریخی جذبہ ہے جو حق و باطل کے درمیاں ازلی معرکہ آرائی میں سر کٹانے کی مثال پیش کرتا ہے سر جھکانے کی نہیں۔

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہٰ ہست حسین

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب بھی حق و باطل صف آرا ہوتے ہیں تو معرکہ کارزار میں فتح و کامرانی حق ہی کو نصیب ہوتی ہے خواہ وہ بظاہر شکست نظر آئے لیکن تاریخ کے صفحات میں زندہ و تابندہ اور پائندہ نام شہدا ہی کے نظر آتے ہیں۔ آج خود ٹیپو سلطان شہید کے نام سے منسوب یہ ہال جہاں آج ہم جمع ہیں یہاں دو صدیوں کے گزر جانے کے بعد بھی ہمارے آزاد وطن کے عوام اسی ٹیپو سلطان شہید کی عظمت یاد کر رہے ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ٹیپو سلطان شہید کے جذبہ حریت اور شہادت کی یاد منانے کا یہی طریقہ کافی نہیں بلکہ اس کے لئے عزم و ہمت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے وطن عزیز کی آزادی کا تحفظ کریں اور اپنا تن من دھن اس پر قربان کر دینے کا عزم کر لیں کسی شاعر نے ایک لافانی شعر میں مجھے، آپ کو اور خاص طور پر ہماری نئی نسل کو یہ پیغام دیا ہے۔

سنو اے ساکنانِ بزم ہستی صدا یہ آرہی ہے آسماں سے
کہ آزادی کا ایک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیاتِ جاوداں سے

سچ تو یہ ہے کہ ٹیپو سلطان کی شہادت بھی ہمیں یہی درس دیتی ہے بلکہ تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے لئے شہید ہونے والوں کا خون بھی ہمیں یہ پیغام دیتا رہے گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ آزادی

کے متوالے اور حریت پسند کفن بردوش ہی میدانِ کارزار میں اترا کرتے ہیں۔ ان کو وطن کی خاک اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ بقول علامہ اقبال:

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

قلیل فرصت کسی طویل داستان کی متحمل نہیں ہوسکتی ورنہ جب ہم ٹی وی پر تقریر کرتے ہیں تو ہمارے پروڈیوسرز کو زیادہ وقت دینا پڑتا ہے جو ممکن نہیں ہوتا اور ہم تشنگی کا شکوہ کرتے ہیں لیکن اس اہم موقع پر ہم اپنی عادت کے خلاف لکھ کر بول رہے ہیں۔ آخر میں ہم ٹیپو سلطان کی دائمی عظمت وعزیمت اور سرفروشانہ کردار کو سلام کرتے ہیں۔ ہم سلام کرتے ہیں اس فرزندِ اسلام کو جس نے سرنگا پٹنم کے میدان میں جان دے کر شہادت قبول کر لی لیکن عیار و مکار دشمن کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆
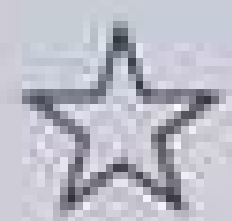
نذرانۂ عقیدت...... ٹیپو سلطان شہید

واثق ذائقی بنگلوری

کیا کرے کوئی بیاں عظمتِ ٹیپو سلطان
قدموں میں ہے بپا مدحتِ ٹیپو سلطان

والہانہ تھے وہ شیدائی اسلامی نظام
تھی صداقت کی امیں سیرتِ ٹیپو سلطان

جسم مشرق کے لیے' جان تھی ان کی ہستی
کتنا اونچا تھا قد و قامتِ ٹیپو سلطان

مظہرِ حسن عمل ، حسنِ ادا' حسنِ خیال
مرحبا مرحبا اے سیرتِ ٹیپو سلطان

اللہ اللہ کہ کیا شانِ شجاعت تھے وہ
زندہ امروز بھی ہے ہیبتِ ٹیپو سلطان

ٹیپو سلطان تھے تدبیر و تدبّر کے دھنی
لائقِ پیروی ہے حکمتِ ٹیپو سلطان

دوستو! ان کے مقاصد کا ہے یہ لب لباب
دعوتِ دینِ نبیؐ، دعوتِ ٹیپو سلطان

بطلِ حریت......ٹیپو سلطان

ڈاکٹر صفدر محمود

ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں پر بڑے مشکل دور آئے لیکن ان کے لیے مشکل ترین دور اورنگ زیب کے انتقال کے کچھ ہی عرصے بعد شروع ہوا جسے مسلمانوں کے لیے قومی حوالے سے زندگی وموت کی کشمکش کا دور کہا جاسکتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر تک مسلمانوں نے ہندوستان پر تقریباً سات سو سال حکومت کی اور ان کے کل ۷۶ بادشاہ ہوئے لیکن اس کے باوجود مسلمان ہندوستان میں مذہبی حوالے سے اقلیت ہی میں رہے اور وہ ایک ایسی اقلیت تھے جسے ہندوستان کا اکثریتی ہندو طبقہ کسی صورت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا ۔مسلمان حکومتیں ایک ایک کر کے ختم ہونے لگیں تو ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ابتلا کا بدترین دور شروع ہوا جس میں خود ان کی قومی بقا کو خطرات درپیش تھے۔اورنگزیب کے انتقال کے بعد ایک طرف مرہٹے، جاٹ اور سکھ مسلمانوں کے وجود کے درپے تھے تو دوسری طرف انگریز بھی پر پرزے نکال رہے تھے۔ ۱۷۱۵ء تک انگریز فورٹ ولیم نامی قلعہ کلکتہ میں بنا چکے تھے اور ان کی گورا پلٹن ان کی عسکری قوت کا مظہر بن چکی تھی ۔۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی میں میر جعفر کی غداری کے سبب سراج الدولہ کی شکست کے بعد انگریز ہندوستان میں ایک سازشی سیاسی اور عسکری قوت بن کر ابھرے۔

مسلمانوں کے لیے دوسرا بڑا صدمہ ۱۷۶۴ء میں بکسر کی جنگ میں مغل بادشاہ شاہ عالم اور میر قاسم کی مشترکہ فوج کی انگریزوں کے ہاتھوں شکست تھا جس نے بنگال کے مقدر کا فیصلہ کر دیا اور انگریز ہندوستان پر حکمرانی کے خواب دیکھنے لگے کیونکہ دہلی کی حکومت ان کے سامنے سرنگوں ہو چکی تھی۔ نابینا شاہ عالم کے دور میں تو مغل حکومت صرف لال قلعہ تک محدود تھی اور عملاً ہر طرف انگریزوں کی عمل داری تھی میسور میں ٹیپو سلطان کی حکومت مسلمانوں کے لیے تقویت کا باعث تھی کیونکہ انگریزوں سے برسرِ پیکار تھی لیکن انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے گرد سازشوں کا جال پھیلایا اور نظام دکن کو اپنے ساتھ ملا لیا اور میر صادق سے ٹیپو سلطان کے خلاف غداری کے لیے ساز باز کر لی چنانچہ ۱۷۹۹ء میں میسور کی چوتھی جنگ کے دوران ٹیپو سلطان کی فوج پر تین فوجوں نے بیک وقت حملہ کیا اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت میر صادق نے غداری کی اس طرح ٹیپو سلطان کو شکست ہوئی اور جنگ کے دوران شہید ہو گیا۔ ٹیپو سلطان کی شکست کے ساتھ ہی انگریزوں کے مدِ مقابل

فرانسیسیوں کا اثر رسوخ بھی ختم ہوگیا کیونکہ وہ انگریزوں کے مقابلے میں ٹیپو سلطان کے ساتھ تھے۔ اس طرح ہندوستان سے مسلمانوں کی عسکری قوت کا تقریباً خاتمہ ہوگیا اور انیسویں صدی ان کے لیے بے پناہ مسائل اور ان گنت مصائب لے کر طلوع ہوئی۔

میر صادق جو ٹیپو سلطان کی مجلس کا صدر اعظم تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ ٹیپو سلطان نہ ہی صرف بہادر، عبادت گزار اور اعلیٰ درجے کا منتظم تھا بلکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کی آخری نشانی سمجھا جاتا تھا کیونکہ مغل حکمران شکست کے بعد انگریزوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن چکے تھے۔ ٹیپو کو فرانسیسیوں کی حمایت حاصل تھی اور وہ انگریزوں کے توسیع پسندانہ عزائم کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ مکمل جنگی تیاریوں اور سازشوں کا جال پھیلانے کے بعد انگریزوں نے جنرل ہیرس کی سربراہی میں میسور پر حملہ کردیا۔ جنرل ہیرس نے مارچ ۱۷۹۹ء میں میسور اور پھر بنگلور پر قبضہ کرلیا اس کی فوج میں ساٹھ ہزار بیل اور بہت سے ہاتھی تھے۔ ٹیپو سلطان کو صلح کے لیے شرمناک شرائط پیش کی گئیں جو اس نے مسترد کردیں اپریل کے اواخر میں سرنگا پٹم کے قلعے کے باہر انگریزوں نے توپیں نصب کردیں اور گولہ باری شروع کردی۔ تین مئی کو قلعے کی فصیل میں چھوٹا سا شگاف پڑ گیا۔ ۴ مئی کو میر صادق کے مشورے پر انگریزوں نے حملہ کیا اور میر صادق نے تنخواہیں دینے کے بہانے ان سپاہیوں کو بلا لیا جو فصیل کے اس شگاف کی حفاظت پر مامور تھے۔ چنانچہ انگریز فوج قلعہ میں داخل ہوگئی۔ جب ٹیپو سلطان کو خبر ملی تو وہ پاپیادہ دوڑے اور منتشر فوج کو اکٹھا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب سپاہی اپنی قوت کھو بیٹھے تو ٹیپو سلطان گھوڑے پر سوار ہوکر قلعے کے ایک دروازے کی طرف بڑھے۔ میر صادق نے وہ دروازہ بند کروادیا تھا تاکہ ٹیپو سلطان باہر نہ جاسکیں۔ ٹیپو سلطان کے وفاداروں نے میر صادق کی غداری کو بھانپتے ہوئے اسے قتل کردیا اور ٹیپو سلطان انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوگئے میر صادق کے ساتھ اس سازش میں میر غلام علی میر قمر الدین میر قاسم علی اور ہندو وزیر مالیات پورنیا بھی شامل تھا۔ یوں ٹیپو سلطان شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے کہہ کر شہادت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوگیا اور میر صادق عبرت کی علامت بن کر تاریخ میں ہمیشہ کے لیے دفن ہوگیا۔ زمانہ بدل چکا۔ اب نہ وہ فوجیں ہیں اور نہ حکمران نئے حالات کے تقاضوں کے مطابق ہر وہ شخص میر جعفر و میر صادق ہے جو ملکی مفادات کا سودا کرتا ہے اور قومی راز بیچتا ہے خزانہ لوٹتا ہے اور ملک کو نقصان پہنچاتا ہے اور قوم سے بے وفائی کرتا ہے۔

مردِ حق شناس... ٹیپو سلطان

فرہاد زیدی

ماضی حال اور مستقبل وقت کے دھارے کا تسلسل ہے اور اس میں باہمی ربط ہے۔ زندگی کے دیگر سارے مظاہر کی طرح وقت کا یہ تسلسل بھی ماضی حال اور مستقبل پر مشتمل ہے ان میں منقسم نہیں۔ تاریخ کی اہمیت قوموں کی زندگی میں وہی ہے جو فرد کی زندگی میں اس کی یادداشت یا قوتِ حافظہ کو حاصل ہوتی ہے تاریخ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ یہ واقعات کی ریاضی ہے، یکساں اعمال کے یکساں نتیجے...... جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو یہ قرآن پاک کی اس آیتِ مبارکہ کے مفہوم کی وضاحت ہے کہ اللہ کا قانون نہیں بدلتا۔ تاریخ گزرے ہوئے واقعات کے قصے کہانیوں پر مشتمل داستان گوئی کی روایت نہیں۔ تاریخ کو قرآن پاک میں ''ایام اللہ'' کہا گیا ہے:

سلسلۂ روز و شب تارِ حریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے
سلسلۂ روز و شب صیرفیٔ کائنات

تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی اعمال کے نتیجے انسانی معاشرتی رویوں تک محدود نہیں رہتے بلکہ بداعمالیاں جب حدود سے تجاوز کر جاتی ہیں تو پھر انسانی آبادیاں غضب ناک طوفانوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ قومِ نوح انسانی تاریخ کے سب سے بڑے طوفان بادوباراں کے بعد فنا ہو گئی۔ فرعونوں کے محل ان کے بعد بہت کم آباد ہوئے۔ انسان عمل کے انتخاب میں آزاد ہے، عمل کے نتیجوں پر اس کا کوئی اختیار نہیں ہے:

از مکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بہ روید جو ز جو

ہر چند کہ تاریخ کے واقعات اور موجودہ حالات کے حقائق الگ الگ نظر آتے ہیں پھر بھی ان میں ایک ربط ہوتا ہے اور یہ کہنا اس لیے ضروری ہے کہ آج ٹیپو سلطان شہید کی یاد کے حوالے سے جذبات و خیالات کے اظہار کی جو کوشش ہم کر رہے ہیں خود اس کوشش کا ہمارے حال اور مستقبل سے

یعنی پاکستان کے حال اور مستقبل سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ قیامِ پاکستان کے یعنی ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء سے قبل کی پوری برصغیر کی تاریخ ہماری تاریخ، ہم اہل پاکستان کی تاریخ ہے۔ سراج الدولہ، ٹیپو سلطان اور میرٹھ سے شروع ہونے والی پہلی جنگِ آزادی۔ یہ سب اسی فکری اور ذہنی اور ایمانی رویئے کی تاریخ ہے جس کے نتیجے میں یہ خطۂ ارض یہ ملک جس کا نام پاکستان ہے معرضِ وجود میں آیا ہے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی تاریخ بہت اہم اور بڑی منفرد صفات کی حامل رہی ہے۔ یہ خطہ دنیا کی قدیم ترین تاریخ کا خطہ رہا ہے اور اسی کے ساتھ:

وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

یہ ٹھنڈی ہوا دورِ حاضر میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی علامت ہے اور یہ ٹھنڈی ہوا اس حرارتِ ایمانی کا ثمرہ ہے جو ایک مردِ مومن کو مسکراتے ہوئے موت کا استقبال کرنے کی جرأت اور توانائی عطا کرتا ہے:

نشانِ مردِ مومن با تو گریم چو مرگ آید تبسم برلب اوست

سورۂ بقرہ میں ارشادِ ربانی ہے:

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، وہ حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے''

صلۂ شہید کیا ہے تب و تابِ جاودانہ

یہ حیات و کائنات کے خالق کا قانون ہے کہ جو صاحبِ ایمان اس کی کبریائی کا اعلان کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ بطورِ شہادت پیش کردے وہ عالمِ برزخ کے مرحلے سے گزر کر براہِ راست کامیاب حیاتِ جاودانی حاصل کر لیتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ٹیپو سلطان شہید کو وہ رتبۂ بلند عطا فرمایا ہے۔ رتبۂ شہادت اللہ کا خاص عطیہ ہے اور یہ اسی کو ملتا ہے جو اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کی کبریائی کے اعلان کے لیے نذرانۂ جاں پیش کرتا ہے۔ برطانیہ کے تاجروں کی وہ کمپنی وہ ایسٹ انڈیا کمپنی جو تجارت کی آڑ میں قوموں کی عزت و آبرو اور ان کی آزادی پر شب خون مارنے کے منصوبوں کی تکمیل کے مذموم مقاصد لے کر آئی تھی سلطان ٹیپو کی شہادت ان مذموم عزائم کو بے نقاب کرنے کی علامت بھی ہے:

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت

فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

سلطان ٹیپو نے دل کے حق میں، ایمان کی سر بلندی کے حق میں فیصلہ کیا اور حیات جاوداں پا گئے اور بقول اقبال ہمیں یہ پیغام دے گئے کہ ؎

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکتِ میانہ حق و باطل نہ کر قبول
صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کے نام اور میر جعفر اور صادق کے نام' یہ افراد کے نام بھی ہیں اور ایمان سے وابستگی اور ایمان سے محرومی کی علامتیں بھی۔ موت کا ذائقہ تو ہر ذی نفس کو چکھنا ہے لیکن جنہوں نے عزت کی زندگی کو موت پر ترجیح دی ان کا نام جریدۂ عالم پر دوامی انداز میں ثبت ہو گیا اور جنہوں نے بزدلی کو مصلحت اور مصلحت کو خیانت کے فریب میں قبول کر لیا وہ ننگ آدم، ننگِ دیں اور ننگِ وطن بن گئے۔ برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا دور اور پھر براہِ راست تاج برطانیہ کی حاکمیت کا دور...... یہ بحیثیت مسلمان ہماری اجتماعی آزمائش کے بڑے طویل اور صبر آزما دور ہیں تقریباً دو سو برس پر مشتمل اس پورے دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں برطانوی حاکموں نے مسلمانوں کو من حیث القوم اپنی سنگینوں کے زور پر رکھا کیونکہ انگریز صلیبی جنگوں کو بھولے ہیں نہ بھولنا چاہتے ہیں۔ یہ ہندوستان کی غیر مسلم آبادی جو تعداد میں بڑی کثرت میں تھی، برصغیر پر مسلمانوں کی صدیوں کی بالادستی کے سائے میں کثرت سے رہی۔ انگریزوں کا ان سے یہاں پہلی مرتبہ سابقہ ہوا اور برطانوی سیاست دانوں نے من حیث القوم ہندوؤں سے سرپرستانہ رویہ روا رکھا۔ انگریزوں کی بین الاقوامی مسلم کش سیاست کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے یہ صورت حال نہایت موزوں تھی۔ برصغیر میں مسلمانوں نے انگریزوں سے من حیث القوم کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ مسلمانوں میں لوگوں نے انفرادی طور پر ذاتی مفادات کے لیے انگریزوں سے سمجھوتے کیے۔ ہندوؤں نے من حیث القوم انگریزوں سے سمجھوتے کی روش قبول کی البتہ ان کے درمیان کے چند افراد نے انگریزی اقتدار کے خلاف مزاحمت کی اور جنگِ آزادی میں شامل ہوئے۔ اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ اقوام مغرب خصوصاً انگریز قوم نے مشرق میں، مشرقِ وسطیٰ میں، مشرقِ بعید میں اور افریقی ممالک میں بڑے جابرانہ انداز میں استحصالی حکومت کی ہے۔ ان اقوام مغرب نے ان علاقوں سے بے اندازہ دولت سمیٹی ہے۔ لوٹ مار کی ہے اور انسانی حقوق بڑے ظالمانہ انداز میں پامال کیے ہیں اور کیسی ستم ظریفی ہے کہ آج وہ ہمارے درمیان آ کر ہمیں تلقین کرتے ہیں کہ باہمی امن و سلامتی سے کیسے رہا جائے...... برصغیر میں

نفرتوں کے بیج برطانوی دور میں بوئے گئے۔ ہندوؤں کو یقین دلایا گیا کہ یہ پورا برصغیر کشمیر سے لے کر راس کماری تک ہندوؤں کی ملکیت ہے اور مسلمان یہاں غاصب ہیں اور اب بھی بھارتی حکومت کو پاکستان دشمنی کے رویے کو برطانوی حکومت کی پوری سرپرستی حاصل ہے۔ تاریخی حقائق کے اس پورے پس منظر میں ٹیپو سلطان شہید کے عزم و جرأت کی اہمیت میں کچھ اور اضافہ ہی ہوجاتا ہے۔ قوموں کی زندگی میں نشیب وفراز قانونِ قدرت کا حصہ ہیں اور مسلمانوں کے ملی وجود پر اس نشیب وفراز کے اثرات بہت زیادہ نمایاں ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو دور انسانی تاریخ کا سب سے روشن اور سب سے تابناک دور ہے ہماری ملی تاریخ کا وہی نقطۂ آغاز ہے۔ دورِ رسالت مآبؐ انسانی تاریخ کا سب سے روشن، سب سے تابناک دور ہے۔ الوہی ہدایات کی تکمیل اور ان ہدایات کی بھرپور روشنی میں ایک نظامِ اجتماعی کی معیاری اور مثالی تشکیل...... رسول اکرمؐ کے دورِ سعادت آثار اور اس سے متصل دور یعنی دورِ خلافتِ راشدہ...... سب سے روشن دور ہے، انسانی تاریخ کا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ دورِ تاریخ انسانی میں ماہ وسال کے تسلسل کے حوالے سے ایک خاص مرحلۂ زماں ومکاں کا واقعہ ضرور ہے لیکن وہ تاریخ کا حصہ نہیں بلکہ ساری نسلِ انسانی کے لیے ہدایتِ جاریہ ہے...... انسانی تاریخ میں حقیقی روشنی وہی ہے جس نے پوری انسانیت کو گمراہی اور توہمات کے اندھیروں سے نکلنے کا راستہ دکھایا اور علم وعمل کی راہ روشن کی...... سلطان ٹیپو سمیت پورے برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور تاجِ برطانیہ کے استحصال اور جبر کے خلاف جہاں جہاں بھی مزاحمت ہوئی وہ اسی ایمانی روشنی کی توانائی کا طفیل ہے۔ قرآن پاک کی جس آیت مبارکہ میں شہادت کے انعام کا اعلان ہوا ہے اسی سے متصل آیات میں یہ ارشاد بھی ہوا ہے کہ

''ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور مال ومتاع کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان کیفیات میں جو لوگ صبر سے کام لیں گے اور مصیبت آنے پر کہیں گے کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے انہیں خوشخبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی اور اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راہِ راست پر چلنے والے ہیں۔''

ٹیپو سلطان کی شہادت سے لے کر حصولِ پاکستان کے عزم اور قیامِ پاکستان تک کا دور پورے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے حقیقی طور پر خوف وخطر، فاقہ کشی، جان ومال کے نقصانات اور مال ومتاع کے گھاٹے کا دور ہے۔ اور اس پورے دور میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے وابستگی کی توانائی نے ہمیں ساری آزمائشوں سے سرخرو ہونے کا حوصلہ دیا ہے اور سلطان ٹیپو شہید کے خون کی سرخی دیگر تمام

شہدائے پاکستان کے ساتھ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے طلوعِ سحر کی شفق کی سرخی میں شامل اور نمایاں تھی۔
صبرو آزمائش کا ایک دور ہماری ملّی زندگی میں وہ تھا جو برصغیر میں برطانوی استحصالی دور سے شروع ہوا اس کا انعام قیام پاکستان ہے۔ ہماری آزمائش کا دوسرا دور جس کے بیج خود ہم نے لیاقت علی خاں کی شہادت کے ساتھ بوئے اس کا سلسلہ جاری ہے۔ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہم نے خارجی دشمن کے تسلط سے نجات پائی تھی اب یہ دوسرا مرحلہ خود ہمارے ہی مفادات خواہشات، جذبات اور تعصبات کے تسلط کا عذاب ہے۔ ہم اس عذاب سے گزر رہے ہیں اور اس عذاب کے بھنور سے ہمیں نکلنا ہے۔
آزادی حاصل کرنا دشوار ہے لیکن آزادی حاصل کر کے اسے برقرار رکھنا دشوار تر ہے اور ہم اسی دشوار تر مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ آزادی جب تک حاصل نہ ہو اس وقت تک حق رہتی ہے۔ آزادی حاصل ہو جائے تو سب سے بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے اور بات آزادی کے حصول کی ہو یا آزادی کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی ان میں کارفرمائی ان ہی انسانی قدروں کی توانائی ہوتی ہے جو ٹیپو سلطان جیسی شخصیت کے کردار میں جھلکتی نظر آتی ہیں:

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھو
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی
آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
خام ہے جب تک' تو ہے مٹی کا انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار ہے

انسان کا جسدِ خاکی فنا ہونے کے لیے ہے۔ سرنگا پٹم میں اللہ کے دو بندوں حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی آخری نشانیاں موجود ہیں پاکستان بنا تو تازہ بستیاں آباد کرنے کا عزم رکھنے والوں نے جذبۂ تعمیر کا بھرپور اظہار کیا' مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ہم نے کام بہت کیے ہیں لیکن فکری انتشار کے نتیجے میں ہمارے جذبۂ تعمیر کی برکتیں عام نہیں ہو سکیں۔ تاریخ ساز شخصیات سے اداروں کا، عمارتوں کا اور شاہراہوں کا منسوب کرنا بھی اہمیت رکھتا ہے۔ حیدر علی روڈ، ٹیپو سلطان روڈ اور ''ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی'' یہ سب فرائض کی ادائیگی کی علامتیں ہیں۔ اس طرح فرائض ادا ہوتے رہیں تو معاشرتی زندگی میں آزادی کے شعور کی روشنی خود اپنی راہ بناتی چلی جائے گی۔ پاکستان کا قیام ہمارے لیے اللہ کا بے

پایاں انعام ہے لیکن اس نعمت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے لیے ہمیں فکر و عمل میں جس پاکیزگی کی ضرورت ہے ہم اپنی معاشرتی زندگی میں اسی پاکیزگی کے حصول کے لیے تطہیر کے مرحلوں سے گزر رہے ہیں۔ باطل قوتیں ہمیں مایوس کرنے کا ہر طریقہ آزما رہی ہیں لیکن وہ ایک سب سے بڑی توانائی جس کی چنگاری ہمارے وجود میں موجود ہے یعنی ایمان کی توانائی جس کا تقاضا ہے کہ امید کی شمع روشن رکھو اور یہ شمع انشاءاللہ روشن رہے گی:

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امید مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

شہادت مایوسی کا نہیں عزم کا درس دیتی ہے اور ٹیپو سلطان کا نام اسی عزم کی ایک روشن علامت ہے۔

☆
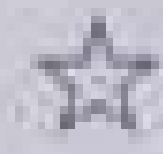
ٹیپو سلطان کی علمی زندگی

ڈاکٹر معین الدین عقیل

ٹیپو سلطان نے اپنے دلیر اور لائق حکمران باپ حیدر علی کی ناگہانی وفات (۱۷۸۲ء) کے بعد عنانِ حکومت سنبھالی تو اپنے سترہ سالہ عہد حکومت (۱۷۸۲۔۱۷۹۹ء) میں زندگی کا کوئی لمحہ اطمینان اور چین سے نہیں گزارا۔ یہ سارا عرصہ یا جنگ کے معرکوں میں گزرا یا جو مہلت ملی اس میں وہ اپنے زیر اقتدار علاقوں میں زراعت کی ترقی، آب رسانی کی سہولتوں میں اضافے، نہروں اور تالابوں اور سڑکوں و پلوں، بندرگاہوں اور نئے شہروں کی تعمیر، چھوٹی بڑی صنعتوں کی ترقی، فوجی و انتظامی اصلاحات اور بیرونِ ملک و پڑوسی حکمرانوں سے سفارتی روابط اور داخلی معاملات پر گفت و شنید جیسے اہم انتظامی و تعمیراتی امور میں الجھا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ میدانِ جنگ کے نقشوں کو مرتب کرتا، لڑائی کی منصوبہ بندی کرتا اور اپنے عمالِ حکومت، فوجی سالاروں اور قلعہ داروں کو ہدایات جاری کرتا۔ اس کی شہادت کے بعد اس کے ذخیرے سے ملنے والے چار ہزار سے زائد خطوط اس کے موضوعات و مندرجات اس کی ایسی کارگزاریوں کا واضح ثبوت ہیں۔ ان امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ وہ علم کا قدردان اور مطالعے کا شوقین بھی تھا۔ اسے جدید معلومات اور سائنسی ایجادات سے دلچسپی رہی اور کوشش کرتا کہ انہیں اپنے لیے حاصل کر لے۔ اگرچہ اس کی اپنی تعلیم واجبی تھی لیکن وہ علم کی اہمیت خوب سمجھتا تھا۔ چنانچہ میدانِ جنگ سے بھی وہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے ہدایات بھیجتا اور خود محاصرہ پر پڑاؤ کیے ہوئے رہتا تب بھی اپنے مطالعے کے لیے دارالحکومت سے کتابیں منگواتا۔ اس کی شہادت کے بعد اس کے ذخیرے سے انگریزوں کو ایک نادر و قیمتی کتب خانہ بھی ہاتھ لگا تھا جس میں تقریباً دو ہزار مخطوطات شامل تھے۔ اس کے زیادہ تر موضوعات کا تعلق اسلام (مذہبیات) تاریخ، شاعری، قانون، ریاضی وغیرہ سے تھا اور یہ فارسی، عربی، اردو یا ہندی زبانوں میں تھیں۔ ان میں متعدد مخطوطات عمدہ تزئین و آرائش، خطاطی اور مصوری کا شاہکار تھے۔ ان میں سے متعدد مخطوطات پر ٹیپو کی مہر ثبت تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کتابیں ٹیپو کے مطالعے سے گزر چکی تھیں۔

ان مخطوطات میں سے کچھ لندن بھیج دیے گئے اور زیادہ تر اگلے سال کلکتہ میں قائم ہونے والے فورٹ ولیم کالج کے کتب خانے میں داخل کر دیے گئے ممکن ہے ان میں وہ کتابیں بھی شامل ہوں جو فتوحات

کے نتیجے میں مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھیں لیکن وہ اپنے اہتمام اور ذوق وشوق سے کتابیں حاصل کرتا رہتا تھا۔ وہ اپنی مطلوبہ کتابوں کی فہرست تیار کر کے انہیں اطراف ملک سے حاصل کرنے کی ہدایات دیتا مثلاً ایک بار اسے علم ہوا کہ یورپ سے آلہ مقیاس الحرارت کے بارے میں ایک کتاب آئی ہوئی ہے تو اس نے ہدایت جاری کی کہ اس کتاب کا فارسی ترجمہ کروا کے اسے بھیجا جائے۔ اسے یہ بھی علم ہوتا کہ اس کے کتب خانے میں کون کون سی کتابیں موجود ہیں چنانچہ وہ مطلوبہ کتابوں کی فہرست تیار کرتا تو ساتھ ہی نشاندہی بھی کرتا کہ اس کے کتب خانے میں اس موضوع پر کون کون سی کتابیں موجود ہیں وہ اپنے کتب خانے میں موجود کتابوں کو بڑے اہتمام اور سلیقے سے منقش اور مطلا جلد بنوا کر رکھتا۔ اس کے کتب خانے کی تنظیم اور کتابوں کی ترتیب کے لیے ایک مہتمم مقرر تھا۔

اس کے کتب خانے میں تقریباً ۴۵ ہزار کتابیں وہ تھیں جو یا تو اس کی ہدایت پر ترجمہ ہوئیں یا اس کی سرپرستی میں یا فرمائش وخواہش پر تصنیف کی گئیں۔ خود ٹیپو سلطان سے ایک مختصر خود نوشت ''تاریخ خدادادی'' منسوب ہے جو ٹیپو نے نظام ومرہٹوں سے اپنی پہلی لڑائی کے عرصے میں لکھی تھی۔ ٹیپو کے مجموعہ مراسلات کے مرتب اور انگریزی مترجم ولیم کرک پیٹرک کے مطابق ٹیپو کی یہ کتاب ٹیپو کے میر منشی زین العابدین شوستری (متوفی ۱۷۹۹ء) کی تصنیف ''سلطان التواریخ'' کی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کرک پیٹرک نے ٹیپو کے خطوط، فرامین اور یادداشتوں وغیرہ کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی تحریر میں بہت روانی تھی اور وہ پر معنی جامع اور دوسروں کی تحریروں سے مختلف ہوتی تھی۔

جو کتابیں ٹیپو کی ہدایت پر تصنیف ہوئیں۔ وہ خود اس کے عہد اور اس کی جدوجہد اور شخصیت کے مطالعے میں سب سے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ زین العابدین شوستری کی تصنیف ''سلطان التواریخ'' خود ٹیپو کے بیان کردہ واقعات پر مبنی تھی۔ یہ دو حصوں پر مشتمل تھی جس کا پہلا حصہ حیدر علی کے دور کا اور دوسرا حصہ ٹیپو کے عہد میں ۱۷۸۹ء تک کے واقعات کا احاطہ کرتا ہے۔ شوستری نے ٹیپو کی ہدایت پر ''مؤید المجاہدین'' بھی ۱۷۸۶ء میں مرتب کیا تھا جو خطبات جمعہ اور بیانات وتشریحات کا مجموعہ ہے۔ ان میں ۱۰۴ خطبات وبیانات شامل ہیں جس میں ٹیپو کا نام بطور بادشاہ شامل کیا گیا تھا اور کفار کے خلاف جہاد کی دعوت وترغیب ان کا بنیادی مقصد تھا۔ اسی نوعیت کی ایک اور کتاب ''فتح المجاہدین'' بھی شوستری نے ٹیپو کی ہدایت پر تحریر کی تھی جو فوجیوں کو دی جانے والی ہدایات' تعلیمات کا مجموعہ تھی اور اس کا مقصد انہیں جدید فنون جنگ' طریق معرکہ آرائی' فوج کی ترتیب اور نظم ونسق وغیرہ کی تعلیم دینا تھا۔ اسے افادۂ عام کے لیے اردو زبان میں لکھوایا گیا۔ اس کتاب کی تصنیف سے ٹیپو کا یہ اقدام اردو میں فنون جنگ سے متعلق اصطلاحات کی ترویج اور اردو کے فروغ کا سبب بنا۔ اسی ضمن میں رسالہ 'پدکھا' کا ذکر بھی کیا جاسکتا ہے جس میں ٹیپو کی افواج کے

پرچم، رسالوں اور دستوں کی نشانات، تمغوں اور عسکری علامات کی تشریح اور تعارف تحریر کیا گیا تھا۔ ''منتخب ضوابطِ سلطانی'' بھی اسی نوعیت کی کتاب تھی۔ ''نسب نامہ راجہ ہائے میسور'' جو حیدر علی کے عہد تک میسور کے حکمرانوں کی فہرست اور ان کے شجروں پر مشتمل تھی اور اس میں ان کے سن پیدائش و وفات کا التزام کیا گیا تھا، یہ کنتری زبان میں تھی، ٹیپو کے حکم پر ۱۷۹۸ء میں فارسی میں منتقل کی گئی۔ اس نسب نامے کے دو ترجمے فارسی میں اسد انور اور غلام حسین نے کیے۔ اصلاح وتعلیمات کے ذیل میں ٹیپو کی فرمائش پر ''احکام النسائی'' اور ''خلاصہ سلطانی'' بھی تصنیف ہوئی تھی جو بیان اعتقادات اور احکام شریعت پر مشتمل تھیں۔ ان کے مصنف قاضی غلام محمد تھے جنہیں ٹیپو سلطان نے عہدۂ قضائیت پر مقرر کیا تھا۔ انہوں نے ''زاد المجاہدین'' بھی تصنیف کی تھی۔ ازدواجی مسائل کے تعلق سے ''رسالہ درفوائد نکاح'' بھی ٹیپو کے حکم پر مرتب ہوئی تھی۔ مذہبیات سے دلچسپی کے ذیل ہی میں محمد شریف کی مرتبہ ''صحیفۃ العراس'' یا تاریخ وفات بزرگان کا شمار بھی کیا جاسکتا ہے جو ٹیپو کی ہدایت پر مرتب ہوئی تھی۔ اس میں ٹیپو کی اختیار کردہ ''محمدی جنتری'' کے مطابق ہر تاریخ کے تحت فوت ہونے والے بزرگان دین کے ناموں کی فہرست تھی۔ مذہبیات کے تعلق سے مذکورہ کتابوں کے علاوہ ''فقہ محمدی'' بھی تھی جو فقہ حنفی کے روزمرہ مسائل کے بیان پر مشتمل تھی۔ یہ ٹیپو کے زیرِ مطالعہ رہتی تھی۔ ٹیپو کی ہدایت پر علی رضا شرف نے ''فخر الشیوخ'' تصنیف کی تھی جس میں عبادات و رسومات پر بنیادی عقائد بیان کیے گئے تھے۔ قرآن وحدیث کے تعلق سے قرآن حکیم کی ایک ''فہرستِ سورہا'' مرتب کی گئی تھی جس میں ان سورتوں کا تعارف اور مقام نزول وغیرہ تحریر کیے گئے تھے اور اسی ذیل میں ''جواہر القرآن'' اور ''رکوعات قرآن'' بھی مرتب کی گئیں جو قرآنی آیات، سورتوں اور ان کی تلاوت کے آداب واصول کی تشریح کی گئی تھی۔ ان کے علاوہ ''رسالہ درحدیث'' ''احادیثِ در بابِ ماکول و مشروب'' بھی ٹیپو کے حکم پر مرتب ہوئیں جن میں کھانے پینے کے آداب بیان کیے گئے تھے۔ احادیث ہی کے ضمن میں ''فقہ محمدی'' کے علاوہ ''فتاوی محمدی'' بھی مرتب ہوئی تھی اگرچہ اصول فقہ پر تھی لیکن اس میں زیادہ تر زور جہاد کے موضوعات پر تھا اور جس میں مال غنیمت اور غیر مسلموں اور قیدیوں وغیرہ سے سلوک جیسے موضوعات شامل تھے۔ ٹیپو کی علمی دلچسپی کے تحت جدید مغربی علم طب کی کچھ کتابیں بھی انگریزی سے فارسی میں ترجمہ ہوئیں۔ ''قانونِ در علم طب'' (جان کوہن سن) ادویہ کے خواص وافعال، آلات دواسازی، نباتی ومعدنی ادویہ کی ترکیب، تیاری اور جوہر کشید کرنے کے بیان پر مشتمل تھی۔ ''مفردات علم طب''، علم الادویہ کے متعلق انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی کتابوں سے ترجمہ کی گئی تھی۔ اس میں نباتات، معدنیات اور حیوانات کا ذکر تھا اور وضاحت کے لیے تصاویر اور انگریزی وفرانسیسی الفاظ کے اردو مترادفات کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ برقی وطبی تجربات پر مبنی

ایک انگریزی رسالے کا ترجمہ بھی کیا گیا تھا ''در بیان امراضِ پیچش'' (ولیم کاک برن) کا ترجمہ بھی ہوا ۔ طریقہ علاج پر ''تحفۂ محمدی'' مرزا محمد نصیر افشار ترک علی نے ۱۷۹۹ء میں مرتب کی اور ٹیپو ہی کے نام معنون کی ۔ اسی مرتب نے ایک ''نسخۂ جراحی'' بھی انگریزی سے ترجمہ کیا۔ مختلف امراض کے علاج کے طریقوں پر ایک اور کتاب ''بحر المنافع'' دیوا بن خواجگی نے مرتب کی تھی۔

ٹیپو کی فلکیات سے بھی دلچسپی تھی اور وہ اس سے متعلق آلات کو جمع کرنے میں دلچسپی لیتا تھا۔ اس ضمن میں اس کی ہدایت پر زین العابدین شوستری نے نظم ونثر کا ایک مجموعہ ''زبرجد'' مرتب کیا تھا جس میں فلکیات سے تعلق رکھنے والے مختلف امور ومسائل پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ ٹیپو کی سائنسی ایجادات اور سائنسی آلات سے دلچسپی تو مسلمہ ہے لیکن ایک چھاپہ خانہ کی تنصیب اور اسے استعمال کرکے اپنے فوجیوں کے لیے ایک ہفت روزہ اردو اخبار کی اشاعت اور تقسیم بھی اس سے منسوب ہے جس میں فوجی خبریں اور فوج سے متعلق احکامات وضوابط وغیرہ درج ہوتے تھے اور یہ محدود تعداد میں شائع اور تقسیم ہوتا تھا۔ اگرچہ چھاپہ خانے کی تاریخ کے اس ابتدائی دور میں اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں' یہ ضرور ہے کہ ٹیپو نے کاغذ سازی کی صنعت کو یقیناً فروغ دیا اور ملک کی ضرورت کے کاغذ کو سرنگا پٹم کے کارخانے میں تیار کروانے کا اہتمام کیا۔ اس کارخانے کے بنے ہوئے کاغذ پر ٹیپو کی مخصوص علامت ''شیر کی ببری'' کا آبی نشان متعدد مخطوطات کے کاغذ پر موجود ہے۔ یہاں بطور مثال ان تصانیف کا ذکر کیا گیا جو ٹیپو کی دلچسپی' خواہش یا حکم کے نتیجے میں قلم بند ہوئیں ۔ ان کتابوں کا ذکر نہیں کیا گیا جو ٹیپو کے عہد میں اس کی شخصیت و جدوجہد پر لکھی گئیں یا ان مصنفین نے تصنیف کیں جن کا تعلق ٹیپو یا اس کے دربار سے رہا۔ ایسی تصانیف میں وہ مدحیہ والمیہ منظومات بھی نہیں جو بطور مدح ٹیپو کی خدمت میں پیش کی گئیں یا ٹیپو کی شہادت کے تاثر میں قریبی عہد میں لکھی گئیں۔ بعد میں بھی ان کی تخلیق کا سلسلہ سعادت یار خاں رنگین سے علامہ اقبال تک پہنچتا ہے۔ جو کتابیں ٹیپو کی خاص ہدایت وفرمائش پر تصنیف ہوئیں۔ ان میں زین العابدین شوستری کی ''فتح المجاہدین'' کو اس کے مقصد وموضوع کے لحاظ سے خاص توجہ اور شہرت بھی حاصل ہوئی ۔ اگرچہ ٹیپو کی خواہش پر اس کی دلچسپی کے موضوعات اور ملکی وانتظامی ضرورتوں کے تحت متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں ان میں ''مفرح القلوب'' نامی کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے خاصی مختلف اور منفرد تھی۔ اسے ٹیپو کے ایک مقرب شاعر میر حسن علی عزت نے تصنیف کیا تھا۔ ٹیپو نے اس کی تصنیف میں کافی دلچسپی لی۔ اس کا موضوع موسیقی ہے اور اس میں موسیقی کے اصول وقواعد، راگوں کی قسمیں اور مثالیں اور ان راگوں پر مبنی غزلیں، رباعیات اور دیگر منظومات شامل ہیں جو فارسی واردو میں ہیں۔ یہ موضوع بظاہر ٹیپو کی دلچسپی وذوق کا نظر نہیں آتا اور اس کے مزاج' مسلک وعقیدے اور اس کی ہمہ وقت کی جنگی معرکہ آرائیوں' انتظامی وسرکاری امور کی انجام دہی میں

ہمہ وقت مصروف رہنے اور پھر احکامِ شرع کی نہ صرف پابندی بلکہ ترویج کی اس کی کوششوں کے پیشِ نظر اصول موسیقی سے لگاؤ اور نغمہ و آہنگ کا دخل اور اس کی زندگی یا اس کی دلچسپیوں میں کچھ بے تعلق سا نظر آتا ہے لیکن میدانِ کارزار اور امورِ مملکت کے خارزار میں تفننِ طبع کے طور پر اس جانب جھکاؤ کچھ غیر فطری بھی نہیں لگتا۔ پھر یہ واقعہ ہے کہ ٹیپو سلطان اور حیدر علی دونوں نے بھرپور مجاہدانہ اور ہمہ تن سپاہیانہ زندگی گزاری لیکن خود کو زندگی کی تگ و تاز اور میدانِ جنگ تک محدود نہیں رکھا، علم دوستی اور علم پروری کا بھی غیر متنازعہ ثبوت دیا اور ان کی علم دوستی اور علم سے راست شغف کی روایت ان کے بعد ان کے خاندان میں ختم نہیں ہوئی جاری رہی۔ ان دونوں کی تعلیم واجبی تھی لیکن ٹیپو نے اپنے بیٹوں کی تعلیم کا خاص خیال رکھا یہاں تک کہ میدان جنگ میں بھی اپنے بیٹوں کی فکر رہتی تھی اور وہاں سے بھی وہ ان کی تعلیم کے بارے میں ہدایات بھیجتا رہتا تھا۔ اس کے ایک فرزند غلام محمد نے انگریزی زبان میں اس قدر استعداد حاصل کر لی تھی کہ اپنے باپ کے عہد سے متعلق تاریخوں کے انگریزی تراجم پر نظر ثانی کا کام کیا اور خود ایک کتاب "Extracts from captain colin mackenzie,s work regardin the dominions of the late tippo sultan" تصنیف کی جبکہ حیدر علی اور ٹیپو کی معرکہ آرائیوں پر اس کی ضخیم تصنیف ۱۸۴۸ء میں کلکتہ سے ''کارنامۂ حیدری'' کے عنوان سے فارسی میں شائع ہو چکی ہیں۔ شغف علمی و علم پروری کی یہ وہ مختصر سرگزشت ہے جو ٹیپو سلطان سے تعلق رکھتی ہے۔ بظاہر ٹیپو کی شخصیت کا یہ پہلو بالخصوص انگریزوں سے اس کی معرکہ آرائیوں یا میدان کارزار کے اس کے کارناموں کے پس پشت رہا ہے اور ابھی تک اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ منظرِ عام نہیں آسکا ہے اور واقعتاً ابھی مزید تحقیق و جستجو کا متقاضی ہے اور اسی مناسبت سے ہماری علمی تاریخ میں اپنی حقیقی جگہ پانے کا حق بھی رکھتا ہے۔

ٹیپو کی شخصیت اس کے مجاہدانہ کارناموں اور اس کی انتظامی و حکمرانی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ ابھی تک ٹیپو کی حقیقی عظمت کا صحیح طور پر اعتراف نہیں کیا جا سکا ہے۔ تاریخ میں بہت کم شخصیات اتنی ہمہ گیر اور ہمہ صفت خوبیوں کی حامل ہوتی ہیں اور اس لحاظ سے ٹیپو ایک ایسی مثال ہے جو اس کی اپنی زندگی میں بلکہ اس کے بعد اب تک بھی خود اپنی سرزمین (جنوبی ایشیا، برعظیم پاک و ہند) میں سوائے چند ایک اکابر ادب و شعر مثلاً سعادت یار خان رنگین اور علامہ اقبال سے قطع نظر وہ کشش اور سحر پیدا نہ کر سکی جو اس کی زندگی میں انگلستان و یورپ میں اسے حاصل ہوئی اور وہ بعد میں قریب قریب ایک صدی تک بالخصوص انگریزی ادب کے مصنفین اور ڈرامہ نویسوں نے بطورِ موضوع اسے اپنی تخلیقات میں جگہ دی۔ مثلاً خود ٹیپو کی زندگی ہی میں یورپی افواج کے سپاہی اور برطانیہ کے سیاست دان بھی ٹیپو کی جدوجہد اس کی دوررسی اور تدبر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ۴ مئی ٹیپو کی شہادت اور سقوطِ سرنگا پٹم کی رات کو انگریزی

فوجی افسر اور سپاہیوں نے ٹیپو کے اسلحہ خانے اور ذاتی ذخیرے کو جس بری طرح لوٹا وہ خود ان کے لیے اتنا قیمتی اور گراں مایہ تھا کہ اس کی وہ توقع نہ کرتے تھے۔ مختلف ہاتھوں اور مختلف ذرائع سے وہ کئی سالوں تک انگلستان پہنچتا رہا محض ان اشیا کی فہرست جو عوامی لوٹ مار سے قطع نظر سرکاری سطح پر جمع کر کے لندن بھیجی گئیں۔ جہازی ناپ کی سات ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی جبکہ مزید دو جلدیں نقشوں کی تھیں اور جو دستاویزات ملیں ان میں ٹیپو سلطان کے لکھے ہوئے چار ہزار خطوط کا بستہ بھی تھا جو اس نے ہندوستانی اور غیر ملکی حکمرانوں اور اپنے عمالِ سلطنت کو روانہ کیے تھے۔ ان نوادر نے انگلستان کے عجائب گھروں' شاہی محلوں اور امراء کے دیوان خانوں، فوجی کلبوں اور فوجی افسروں کے گھروں میں سج سجا کر وہ دلکشی اور جاذبیت پیدا کی کہ آج تک ''برٹش میوزیم'' ٹاور آف لندن کے عجائب گھر، ونڈسر کے شاہی محل اور وکٹوریہ البرٹ عجائب گھر کے تماشائیوں کا جمگھٹا تادیر ان کے سامنے سے نہیں ہٹتا مثلاً ''شیر اور فرنگی'' کے ایک چوبی پتلے کو جس پر ٹیپو کی علامت ہے اور جو لندن کے ''وکٹوریہ البرٹ میوزیم'' میں ہے اس میوزیم کے قیام ۱۸۵۲ء سے اب تک سب سے زیادہ کشش کا باعث بنا ہوا ہے۔ خود راقم نے گزشتہ دس بارہ سالوں میں بارہا اس میوزیم کی سیاحت کی اور ہر بار دیکھا کہ تماشائی اور سیاح جتنا اس پتلے کو ذوق وشوق سے دیکھتے ہیں' اتنا کسی اور شے کو نہیں۔ قارئین اس چوبی پتلے کے بارے میں تفصیلات آر۔ آلٹک نامی مصنف کی ایک کتاب The Shows of London میں دیکھ سکتے ہیں جو کیمبرج سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس مصنف کے مطابق لندن کے عجائب گھروں کی تاریخ میں کسی واحد شے کو اس سے زیادہ کشش کبھی حاصل نہ ہوئی۔

ٹیپو کی زندگی ہی میں ٹیپو کی شہرت انگلستان و یورپ میں پھیل چکی تھی۔ اس کی بہادری و دلیری نے مختلف احساسات وتاثرات کے ساتھ عوام وخواص سب کو متاثر کیا اور اس کی شخصیت اور اس کی ذات سے پیدا ہونے والا سحر برسہا برس تک انگریزوں پر طاری رہا۔ اس کی بہادری' جواں مردی کی داستانوں کے باوصف عوام میں اس کی شخصیت وکردار کے تعلق سے محیر العقول قصے اور افسانے گردش کرنے لگے۔ مثلاً ایک معروف ہندو راجہ رام موہن رائے ۱۹۳۰ء میں لندن گئے جب وہ اپنے ہندوستانی لباس میں لندن کی گلیوں سے گزرنے لگے تو چھوٹے بچے انہیں دیکھ کر ''ٹیپو' ٹیپو'' پکارتے' اس طرح جیسے وہ ٹیپو سے واقف ہوں۔ اس کی ایک نوعیت اس خوف کی تھی جو خصوصاً انگریزوں کے ذہن پر مسلط رہا۔ مائیں بچوں کو ڈرانے دھمکانے کے لیے اس کے نام کا سہارا لیتیں لیکن دوسری جانب نظمیں اور ڈرامے بھی تخلیق ہوئے اور اس کا کردار تصوراتی رومان پسندی کی ایک علامت بن گیا اور ایک ایسا کردار جسے منفی ہیرو کے طور پر بھی پیش کیا گیا۔ اس طور پر وہ ایک 'عالمی شخصیت' بن گیا تھا' جو ایک طرف اعزازی طور پر 'فرانس کا اعلیٰ بادشاہ' کہلایا اور دوسری طرف ولٹائر کے ایک کردار Tiposaib کی صورت پائی۔ یہ نادر کتابچہ برٹش میوزیم لندن کے

اردو ادب کے ذخیرے میں بہ ذیل شمار (8)60008 موجود ہے۔ برطانیہ میں ٹیپو کے بارے میں افسانوں و کہانیوں کی تخلیق کا سلسلہ ٹیپو کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ ڈرامے متعدد تھیٹروں میں اسٹیج پر پیش بھی ہونے لگے۔ ایسے ڈراموں میں غالباً اولین اسٹیج ڈراما Tipo Saib لندن کے Convent Garden نامی تھیٹر میں ۱۷۹۱ء میں پیش کیا گیا تھا۔ جب کہ ابھی میسور کی جنگ ہی کی اطلاعات انگلستان پہنچی تھیں۔ پھر اگلے برس Astley تھیٹر میں Tippo sultan ۹ اپریل کو پیش کیا گیا اور پھر یہ سلسلہ دراز ہو گیا اور اواخر انیسویں صدی تک متعدد ڈرامے تخلیق ہوئے اور اسٹیج پر پیش کیے گئے۔ اس عہد کے استعماری ادب پر حال کے چند برسوں میں جو عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں ایسے ڈراموں اور تخلیقات کا تفصیلی ذکر یا کم از کم اندراج ملتا ہے بلکہ اس ضمن میں ایک مصنف کے مطابق ٹیپو کی شخصی جدوجہد پر یورپی ادب میں جو افسانوی و ادبی تخلیقات منظر عام پر آئی ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک کام ہی اہم ترین کام کے مصداق ہے

ٹیپو جنگ کے آخری میدان میں تو انگریزوں سے مقابلہ نہ کر سکا کہ یہ جنگ بہادری اور عزم و حوصلے کی بجائے سازشوں اور مکاریوں کی جنگ ثابت ہوئی لیکن میدان اس نے جیت لیا۔ اسے سر والٹر اسکاٹ اور ٹیلر جیسے نامور اور انگریز تخلیق کار مصنف بھی مل گئے جنہوں نے ٹیپو کی شہرت وعظمت کو اپنے کثیر قارئین اور عوام سے بڑھ کر تاریخ ادب تک پہنچا دیا۔

☆

عظیم شہید ٹیپو سلطان

ابراہیم جلیس

آج میں کراچی سے سینکڑوں میل دور ہندوستان کے جنوب میں آباد شہر سرنگا پٹم کی آغوش میں پھولوں سے مہکتی قبر کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ قبر پاکستان اور ہندوستان کے ایوانِ آزادی کا پہلا پتھر یا سنگِ بنیاد ہے۔

یہ قبر ارضِ ہمالہ کے ۷۲ کروڑ باشندوں کے اوّلین محسنِ اعظم کی آخری آرام گاہ ہے۔

وہ محسنِ اعظم ہے سلطان فتح علی خان ٹیپو شہید۔

وہ عظیم محسن جس نے آج سے ٹھیک ۵ ۷ سال پہلے ارضِ ہمالہ کے باشندوں کی آزادی کو اپنے لہو سے حیاتِ جاوداں کا پہلا جام پلایا تھا۔

جب کبھی میں تصور کی آنکھوں سے شیر دل شہید ٹیپو کی گل پیرہن قبر کو دیکھتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ ہر ایک سے کہوں۔ ''ٹیپو کی طرح جیو...... ٹیپو کی طرح امر ہو جاؤ۔''

جینے کے ساتھ مرنا وابستہ ہے چنانچہ مجھے کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ ٹیپو کی طرح جیو اور ٹیپو کی طرح مرو۔

لیکن ٹیپو مرا ہی نہیں تو میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ ٹیپو کی طرح مرو۔ حق کا سپاہی پیدا ہوتا ہے لیکن مرتا کبھی نہیں۔ البتہ اس کے دنیا سے چلے جانے کو مرنے کے بجائے امر ہو جانا کہا جاتا ہے۔ ٹیپو نے کہا تھا:

''گیدڑ کی طرح سو سال تک جینے سے شیر کی طرح ایک دن جینا بہتر ہے۔''

لیکن ٹیپو کو کیا پتہ کہ ''شیر'' کی طرح ایک دن جینے کے بجائے وہ شہید کی ابدل آباد تک کے لیے جی رہا ہے۔

اس دنیا میں حق کے لیے سرفروش ٹیپو سے بھی بہت بڑی بڑی شخصیتیں گزری ہیں لیکن میں ارضِ ہمالہ کے سرفروشوں میں سب سے بلند درجہ ٹیپو کو دیتا ہوں اس لیے کہ ہندوستان پر غیر ملکی غلامی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں آزادی کی جو پہلی بجلی کوندی وہ ٹیپو ہی کی لپکتی چمکتی شمشیر برہنہ تھی۔

ارضِ ہمالیہ پر سے انگریز کی غلامی کے اندھیرے کو بھگانے کے لیے اور آزادی کے پہلے چراغ کو جلانے کے لیے سب سے پہلے جس نے اپنے لہو کا تیل دیا وہ جیالا ٹیپو ہی تھا۔

غلامی کے اندھیرے میں ٹیپو کے لہو سے آزادی کا پہلا چراغ جلا تھا یہ چراغ گو کہ بہت مدھم سہی لیکن چراغ سے چراغ جلتے ہیں اور سرنگا پٹم کی جنگِ آزادی سے لے کر ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادئ پاکستان تک لہو کے جلے چراغ پھر اتنے جلے اتنے جلے کہ بالآخر ''آزادی کا چراغاں'' ہوگیا۔

یہ لاکھوں آفتابوں اور کروڑوں ماہتابوں کے اجالے سے بھی زیادہ روشن اور زیادہ جگ مگ اجالا اب سے ایک سو پچھتر سال پہلے ٹیپو ہی کی مختصر زندگی کے ننھے چراغ ہی سے پھوٹا تھا۔

ٹیپو نے قسم کھائی تھی:

''جب تک میں انگریزوں کو اپنے ملک سے نکال نہ دوں نہ تو پلنگ پر سوؤں گا اور نہ قیمتی لباس پہنوں گا۔''

مرد ٹیپو نے اپنا عہد پورا کر دکھایا۔

اس کی زندگی تو انگریزوں کو ہندوستان سے نہ نکال سکی لیکن ٹیپو نے اپنا قول نبھایا اس نے قیمتی لباس نہیں پہنا اس نے کفن پہنا۔ وہ زمین پر سوتا رہا حتیٰ کہ زمیں میں سوگیا لیکن اس کی موت نے ضرور انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کیا۔

مرد ٹیپو اگر نہ مرتا تو ہندوستان کبھی زندہ نہ ہوتا۔

ٹیپو نے ارضِ ہمالہ کے غلاموں کو آزاد زندہ رہنے کے لیے مرنا سکھا دیا۔

ٹیپو کی زندگی تو بہت چھوٹی تھی لیکن اس کی موت بہت بڑی تھی۔

ٹیپو کی زندگی کیا تھی...... ریاستِ میسور کے والی حیدر علی کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس نے ایک برگزیدہ بزرگ ٹیپو مستان ولی کے آستانہ عالیہ پر اولاد کی منت مانگی جو قبول ہوگئی اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ کو ارضِ ہمالہ کی غلامی کا دشمن آفتاب فتح علی خان کے نام سے دنیا میں آیا اور ''ٹیپو'' کے لقب سے مشہور اور تلواروں کی جھنکار اور توپوں کی گھن گرج میں بچے سے جوان ہوا۔

اپنے باپ کے انتقال پر ۲۰ محرم ۱۱۹۷ھ کو تخت نشیں ہوا۔ ٹیپو بھی ایک بادشاہ تھا۔ اس زمانے میں بادشاہ مطلق العنان ہوتے تھے۔ عوامی حکومت اور جمہوریت کسے کہتے ہیں کوئی نہیں جانتا تھا لیکن ٹیپو اس زمانے کے لحاظ سے ''عجیب بادشاہ'' تھا کیوں کہ اس نے اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد اپنی رعایا کو اس طرح مخاطب کیا:

''میں عام لوگوں کی طرح ایک عام انسان ہوں۔ مجھ میں اور ایک شہری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میں اور میری حکومت ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ میرے لیے بھی فنا ہے اور میری حکومت کے لیے بھی۔ میں اپنی زندگی کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس پر بھروسہ کرسکوں پھر بھی میرا فرض ہے کہ وطن کی آزادی

کے لیے لڑتا رہوں اور اسی دھن میں اپنی جان دے دوں۔ میرے ارادے بلند اور پختہ ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت انہیں کم نہیں کر سکتی۔ اگر میں وطن کی آزادی کے لیے لڑتا ہوا مارا بھی جاؤں تو اس کی پروا نہیں کروں گا۔ انسان آزادی کی جنگ کرتا ہوا مر سکتا ہے۔ اس کا خلوص اور وطن کی محبت کا جذبہ کبھی نہیں مر سکتا۔''

ٹیپو کو انگریزوں نے شہید نہیں کیا بلکہ اس کی آستین ہی کے سانپوں بدر الزماں نائطہ' قمر الدین 'پورنیا اور میر صادق نے اسے ڈس لیا۔ ارضِ ہمالہ کے حریت پسندوں کے دشمن انگریز اتنے نہیں تھے جتنے کہ ارضِ ہمالہ کے بعض نمک حرام ناخلف بیٹے۔

ہندوستان کی تاریخ میں غیر ملکی غلامی کے دروازے جب بھی کھلے ہیں ارضِ ہمالہ کے بعض نمک حرام اخلاف ہی کے ہاتھوں کھلے ہیں یعنی:

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگِ ملتِ ننگ دیں ننگِ وطن

اب میں کراچی سے سینکڑوں میل دور تصور کی نظروں سے جنوبی ہندوستان کی اس سرزمین کو چوم رہا ہوں:

شکوہ کیقبادی سطوتِ جم و فن ہے جس میں
وطن کی خاک کا فرزندِ اعظم دفن ہے جس میں

(یہ مضمون ۱۹۷۵ء کے لگ بھگ تحریر کیا گیا تھا۔ خاور)

بیادِ ٹیپو

مشتاق احمد بھٹی

نوجواں مسلم ذرا تاریخ کے اوراق دیکھ
گل کھلاتی ہے عجب کیا گردشِ آفاق دیکھ
دیکھ کیوں نذرِ خزاں تیرا گلستاں ہوگیا
کس طرح شیرازۂ ملّت پریشاں ہوگیا
روحِ ٹیپو کر رہی ہے اس جواں کا انتظار
عظمتِ اسلام کو جو کردے جہاں پر آشکار
مدتوں سے لگ رہی ہے اس زمیں پر ٹکٹکی
نہ ڈرتی ہے اس سیہ خانہ میں شمعِ زندگی
ان تلک تازہ ہیں اس کے زخم ہائے خونچکاں
کہہ رہے ہیں کوششِ ناکام کی اک داستاں
وہ شہیدِ حریت ہم فطرتِ سیماب ہے
کشورِ ہندوستان کے واسطے بے تاب ہے
اب بھی گر اس کارواں کی راہ سے اٹھے غبار
میرا ایماں ہے کہ آجائے وہ مردِ شہسوار
ہے کوئی جو پھونک دے ملّت میں پھر روحِ شباب
اور اس اضطرابِ مستقل سے دے نجات

عظیم شہیدِ آزادی

محمد احمد سبزواری

اپنے رہنما بزرگوں، آزادی کے متوالوں اور راہِ حق میں شہید ہونے والوں کو یاد رکھنا ہی عظمت کی نشانی ہے۔ زندہ قومیں اپنے محسنوں کو کبھی نہیں بھولتیں۔ میں ''ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی'' کے بانی اور جنرل سیکریٹری جناب سید محمود خاور کا ممنون ہوں کہ مجھے انہوں نے ایک عظیم شہیدِ آزادی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے اور مضمون لکھنے کی سعادت کا موقع دیا۔ میں ریسرچ کا طالب علم ہوں۔ وزراتِ اکنامک افیئرز میں ریسرچ افسر کی حیثیت سے پاکستان میں ملازمت کا آغاز کیا۔ آٹھ سال اکیڈمی آف رول ڈیولپمنٹ میں R.S رہا۔ کراچی یونیورسٹی اور ایڈوانسڈ اسٹڈیز کالج لاہور میں ریسرچ کا کام کیا لہٰذا ریسرچ میری گھٹی میں پڑ گئی ہے۔

جب مجھے محمود خاور صاحب کی دعوت ملی تو سب سے پہلے میں نے حسبِ عادت ٹیپو سلطان کے متعلق معلومات حاصل کرنا شروع کیں' ٹیپو سلطان ایک جہاد پسند تھا جس کو خود اپنوں کی غداری سے شکست ہوئی اس میں مرہٹے، نظام دکن اور انگریزوں کے ساتھ خود اس کے ساتھی میر صادق، پورنیا، غلام علی لنگڑا جیسے غدار لوگ شامل تھے سب کو غداریوں کا صلہ ملا اور کچھ اسی وقت مارے گئے۔ مرہٹے پیشوا کی حکومت دو سال کے اندر ختم ہوگئی۔ حکومتِ نظام بھی عملاً غیر مختار تھی پھر ڈیڑھ سو سال بعد ان ہی آقاؤں کے اشارے پر ختم ہوگئی جن کا انہوں نے ساتھ دیا تھا۔ ٹیپو سلطان بڑا دور اندیش حکمران تھا مثلاً اس نے خلیفۃ المسلمین و دیگر مسلمان حکمرانوں اور نپولین کو خطوط لکھے۔

ٹیپو کے کارناموں میں اس کی درج ذیل کاوشیں بہت نمایاں ہیں:

۱۔ جاگیرداری کا خاتمہ ۲۔ تمام فاضل زمین کی کسانوں میں تقسیم ۳۔ زراعت اور مویشی پروری ۴۔ دیسی صنعتوں کو فروغ اور دیسی چیزوں کا استعمال، ۵۔ امتناعِ شراب ۶۔ بیگار کا خاتمہ ۷۔ دفاعی آلات کی تیاری ۸۔ بحری بیڑے کی تیاری مالدیپ میں بحری اڈے کے قیام کی کوشش ۹۔ کیبنٹ کا قیام ۱۰۔ اردو کا عملی نفاذ ۱۱۔ فوج کی جدید خطوط پر تنظیم

ٹیپو نے ایک عظیم کتب خانہ بھی قائم کیا جس میں سینکڑوں کتابیں تھیں کئی ہزار نایاب قلمی نسخے تھے۔ غیر ملکی زبانوں کی اہم کتابوں کا ترجمہ کروایا۔ اردو میں قومی اخبار جاری کیا۔ ٹیپو وہ پہلے مسلم حکمران تھے جنہوں

نے اردو زبان کو امورِ مملکت میں داخل کرنے کی ابتدا کی تھی اور فوجی اصلاحات تبدیل کیں مثلاً قشون (ٹکڑی) جوق دار (صوبیدار) جمعدار (حوالدار) سپہ دار (سردار ٹکڑی) دفعہ دار ((نائیک) یزک دار (سپاہی) منشور (وردی) وغیرہ۔ انگریزوں نے ٹیپو پر جابر اور ظالم حکمران ہونے کا الزام لگایا اور کہا کہ وہ غیر مسلم رعایا پر ظلم کرتے تھے مگر حالات و واقعات اور ٹیپو کے عوامی اقدامات اس کی بھرپور نفی کرتے ہیں۔

سکندرہ میں اکبر اعظم کا مقبرہ میں نے بھی دیکھا جو سیکولر بادشاہ کہلاتا تھا اور اس حد تک گیا کہ دین الٰہی بنا ڈالا مگر آج اس کے مقبرے پر سیاحوں کے سوا کوئی نہیں جھانکتا جبکہ ٹیپو کے مزار پر مسلمانوں سے زیادہ ہندو کثیر تعداد میں آتے ہیں، عقیدت سے پھول چڑھاتے ہیں اور اپنے بچوں کو سجدہ کراتے ہیں۔ زندہ قومیں اپنے رہنماؤں کی یاد مناتی ہیں۔ ان کے مشن اور پیغام کو نسل در نسل پہنچاتی ہیں اور میرے نزدیک وہ تمام افراد جو اس مشن میں لگے ہوئے ہیں قابلِ مبارکباد ہیں۔

آن شہیدانِ محبت را امام
آبروئے ہند وچین و روم و شام
نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاکِ قبرش از من و تُو زندہ تر
از نگاہِ خواجہ بدر و حنین
فقرِ سلطاں ، وارثِ جذبِ حسینؓ

☆
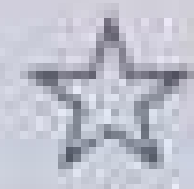
ٹیپو سلطان کل اور آج

ڈاکٹر عفان سلجوق

۴؍مئی کا دن ہماری قومی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ اب سے دو سو سال قبل آج ہی کے دن والیٔ میسور ٹیپو سلطان نے انگریز سامراج کے خلاف لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ ٹیپو کو جن بیرونی خطرات اور اندرونی سازشوں کا سامنا ہوا آج من حیث القوم ہم انہی خطرات اور چیلنجوں سے دوچار ہیں، وقت گزرنے کے ساتھ اور مرورِ ایام کے ہاتھوں واقعاتی تناظر جنوبی ہند سے وادیٔ سندھ کے وسیع و عریض علاقے کی جانب منتقل ہو گیا ہے۔ اس وقت ٹیپو سلطان کا مقابلہ انگریزوں سے تھا اس کے فرانسیسی حلیفوں نے اسے دھوکا دیا تھا رہی سہی کسر اپنوں نے پوری کر دی تھی کچھ یہی حال آج ہمارا ہے ہندوؤں سے ہم برسرِ پیکار ہیں جن کو مغربی طاقتوں کی آشیرباد حاصل ہے، ہم جن کے حلیف بنے وہ ہرجائی بن گئے بدترین دشمن سے زیادہ اپنوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ ملک دولخت ہونے سے لے کر قومی دولت کو لوٹنے اور اس مملکت خداداد کو ہر طرح بدنام کرنے کے ہر تکلیف دہ قومی سانحے کے پیچھے اپنوں ہی کے چہرے نظر آتے ہیں۔ ٹیپو سلطان نے اپنی ریاست کے دفاع اور برصغیر سے انگریزوں کے قدم اکھاڑنے کے لیے کبھی کابل کا دروازہ کھٹکھٹایا تو کبھی استنبول میں عثمانی خلیفہ سے مدد کا طالب ہوا۔ نپولین سے بھی سلسلۂ جنبانی کی گئی۔ ہم بھی یہی کچھ کر رہے ہیں کبھی بیجنگ تو کبھی واشنگٹن، ماسکو والے ہمیں کچھ زیادہ نہیں بھاتے ویسے عجیب اتفاق ہے کہ پاک بھارت تعلقات میں جو یکہ و تنہا امن سمجھوتا ہوا تھا وہ ماسکو ہی کی کوششوں سے تاشقند میں منعقد ہوا تھا۔ واشنگٹن والوں نے بھی کارگل کے بحران کے دوران بیچ میں پڑ کر ایک بڑی جنگ رکوا دی۔

تاریخی حیثیت بڑی عجیب چیز ہوتی ہے برصغیر دو سو سال قبل ٹیپو کے عہد میں بھی بڑی طاقتوں کی حریفانہ چشمک اور باہمی آویزش کا میدان بنا ہوا تھا۔ آج بھی اس خطے کے لیل و نہار وہی ہیں۔ بساط پرانی ہے مگر کھلاڑی نئے آ گئے ہیں۔ بھارت اور روس کے مابین طے پانے والے حالیہ دفاعی اور فوجی معاہدے نے برصغیر میں بیرونی دلچسپی کے ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ معاہدہ ایسے وقت ہوا کہ صدر کلنٹن کے دورے کی گردِ راہ ابھی تک یہاں کے سیاسی مطلع پر چھائی ہوئی ہے۔ ٹیپو سلطان نے جس طرح میسور کو بچانے کے لیے بیرونی ممالک سے رابطے کیے اسے ہم رقصِ بسمل سے تعبیر کر سکتے ہیں، خوارزم کے

مسلمانوں نے چنگیز خاں کے خلاف مدد کے لیے ہر جگہ اپنے قاصد بھیجے مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی پھر جب بغداد کی باری آئی تو عباسی خلیفہ نے اسلامی اخوت کے نام پر ہلاکو کے خلاف عالم اسلام کو متحد کرنا چاہا مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ غرناطہ کا آخری والی ابوعبداللہ آخری وقت تک ترک بحری بیڑے کا منتظر رہا اسے اس بات کا پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ اصل غرناطہ کی امداد کے لیے آنے والے ترک بحریہ کو عیسائیوں نے ڈبو دیا ہے ایسے ہی حرماں زدگی اور یاس کے تجربے سے ہمیں بھی گزرنا پڑا تھا جبکہ مشرقی پاکستان کو بچانے کے لیے ہم ساتویں امریکی بحری بیڑے کے منتظر تھے جو آبنائے ملاکا کو عبور نہ کر سکا۔ ٹیپو نے بھی انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی خود اس کی فوج میں بہت سے فرانسیسی فوجی افسر شامل تھے۔ پانڈیچری میں ان کی مضبوط فوجی چھاؤنی قائم تھی۔ نپولین بونا پارٹ کی ۱۷۹۷ء میں شام اور مصر کی مہمات سے مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں انگریزوں کے تجارتی مفادات کو شدید خطرات لاحق ہو گئے تھے۔ ان حالات میں ٹیپو کے اہلِ فرانس سے رابطے انگریزوں کی سرنگا پٹم کے خلاف آخری اور حتمی کاروائی کا باعث بنے۔ منہ بولے دوستوں کی دوستی پر بھروسہ کرنا ٹیپو کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔ یہ ہمارا بھی درد مشترک ثابت ہوا۔ میسور پر قبضہ کے لیے انگریزوں نے ۳۳ سال انتظار کیا اور ریاست کے خلاف ۱۷۶۷ء میں ۱۷۸۰ء اور پھر ۱۷۹۰ء میں تین جنگیں لڑیں اور آخری معرکہ مئی ۱۷۹۹ء میں ہوا جبکہ ہم بھی ہندوستان کے ساتھ ۱۹۴۸ء میں ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں تین جنگیں لڑ چکے ہیں اس کے علاوہ محدود جنگیں رن آف کچھ میں سیاچن پر اور کارگل کے برف پوش پہاڑوں پر ہو چکی ہیں لیکن یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ٹیپو کی طاقت ان مسلسل جنگوں سے کمزور ہوتی چلی گئی جبکہ ان تمام معرکوں کے باوجود آج ہم ایک ایٹمی طاقت بن چکے ہیں۔ علاقے میں ہماری دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے بعد اقوام عالم میں ہمیں جو عزت و وقار ملا ہے پاکستان میں رہ کر اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ زور بازو پر بھروسہ اور جرأت و بے باکی کا سبق پڑھتے وقت ٹیپو سلطان کی زندگی اس کے کارنامے اور اس کی افسانوی شخصیت ہمیں یہی پیغام دیتی ہے:

جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

عالمی سیاسی بساط اور سلطان ٹیپو

پروفیسر نگار سجاد ظہیر

سلطان ٹیپو داستانِ حریت کا ایسا روشن باب ہے جس پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ پڑھا گیا اور یہ اس کا حق بھی تھا کہ جو قومیں اپنے ماضی اور اپنے محسنوں کو بھلا دیتی ہیں ان کا حال غیر محفوظ اور مستقبل مشکوک ہوجاتا ہے۔

اس مضمون میں عالمی سیاست کے تناظر میں ٹیپو کی خارجہ حکمتِ عملی کی کامیابی یا ناکامیوں کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گی اس کے لیے آپ کو میرے ساتھ کچھ پیچھے جانا پڑے گا ذرا اورنگ زیب عالمگیر کے عہدِ حکومت کو تصور میں لائیے۔ وہ ایک وسیع وعریض سلطنت تھی جس کی حدود شمال میں کوہ قراقرم اور دریائے Oxus سے جنوب میں دریائے کاویری تک اور مغرب میں ایران اور مشرق میں برما تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت دنیا کے نقشے پر دوسری اور کوئی اتنی وسیع وعریض اور خوشحال ترین ریاست نہیں تھی لیکن اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد اس وسیع وعریض ریاست کا شیرازہ بکھرنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ غیر ملکی طاقتیں ہندوستان کی اس کمزوری کو عقابی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ ہندوستان میں یورپی اقوام پندرہویں صدی کی اواخر میں بسلسلہ تجارت آئیں۔ ان میں پرتگیزی، ولندیزی (Nether land) انگریز اور فرانسیسی شامل تھے۔ پرتگیزی، ولندیزی بے تدبیری کے سبب جلد یہاں سے نکل گئے۔ ولندیزی بھی کوئی حیثیت حاصل نہ کرسکے البتہ ہندوستان پر غلبے کے لیے انگریزوں اور فرانسیسیوں میں ایک عرصے تک کشمکش جاری رہی جس میں بالآخر انگریز غالب آئے۔ عالمی سطح پر اٹھارویں صدی استعماریت (Imperialism) کی صدی تھی اس وقت کی چند بڑی طاقتیں مثلاً فرانس، برطانیہ اور اٹلی استعماریت کے اس کھیل میں آگے آگے تھیں۔ چھوٹے ممالک کو اپنے زیرِ تسلط لانا ان کے معاشی وسائل سے فائدہ اٹھانا اور اپنے خام مال کے لیے منڈیاں تلاش کرنا ان بڑے ممالک کی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں کبھی تو فرانس اور برطانیہ ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن جاتے کبھی وقتی طور پر حلیف بن جاتے، یہ انہی کی سیاست تھی کہ ٹیپو سلطان اپنی خارجہ حکمتِ عملی میں زیادہ کامیاب نہ رہا۔

ٹیپو سلطان کو ہم ایک الگ تھلگ شخصیت کے طور پر اس کی مملکتِ خداداد کو ایک جداگانہ واقعہ کے طور پر نہیں دیکھ سکتے بلکہ مشرق اور مغرب کے سیاسی حالات ان معاملات میں اہم کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ انقلاب فرانس میں آئے یا امریکہ میں اس کے نتائج برصغیر کی سیاسی فضا پر واضح طور پر نظر آتے ہیں لہٰذا سرنگا پٹنم کا سقوط اور مملکت خداداد کے حصے بخرے کوئی الگ تھلک اور جداگانہ واقعہ نہیں تھا بلکہ اس کا تسلسل عالمی سیاست سے گندھا ہوا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت میں کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگے اور مرکزی حکومت کی کمزوری کو محسوس کرتے ہی شورش پسند عناصر کو ابھرنے کا موقع مل گیا، ان میں سکھ اور مرہٹے زیادہ طاقت ور ثابت ہوئے۔ سکھوں نے پنجاب اور سرحد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور مرہٹوں نے مہاراشٹرا سے نکل کر شمال میں پنجاب اور مشرق میں بنگال تک میں لوٹ مچا دی۔ پوری اٹھارویں صدی میں ہندوستان کی صورتِ حال یہ رہی کہ کمزور مغل بادشاہوں کا اقتدار سمٹنے لگا اور خود مختار صوبے داروں کا اقتدار بڑھنے لگا۔ بنگال سندھ اور دکن میں خود مختار ریاستیں قائم ہونے لگیں۔ انگریزوں کو بھی موقع ملا کہ وہ اپنے استعماری منصوبوں کو بروئے کار لا سکیں' انگریزوں کے اس بڑھتے ہوئے اقتدار کو چند ریاستی حکمرانوں نے روکنے کی کوشش کی۔ شمال میں نجیب الدولہ اور حافظ رحمت خان جنوب میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان اور مشرق میں علی وردی خاں اور سراج الدولہ نے آہنی ہاتھوں سے اس فرنگی طوفان کو روکنے کی کوشش کی۔ ۱۷۵۷ء میں بنگال میں پلاسی کی فیصلہ کن جنگ میں میر جعفر کی غداری کی وجہ سے نواب سراج الدولہ کو شکست ہوئی اور بنگال پر انگریزوں کا قبضہ مستحکم ہو گیا۔ ان کا اگلا شکار ریاستِ میسور ہو سکتی تھی ۔ میسور میں حیدر علی نے شدید جدوجہد اور مسلسل جنگوں کے بعد ایک مستحکم ریاست کی داغ بیل ڈال دی تھی ۔ دکن میں اس وقت تین اہم طاقتیں تھیں، ایک غیر مسلم طاقت مرہٹوں کی تھی اور دو مسلم طاقتیں ایک حیدر آباد اور دوسرے میسور۔ حیدر آباد پوری طرح انگریزوں کا وفادار تھا۔ مرہٹے اپنی باہمی ناچاقی کے باوجود اسلامی ریاستوں کو یکسر ختم کر کے برصغیر میں اپنا راج قائم کرنے کے خواہاں تھے۔ حیدر علی سے جو ریاست سلطان ٹیپو کو ملی اس کا نام اس نے سلطنتِ خداداد رکھا۔ اس سلطنتِ خداداد کا رقبہ اسی ہزار مربع میل تھا یعنی موجودہ دور کے ملک شام کے برابر کا ملک۔ اس کی مملکت میں سینکڑوں قلعے تھے۔ سالانہ خراج کی آمدنی تین کروڑ روپے تھی۔ آبادی ساٹھ لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ اس میں سے ایک لاکھ پچپن ہزار باقاعدہ فوج تھی جو مختلف قلعوں میں متعین تھی۔ چونکہ ٹیپو سلطان فرنگی خطرے کو پوری طرح بھانپ چکا تھا لہٰذا اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نے اپنی ممکنہ صلاحیتیں صرف کر دیں، مادی وسائل فراہم کیے۔ بری اور بحری فوج

اور طریقہ جنگ کی اصلاح کی، وہ ایک قابل جرنیل تھا اس کی عظمت اسی میں تھی کہ اس نے اپنی مملکت خداداد کو انگریزوں کی دست برد سے بچانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سہل پسندی کا شکار نہ ہوا بہترین اندازے لگانے کی کوشش کی اور سیاسی بساط پر ٹھیک چلنے کی تدبیر کی مگر اس وقت بین الاقوامی سطح پر ایسی سیاسی تبدیلیاں ہو رہی تھیں جس نے ٹیپو سلطان کو اس کی خارجہ حکمتِ عملی میں زیادہ کامیاب ہونے نہ دیا۔ سلطان نے اپنی سفارتیں کابل، ترکی اور فرانس بھیجی تھیں لیکن ان ممالک کی مدد حاصل کرنے میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اصل میں تقدیر کا فیصلہ اٹل تھا مثلاً افغانستان کا مسئلہ اس وقت کابل پر زمان شاہ حکمران تھا۔ وہ ایک عالی ہمت اور جلیل القدر بادشاہ تھا۔ ٹیپو سلطان نے زمان شاہ سے نہایت اچھے روابط پیدا کر لیے تھے۔ ٹیپو سلطان کا منصوبہ یہ تھا کہ زمان شاہ شمالی ہند میں فوج لے کر آ جائے اور انگریزوں کے لیے خوف و ہراس پیدا کر دے۔ اس سے سلطان کے لیے دکن کی فضا سازگار ہو جائے گی۔ زمان شاہ اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار تھا اور غالباً اسی لیے ۱۷۹۵ء میں وہ ہندوستان آیا اور لاہور تک آ پہنچا مگر اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر اس کے بھائی شاہ محمود نے جو کہ ہرات کا گورنر تھا شورش برپا کر دی۔ لہٰذا زمان شاہ کو تیزی سے لوٹنا پڑا۔ دونوں بھائیوں کی جنگ میں زمان شاہ کو شکست ہوئی۔ وہ گرفتار ہوا اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی گئی۔ انگریزوں کے لیے یہ مہلت بہت تھی۔ نظام اور مرہٹوں کی مدد سے ٹیپو سلطان کے خلاف فیصلہ کن کاروائی کی گئی اور سلطان شہید ہو گیا ۱۸۰۳ء میں جب زمان شاہ کو اس کے دوسرے بھائی شجاع الملک نے آزاد کرایا تو ٹیپو سلطان اور اس کی سلطنت ختم ہو چکے تھے۔ ٹیپو کے بنائے ہوئے پلان میں تو کوئی خرابی نہیں تھی مگر افغانستان کی داخلی صورتِ حال نے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا یہی کچھ سلطنت عثمانیہ اور فرانس کے ساتھ ہوا۔ سلطنتِ عثمانیہ کی طرف سلطان ٹیپو نے تین سفارتیں بھیجیں اس وقت عثمانی خلیفہ سلیم ثالث بن مصطفیٰ (۱۷۷۹ـ۱۸۰۷ئ) کا دور تھا، اٹھارویں صدی میں سلطنتِ عثمانیہ میں انحطاط کا آغاز ہو چکا تھا۔ سلطان ٹیپو نے پہلی سفارت ۱۷۸۴ء میں قسطنطنیہ بھیجی تھی ،اس کے بعد دو اور سفارتیں بھیجی گئیں لیکن خود ترکی کے لیے یہ وقت سازگار نہیں تھا، روس کے ساتھ اس کے تعلقات اس قدر بگڑ چکے تھے کہ دونوں ملک آٹھ سال تک جنگوں میں پھنسے رہے۔ ۱۷۸۴ء تا ۱۷۹۲ء جب روس سے تعلقات بگڑے تو سلطنت عثمانیہ کی توجہ مغربی ممالک خصوصاً انگلستان، ہالینڈ اور فرانس کی طرف ہو گئی اور ان ممالک سے اس کے دوستانہ تعلقات بڑھنے لگے ایسے میں ٹیپو سلطان کی طرف سے بھیجی گئی سفارت کا عثمانی خلیفہ مثبت جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ سلطان ٹیپو برطانیہ اور فرانس کی باہمی

آویزش سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا مگر یہاں بھی بدلتے ہوئے عالمی سیاسی حالات نے اس کا ساتھ نہ دیا ٹیپو کے برسرِ اقتدار آنے کے ایک سال بعد ہی یورپ سے خبریں آ گئیں کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ریاست ہائے امریکہ کی جنگی آزادی کے سلسلے میں جو لڑائی چھڑ گئی تھی اس میں صلح ہو گئی ہے۔ چنانچہ فرانس کے تمام فوجی سلطان ٹیپو سے الگ ہو گئے۔ فرانس اور برطانیہ کے تعلقات زیادہ دیر دوستانہ، نہ رہ سکے خصوصاً جب نپولین بونا پارٹ نے ۱۷۹۸ء میں مصر پر قبضہ کیا تو دونوں ممالک کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہو گئے کیونکہ نپولین کا پروگرام یہ تھا کہ ہندوستان سے انگریزوں کے رابطوں کو منقطع کر دے۔ انگریزوں نے اس خطرے کو بھانپ لیا لہٰذا جب عثمانی سلطان سلیم ثالث نے نپولین کی جارحیت کے خلاف فوج کشی کا فیصلہ کیا تو برطانیہ نے بھرپور طریقے سے خلیفہ کا ساتھ دیا۔ یہ ماننا پڑے گا کہ اس وقت کی سپر پاور برطانیہ کا جاسوسی کا نظام ہمہ گیر تھا کیونکہ مصر فتح کر لینے کے بعد نپولین نے جو خطوط سلطان ٹیپو کو لکھے تھے وہ اس وقت کے شریفِ مکہ کے ذریعہ انگریزوں کے قبضے میں آ گئے تھے۔

تو صورت حال یہ ہوئی کہ جو ٹیپو کا بدترین دشمن تھا یعنی انگریز وہ سلطنت عثمانیہ کا حلیف تھا اور جو ٹیپو کا حلیف تھا یعنی نپولین اور فرانس وہ سلطنت عثمانیہ کے لیے جارح اور غاصب تھا اس پیچیدہ عالمی صورت حال کو نظر میں رکھیں تو ٹیپو کی خارجہ حکمتِ عملی کی ناکامی کی وجہ سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اسے قسمت کا کھیل ہی کہا جا سکتا ہے کہ جب ٹیپو سلطان ترکی سے اچھے تعلقات کا خواہاں تھا تو اس وقت ترکی اور فرانس کی کشیدگی عروج پر تھی جس کی وجہ سے وقتی طور پر برطانیہ ترکی کا حلیف بن گیا تھا لیکن صرف تین چار سال بعد یعنی ۱۸۰۲ء میں ترکی اور فرانس کی آپس میں صلح ہو گئی اور انگریزوں سے مخالفت پیدا ہو گئی۔ یہ صورتحال اگر چار سال پہلے وقوع پذیر ہوتی تو ٹیپو اپنے خارجہ معاملات میں اس طرح تنہا نہ ہوتا۔ نپولین بونا پارٹ کہا کرتا تھا مجھے قابل جرنیل نہیں خوش قسمت جرنیل چاہئیں۔ ٹیپو قابل جرنیل تو تھا شاید خوش قسمت جرنیل نہیں تھا۔

ٹیپو سلطان شہید اور انتظام ریاست

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق
(اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی)

اقبال کے مردِ مومن کو اگر مجسم دیکھنا ہو تو ٹیپو سلطان شہید کو دیکھا جاسکتا ہے۔ برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں ٹیپو سلطان شہید (۱۷۵۰۔۱۷۹۹ء) کو ایک لازوال اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کی تاریخ بمشکل اس اولوالعزم سلطان کی نظیر پیش کرسکے گی۔ ٹیپو سلطان شہید نہ صرف ایک مردِ مجاہد تھا بلکہ حقیقی معنوں میں اقبال کا ایک مردِ مومن تھا۔ عالم بھی تھا، عابد بھی تھا۔ ایک بہترین سپہ سالار بھی تھا اور ایک بہترین منتظم بھی۔ ایک تجربہ کار سیاستدان اور غیر معمولی بصیرت رکھنے والا عوامی رہنما اور قائد بھی۔

جس وقت عنانِ حکومت ٹیپو سلطان کے ہاتھ میں آئی تو اس نے دو اہم کام کئے ایک جانب اپنی پوری توجہ اتحاد بین المسلمین اور اتحاد بین الاقوام ہند پر مرکوز کی۔ دوسری جانب ملک کی صنعت وحرفت پر پوری توجہ دی۔ سلطان کے یہی عزائم وارادے تھے جس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو سلطان کا مخالف بنادیا۔ اور اسی مخالفت نے اس کو تمام عمر جنگوں میں مصروف رکھا۔ مگر باوجود اس کے سلطنت خداداد میسور نے صنعت وحرفت اور دیگر فنون میں جو ترقی کی وہ میسور کو پھر کبھی حاصل نہ ہوسکی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جان چکی تھی کہ اگر ٹیپو سلطان کو اپنے ارادوں میں کامیاب ہونے دیا گیا تو ہندوستان پر ہرگز قبضہ نہیں ہوسکتا۔

ٹیپو سلطان کے خطرے کو ختم کرنے کے لیے انگریز نظام اور مرہٹے متحد ہو گئے۔ انگریز نے اسے ہندوستان پر اپنے اقتدارِ کامل میں سب سے بڑی بلکہ واحد رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اس اتحادِ ثلاثہ کے مقصد کو مزید کامیاب بنانے اور رائے عامہ کی اخلاقی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے انگریزوں نے ٹیپو سلطان کی مفروضہ چیرہ دستیوں کو اس انداز میں دور دور تک پھیلایا کہ خود اپنے بھی اس سے نفرت کرنے لگے۔ فورٹ ولیم کی دیواروں پر کھڑے ہو کر اعلان کردیا گیا کہ ٹیپو سلطان سفاکی میں چنگیز خان اور ہلاکو سے کہیں زیادہ ہے۔

ٹیپو سلطان کی شہادت اور سلطنتِ خداداد کے زوال کے بعد انگریزوں کے مقابلے میں کوئی بڑی طاقت نہیں رہ گئی تھی ملک میں ان کے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں ٹیپو سلطان ہی سب سے بڑی رکاوٹ

تھی اس کی شہادت کے بعد ہی ان کی زبان سے پہلی دفعہ یہ معنی خیز جملہ نکلا ''آج ہندوستان ہمارا ہے''۔
ضروری ہے کہ ٹیپو سلطان کے عہد حکومت اور انتظام ریاست کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ ٹیپو سلطان نے اپنے ۱۷ سالہ عہدِ حکومت (۱۷۸۲۔۱۷۹۹ء) میں زندگی کا کوئی لمحہ اطمینان اور چین سے نہیں گزارا۔ یہ سارا عرصہ جنگی معرکوں میں گزرا جو مہلت ملی اس میں وہ اپنے زیرِ اقتدار علاقوں میں زراعت کی ترقی' آبرسانی کی سہولتوں میں اضافے نہروں اور تالابوں اور سڑکوں اور پلوں' بندرگاہوں اور نئے شہروں کی تعمیر چھوٹی بڑی صنعتوں کی ترقی' فوجی وانتظامی اصلاحات اور بیرونِ ملک وپڑوسی حکمرانوں سے سفارتی روابط' اور داخلی معاملات پر گفت وشنید جیسے اہم انتظامی وتعمیراتی امور میں الجھا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ میدان جنگ کے نقشوں کو مرتب کرتا' لڑائی کی منصوبہ بندی کرتا اور اپنے عمالِ حکومت' فوجی سالاروں اور قلعہ داروں کو ہدایت جاری کرتا' اس کی شہادت کے بعد اس کے ذخیرے سے ملنے والے چار ہزار سے زائد خطوط کے موضوعات ومندرجات اس کی ایسی کارگزاریوں کا واضح ثبوت ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ جس فرماں روا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شہزادگی سے شہادت تک مسلسل خوفناک لڑائیوں میں گزرا۔ اسے ان معاملات پر توجہ دینے کا وقت کیوں کر ملتا تھا۔ حق یہ ہے کہ سلطان حکومت کو خدا کی طرف سے امانت سمجھتا تھا اور اس امانت کا حق ادا کرنے کی جیسی عملی مثال اس نے پیش کی اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔

ٹیپو سلطان شہید نے تخت نشینی کے بعد اپنی رعایا کے نام جو پہلا سرکاری فرمان جاری کیا اس میں بلاتفریق مذہب وملت اپنی رعایا کی اخلاقی اصلاح' ان کی خوشحالی' معاشی وسیاسی ترقی' عدل وانصاف' جاگیرداروں اور زمینداروں کے ظلم وستم سے نجات' مذہبی ولسانی وطبقاتی عصبیت کا خاتمہ اور دفاع وطن کے لیے جان کی بازی لگا دینے کا عزم کیا۔ ملک کے قدیم طرزِ حکمرانی کو یکسر بدل دیا۔ سلطنت کے امور میں عوام کو زیادہ سے زیادہ شریک کرنے کے لیے کوشاں رہا۔ اس نے جمہوری تقاضوں کے پیش نظر ایک مجلس شوریٰ قائم کی جس کا نام 'مجلس غم نباشد' تھا۔

ٹیپو سلطان شہید نے تخت نشین ہونے کے بعد دو نئے آئین بنائے۔ ایک فوج کے لیے جس کے بارے میں لکھی گئی کتاب کا نام 'فتح المجاہدین' تھا اور دوسرا عوام کے لیے جس کا نام 'ملکی آئین' تھا۔ سرنگاپٹم میں جامع الامور کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم کی جہاں بیک وقت دینی ودنیاوی دونوں طرح کی تعلیم دی جاتی تھی۔ حکومت کی طرف سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو بھاری مشاہرے پر یہاں مقرر کیا گیا تھا۔

ٹیپو سلطان شہید کو جدت واختراعات کا خاص شوق تھا۔ کئی شہروں کے نام بدل ڈالے مثلاً منگلور کا نام دار السرور' کالی کٹ کا اسلام آباد' میسور کا نظر آباد اور منگلور کا جمال آباد۔ وزن اور پیمانوں کے نام بھی تبدیل کر دیے۔ نیا روپیہ جاری کیا اور مختلف نسبتوں سے نام رکھے مثلاً احمدی' صدیقی' فاروقی' حیدری

وغیرہ۔ نئی وضع کی بندوقیں اور توپیں بنوائیں ایسی ڈھالیں تیار کروائیں جن پر تیر یا گولی کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ جرائم کی بیخ کنی کے لیے ایک نئے طرز کی سوچی۔ ہر مجرم کو اس کے جرم کی مناسبت سے ایک درخت لگانے کی ذمہ داری سونپی۔ معمولی جرم کے لیے ایسا درخت تجویز پاتا جس کے لیے کم محنت و مہلت درکار ہوتی اور سنگین جرم کے لیے ایسا درخت اگانے کی ذمہ داری جس کے لیے کافی محنت اور مہلت درکار ہوتی۔ سلطان معمولی سے معمولی مسئلہ میں بھی پوری توجہ ظاہر کرتا تھا۔ علوم وفنون' طب' تجارت' معاملات مذہبی' تعمیر' فوجی محکمات اور بے شمار امور پر سلطان یکساں مہارت سے قطعی رائے دیتا تھا۔

ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ٹیپو سلطان نے مردم شماری کرائی۔ پنچایت کی بنیاد رکھی اسی کے حکم سے فرانسیسی ماہرین نے پانی سے چلنے والا ایک ایسا انجن تیار کیا جس سے توپوں میں باآسانی سوراخ کیا جاسکتا تھا۔ دنیا میں میزائل ایجاد کرنے کا سہرا بھی اسی کے سر تھا۔ حتیٰ کہ امریکیوں نے بھی اس کو راکٹ کے بانیوں میں شمار کیا ہے وہ جب بھی اپنی سلطنت کے کسی کارخانے میں جاتا تو نئے طرز یا جدید انداز کی کوئی چیز بنانے کا حکم ضرور دیتا تھا۔

سلطان کی بری اور بحری فوجوں کا انتظام قابل داد تھا، فوج کے محکمہ میں گیارہ بڑے بڑے شعبے تھے۔ سلطنت کے کل رقبے کو ۲۲ اضلاع میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس نے ۱۷۹۶ء میں امیر البحروں کی ایک جماعت قائم کی جس میں گیارہ اراکین تھے ان اراکین کا لقب میریم رکھا گیا تھا ان اراکین کے ماتحت ۳۰ امیر البحر تھے بحری فوج کے متعلق بیس جنگی جہاز بڑے اور بیس چھوٹے جنگی جہاز تھے۔ سلطان کو فن جہاز سازی سے بھی شغف تھا وہ جہازوں کے نقشے خود تیار کرتا تھا۔ جہازوں کے پیندوں کے بارے میں ہدایت تھی کہ تانبے کے پیندے لگائے جائیں تاکہ چٹانوں سے ٹکرانے کی صورت میں نقصان نہ پہنچے' جہاز سازی کے لیے لکڑی کا جنگل بھی نامزد کیا اور سب مدارج کے افسروں کی تنخواہوں کی بھی صراحت کردی گئی۔ فوجیوں کی باقاعدہ تربیت کے لیے خصوصی مراکز قائم کئے اور پوری فوج کو از سرِ نو منظم کیا گیا۔

ٹیپو سلطان نے ہر شہر' قصبہ اور قلعہ کے چار دروازے مقرر کیے جہاں پہریدار مقرر کیے کہ ملک میں بغیر اطلاع واجازت کوئی آنے نہ پائے۔ ہر مقام کی روداد پر فوری اطلاع کا انتظام کیا گیا۔ جس مقام پر چوری ہو جاتی تھی وہاں کے پولیس افسر کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جاتا۔ اگر مجرم گرفتار نہ ہوسکتا تو پولیس افسر کی تنخواہ سے اس کی تلافی کی جاتی تھی۔ ان مقامات پر جہاں ڈاکوؤں کے حملے کا خطرہ رہتا تھا وہاں کے رہنے والوں کو آتشیں اسلحہ رکھنے کی عام اجازت تھی۔ عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ ہر شہر میں قاضی اور ہر گاؤں میں پنچایت مقدموں کا فیصلہ کرتی اگر فریقین میں سے کسی کو ابتدائی عدالتوں کے فیصلے پر شک ہوتا تو مقدمہ صدر عدالت (ہائیکورٹ) میں دائر کیا جاتا۔ سلطان نے افسران ضلع کے نام حکم جاری کر رکھا تھا

کہ وہ ہر سال سرنگا پٹم (دارالحکومت) میں جمع ہو کر انتظامی امور کے متعلق مشورہ کیا کریں۔ ٹیپو سلطان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ اردو اخبار کا بانی تھا۔ ۱۷۹۴ء میں اس نے اپنی ذاتی نگرانی میں ایک ہفت روزہ جاری کیا۔ اس ہفت روزے میں سلطنت کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے سپاہیوں کے نام سلطان کی ہدایات جاری ہوتی تھیں۔ یہ ہفت روزہ سلطان کی شہادت تک مسلسل پانچ سال پابندی سے شائع ہوتا رہا۔

ٹیپو سلطان کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے غلاموں اور لڑکیوں کی فروخت بالکل بند کروادی۔ ان کے لیے یتیم خانے بنوائے۔ مندروں میں لڑکیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ زمینداروں کا خاتمہ کر کے مزدوروں اور کسانوں کو زمین کا مالک قرار دے دیا۔ زمین کو رعایا کی ملکیت قرار دیا گیا زمین پر کسانوں کا دوامی قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔ زمین صرف اس کی تھی جو ہل چلائے' ٹیپو سلطان نے احکامات جاری کر دیے تھے کہ جو شخص زمین کے لیے درخواست کرے اس کی ضرورت کے مطابق اسے زمین مفت دی جائے۔ تجارت کی توسیع کے لیے بیرونی ملکوں سے روابط پیدا کیے گئے۔ دور دور سے کاریگر بلوا کر اپنے ہاں ہر قسم کی صنعتیں لگائیں۔ دوسرے ممالک سے ریشم کے کیڑے منگوا کر ان کی پرورش و پرداخت کا طریقہ اپنی رعایا کو سکھایا اس کے علاوہ جواہر تراشی اور اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کیے۔ ان کارخانوں میں گھڑی سازی اور قینچیوں کا کام بھی ہوتا تھا۔ ان کارخانوں کے قیام کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ضرورت کی ہر چیز اب سلطنت میں تیار ہونے لگی۔ درآمدات پر انحصار کم ہو گیا اور سلطنت میں تیار کردہ چیزیں برآمد ہونے لگیں۔ دوسری طرف ہزاروں بیروزگاروں کے مسائل بھی اس سے حل ہوئے۔ اقتصادی مسائل پر قابو پانے کے بعد ٹیپو سلطان نے ایک نئی تجارتی پالیسی وضع کی جس کے تحت بیرونی ممالک ایران' ترکی اور حجاز وغیرہ سے مسلم تاجروں کو سلطنت خداداد میں آ کر تجارت کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے خصوصی رعایتوں سے نوازا گیا۔ خود حکومت کی سرپرستی میں ایک بڑی تجارتی کمپنی قائم کی گئی جس میں اس کی رعایا میں سے ہر کوئی بلا تفریق مذہب اپنا سرمایہ لگا کر نفع و نقصان کے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر شریک ہو سکتا تھا (۲۵) وسط ایشیا کی ریاست آرمینیا سے غیر ملکی تاجروں کو میسور کی حدود میں لا کر بسایا گیا۔ میسور سامانِ تجارت لانے والے چینی سوداگروں کو ملیبار کے ڈاکو تنگ کرتے تھے۔ سلطان نے ان کی حفاظت کے لیے کئی جہاز مقرر کر دیے۔ سلطان کی ان کوششوں کے نتیجے میں سلطنتِ خداداد میں تجارت اور صنعت و حرفت نے بہت زیادہ ترقی کی۔

سلطان نے جہاں جاگیرداری کو ختم کیا وہاں سرمایہ داری کے خاتمے کے لیے بھی اقدامات کیے۔ تمام سلطنت میں رعایا' تاجروں اور کاشتکاروں کے لیے بنک جاری کیے۔ ان میں خاص بات یہ تھی کہ

غریب طبقہ اور چھوٹے سرمایہ داروں کو زیادہ منافع دیا جاتا تھا۔ ان تمام اصلاحات اور سلطان کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے تمام علاقوں میں میسور سب سے خوشحال اور سرسبز وشاداب علاقہ ہوگیا۔ میسور کی تیسری جنگ میں انگریز جب اس علاقے میں داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ عربی کا ایک مقولہ ہے کہ خوبی وہ ہے کہ جس کا اعتراف دشمن کرے۔ ٹیپو سلطان سے انگریزوں کے بے انتہا تعصب کے باوجود کیپٹن لٹل جس نے میسور کی تیسری جنگ میں نمایاں حصہ لیا تھا اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

''ٹیپو کے متعلق بہت سی افواہیں سنی جاتی تھیں کہ وہ ایک جابر وظالم حکمران ہے جس کی وجہ سے اس کی تمام رعایا اس سے بیزار ہے لیکن جب ہم اس کے ملک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صنعت وحرفت کی روز افزوں کی ترقی کی وجہ سے نئے نئے شہر آباد ہوئے اور ہوتے جارہے ہیں۔ رعایا اپنے کاموں میں مصروف ومنہمک ہے۔ زمین کا کوئی حصہ بھی بنجر نظر نہیں آتا۔ قابل کاشت زمین جس قدر بھی مل سکتی ہے اس پر کھیتیاں لہلہا رہی ہیں ایک انچ زمین بھی بیکار نہیں پائی گئی رعایا اور فوج کے دل میں بادشاہ کا احترام اور محبت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ فوج کی تنظیم اور اس کے ہتھیاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ یورپ کے کسی مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں پیچھے نہیں ہے''۔

رفت سلطاں زیں سرائے ہفت روز
نوبتِ او در دکن باقی ہنوز

ایک زمانہ تھا کہ تقسیم ہند سے قبل کسی نوجوان کے لیے سب سے اعلیٰ اور قابل رشک مقام آئی سی ایس (انڈین سول سروس) میں داخل ہونا تھا۔ یہی وہ طبقہ تھا جو دراصل ہندوستان پر حکومت کررہا تھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی اور مولانا محمد علی جوہر تقریباً ایک دوسرے کے ہم عصر تھے مولانا محمد علی جوہر کی بھی خواہش تھی کہ وہ آئی سی ایس افسر بنیں لیکن وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حال ہی میں شائع ہونے والی عبداللہ یوسف علی کی سوانح حیات Searching for Solace کے مصنف ایک موقع پر لکھتے ہیں:

''وجہ یہ بھی کہ انڈین ہسٹری جیسے مضامین کے پرچے میں ایسے سوال شامل کیے جاتے تھے جن سے امیدواروں کے ذہنی روّیوں اور جذباتی تعلق کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اس طرح امیدواروں کے بارے میں یہ جانچنے کا موقع مل جاتا تھا کہ آیا وہ برطانوی راج کے وفادار بن سکتے ہیں یا نہیں مثلاً بتایئے 'آپ ٹیپو سلطان کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ جیسا سوال جو برٹش انڈیا کی ہسٹری کے پرچے میں ۱۸۹۵ء میں پوچھا گیا بڑی آسانی سے یہ بات سامنے لے آتا ہے کہ امتحان میں شریک امیدوار کس حد تک اس مسلم حکمران کی ان کارروائیوں کی

تائید کرتا ہے جو اس نے برطانیہ کے خلاف کی تھیں۔''

درجِ بالا اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت برطانیہ ٹیپو سلطان سے کس حد تک خوفزدہ تھی۔ ساتھ ہی حکومت برطانیہ کے تعصب' تنگ دلی اور تنگ نظری کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ دلچسپ حقیقت بھی سامنے آئی ہے کہ ٹیپو سلطان کی شخصیت وہ پیمانہ ہے جس پر انگریز اپنے وفاداروں کا انتخاب کرتے تھے۔ دوستوں اور دشمنوں کو جانچا کرتے تھے۔ کسی نے خوب کہا کہ کچھ برگزیدہ شہید ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی آزمائش عقوبت' مطہرہ اور شہادتِ عظمیٰ ان کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ ربِ جلیل انہیں شہادتِ جاریہ کی سعادت سے سرفراز کرتا ہے:

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوبِ گماں تو ہے

☆
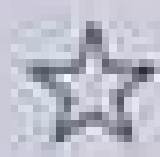
نذرِ سلطان شہید (ثلاثی)

رزاق افسر (میسور)

اے شہیدِ ملک و ملت آفریں صد آفریں
جاں نثارانِ وطن میں تو سرِفہرست ہے
کوئی تجھ سا اب کروڑوں میں نہیں کوئی نہیں

خضرِ راہِ منزلِ دشوار تیری ذات تھی
بے گماں تیری شہادت تیرے حق میں تھی سحر
حق میں صادق کے غروبِ زندگی کی رات تھی

تو وقارِ آدمیت تو وطن کا انتخاب
تیری خود داری ترے ایثار کے اعجاز پر
آج بھی ہے غرقِ حیرت دشمنِ خانہ خراب

جو ہر حبِ وطن کا جوہری سلطان تھا
پاسِ ناموسِ وطن کا راستہ تھا سخت جاں
پر یہ رستہ خیر سے سلطان پر آسان تھا

آفریں صد آفریں اے وقت کے تاریخ ساز
جو زمانے کی نظر میں تا ابد روشن رہے
تو نے بخشا ہے یقیناً اس چمن کو وہ فراز

☆

ٹیپو سلطان کو شعرا کا خراجِ عقیدت

سید محمود خاور

برصغیر میں برطانوی سامراج کا واحد دشمن، عظیم حکمران، بے مثال بطلِ حریت اور اوّلین شہید آزادی ٹیپو سلطان ہماری تاریخ کا ایک سنہری اور قابلِ فخر باب ہے۔ ٹیپو سلطان حقیقی معنوں میں شیر اسلام اور پرچم اسلام کا علمبردار، شجیع و محب وطن اور دیگر متعدد اعلیٰ صفات و خصوصیات کے سبب ہندوستانی تاریخ کا ایسا تابندہ اور مایہ ناز حکمران تھا جس کی پوری اسلامی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ ٹیپو وطن کی سلامتی اور بقا، غیرت و حمیت اور آزادی کی برقراری کے لیے ساری عمر انگریزوں سے نہ صرف تنِ تنہا لڑتا رہا بلکہ بکھرے ہوئے مسلم شیرازے کو یکجا و منظم کرنے کی حتی المقدور کوششیں بھی کرتا رہا اور شمشیر بکف میدانِ جنگ میں شہید ہو گیا لیکن تعجب خیز امر ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس عظیم قومی ہیرو کی شخصیت اور کارناموں کو نہ صرف مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے بلکہ مخصوص نظریات کے حامل گروہ قومی ہیروز، بانیان پاکستان اور اسلاف حتیٰ کہ قائد اعظم کے خلاف مذموم پروپگنڈے میں منہمک و مشغول ہے۔ انگریزوں نے ٹیپو کو ختم کرنے اور اس کی تاریخ، عہد، کارناموں کو مسخ کرنے کی ہر دور میں تاریخی و شعوری کوششیں کیں اپنے حق میں تاریخ اور کتابیں لکھواتے رہے لیکن اپنوں نے بھی ٹیپو کو فراموش کرنے اور مٹانے کے عمل میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ٹیپو سلطان کا مشن جنوبی ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ایک مضبوط، منظم و مستحکم اسلامی ریاست قائم کرنا، غیر اسلامی کافرانہ طاقتوں اور عناصر کے سدباب کے علاوہ برصغیر میں مسلم حکمرانی کے دیرینہ تسلسل کو برقرار رکھنا تھا۔ ٹیپو کو انگریز کے جارحانہ اور غاصبانہ عزائم کا بخوبی ادراک تھا اور وہ انکا سر کچلنے کا متمنی اور شائق تھا۔ اپنوں نے غداری (یہاں یہ تاریخی وضاحت ضروری ہے کہ ٹیپو کو بیرونی افواج کے ہاتھوں نہیں بلکہ اہلِ میسور و سرنگا پٹم کی غداری، ضمیر فروشی اور دھوکا دہی کے سبب شکست ہوئی تھی) اور انگریز کی ہمہ گیر سازشیں اگر ٹیپو کی راہ میں رکاوٹ نہ بنتیں تو یہ عظیم اختراع پسند، جدت طبع شخص ضرور اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر سرزمینِ ہند سے انگریزوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیتا۔

ٹیپو سلطان جنوری 1783 تا مئی 1799 یعنی صرف سولہ سال حکمران رہا۔ اس مدت کا بڑا حصہ جنگ و جدل اور میدان کارزار میں گزر گیا لیکن اس کے باوجود جو مہلت اور وقت ملا اس سے ٹیپو نے حقیقی

فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک وملت کی فلاح وبہبود کے لاتعداد اقدامات کیے۔ ٹیپو سلطان اگر چاہتا تو اطاعت انگریز قبول کر کے اپنی زندگی' سلطنت' تاج وتخت اور خاندان کو بچا سکتا تھا لیکن اس غیرت مند مجاہد نے ذلت ورسوائی اور غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ منکسر المزاج' عدل پسند اور اسلامی اوصاف سے مزین بندوں کو نہ صرف پسند کرتا ہے بلکہ ان کے حصے میں بعد الموت بھی تاقیامت تابندگی' عزت وتوقیر وشہرت ہی آتی ہے یہی وجہ ہے کہ دو صدیاں گزر جانے کے باوجود ٹیپو سلطان کا نام آج بھی روشن اور معطر ومنور ہے۔ برصغیر پاک وہند کی شمع آزادی کے اس رکھوالے کو اردو کی بیشتر اصناف میں زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے بموجب ٹیپو سلطان واحد حکمران ہے جسے دنیا کی عظیم زبانوں مثلاً اسپنی' فرانسیسی' آئرش' انگریزی' جرمن' فارسی' عربی' نارویجن' کے علاوہ پاک وہند کی متعدد زبانوں مثلاً اردو' فارسی' ہندی' برج بھاشا' سنسکرت' مرہٹی' کنٹری' تامل' بنگالی' دکنی' ملیالم' پنجابی' پشتو' سرائیکی' سندھی' بلوچی اور بھوجپوری زبان میں بھی منظوم خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ چند نظمیں اور اشعار بطور نمونہ نذر قارئین ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے ٹیپو سلطان کو سب سے زیادہ بھرپور خراج عقیدت نظم 'ٹیپو سلطان کی وصیت' میں پیش کیا ہے:

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکتِ میانہ حق و باطل نہ کر قبول

ایک اور نظم میں ان کا یہ شعر ملاحظہ فرمایئے

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

علامہ سیماب اکبر آبادی کہتے ہیں

اے سرنگا پٹنم اے عہدِ کمال حیدری
ہے امانت تجھ میں تصویرِ جلال حیدری
وہ شہیدِ ذوق آزادی وہ غازی وہ جواں
جو بدلنا چاہتا تھا نقشۂ ہندوستاں

ٹیپو کے شہر میسور کے شاعر رزاق افسر لکھتے ہیں:

اے شہیدِ حریت اے پیکرِ حب وطن
تیرے خون سے سرخرو ہے آج بھارت کا چمن
یہ تعارف کتنا آسان ہے اور جامع ہے تیرا
تو وطن کی جان تھا اور تیرا پس منظر وطن

مولانا ظفر علی خان یوں رقم طراز ہیں:

اے سرنگا پٹنم اے گنج شہیدانِ کرم
آخری وقت میں اسلام کی غیرت کی نمود
کہیں سوتے میں نہ کروٹ یہ مجاہد بدلے
اب بھی اس خوف سے ہیں لرزہ بر اندام حسود
اس کی دہلیز سے لپٹی ہوئی تھی رحمتِ حق
چومتے تھے جسے جھک جھک کر ملائک کہ جنود

قمر اجنالوی کہتے ہیں:

سلام تجھ کو شہیدِ وطن کہ نام ترا
مثالِ مہر جہاں میں ہوا ہے تابندہ
ہے محوِ خواب سرنگا پٹنم کی تربت میں
دلوں کے شہر میں لیکن رہے گا تو زندہ

اظہار افسر بنگلوری کے اشعار دیکھیے

افسوس ہے یار و اہل وطن ٹیپو کی شہادت بھول گئے
جو خون دیا اس دھرتی کو اس خون کی قیمت بھول گئے
اس سونا اگلتی دھرتی کو آزاد کرانے کی خاطر
اک صاحب ایماں مرد خدا ٹیپو کی شہادت بھول گئے

اثر سعید کا انداز خراج دیکھیے

عزائم میں تمہارے آ نہیں سکتی کوئی لغزش
کرو سینے میں اپنے تم جو ٹیپو کا جگر پیدا
الٰہی پھر کسی ایسے مجاہد کی ضرورت ہے
الٰہی پھر سے ہو ٹیپو سا کوئی شیر نر پیدا

لوک داستانیں اور لوک گیت ملکوں اور قوموں کی تاریخ کا قیمتی تہذیبی ادبی' ثقافتی اور معاشرتی سرمایہ و حصہ ہوتے ہیں اور نمائندہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں لوک گیتوں پر آج سلیقے' اہتمام اور جدید و منظم طور پر تحقیقی کام ہو رہا ہے اور انہیں اکٹھا و محفوظ کیا رہا ہے۔ کیونکہ لوک گیتوں میں خیال اور جذبے کی برجستگی اور فکر و شعور کی جو بے ساختگی' اپنائیت اور خلوص ہوتا ہے وہ اظہار بیان کی تیکنک اور ندرت سے مل کر آج عہد جدید میں بھی دلوں کو چھونے' جذبوں کو جگانے اور گدگدانے والے عوامل سے آراستہ ہے۔ جنوبی ہندوستان اور خصوصاً مہاراشٹر' تامل ناڈو' کرناٹک' کیرالا اور حیدرآباد دکن کے لوک گیتوں میں تو ایسا لگتا ہے کہ شعرا کی پسندیدہ شخصیت یا موضوع صرف اور صرف ٹیپو سلطان ہے۔ ایک شاعر دکنی خاتون کی زبانی اپنے لوک گیتوں میں ٹیپو سلطان کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے

اللہ کنے دعا منگتیوں بارے بار ۔ میرا بیٹا ہوندے ٹیپو جیسا سردار
(میں بار بار اللہ سے دعا مانگتی ہوں کہ میرا بیٹا ٹیپو جیسا سردار بنے)

وصف ٹیپو کے لوگاں سارے جانے
انگریجاں بھی اس کی بہادری کو مانے
(سارے لوگ ٹیپو سلطان کے اوصاف کو جانتے ہیں انگریزوں نے بھی اس کی بہادری کو تسلیم کیا ہے)

ایک اور دکنی گیت میں ٹیپو سلطان کا ذکر اس طرح ہے:

منہ بھر بھر کر تعریف کرتیں سب لوگاں ٹیپو کی
جے جے کار بولتیں ہندواں بھی ٹیپو کی
(سب لوگ ٹیپو کی بے حد تعریف کرتے ہیں ہندو لوگ بھی ٹیپو زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں)

ایک دکنی ماں ٹیپو کے لیے دعا گو ہے

میرے اللہ ٹیپو کی سات ملکاں تعریف ہو
جمین شی آسمان تک ٹیپو کی توصیف ہو

(اے اللہ سات ملکوں اور زمین سے آسمان تک ٹیپو کی تعریف وتوصیف ہو

ایک خوبصورت گیت میں ٹیپو کی تلوار کا تذکرہ ہے:

آتے آتے اپنے ساتھ بات میں یہ لایا

ٹیپو نے انگریجاں ظالماں کو ہرایا

بجلی جیسی تلوار ٹیپو کی جو چمکی

انگریجاں کی فوج دم دبا کر بھاگی

(ٹیپو نے انگریزوں کو شکست دی انگریز فوج بھاگ گئی)

پروفیسر محمود شیرانی کا خراجِ عقیدت ملاحظہ فرمائیے

دیارِ ہند میں جب سیر کے لیے آنا

تو اپنے پہلو میں تم اک دلِ حزیں لانا

عجائبات میں یاں کے نہ دل کو الجھانا

دکن میں جا کے سرنگا پٹم ضرور جانا

کہ جس کی خاک پہ سوتا ہے شیرِ ہندوستاں

زمانہ بھول گیا ہے جس کے احساں

کیسی بلندی، کیسی پستی

ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی

سید محمود خاور صاحب یوں تو علم و ادب کے حوالے سے ایک معتبر مقام کے حامل ہیں لیکن ان کی تخصیص ٹیپو سلطان جیسے جری سپہ سالار سے والہانہ محبت اور عقیدت ہے۔ وہ ہر سال ٹیپو سلطان میموریل (ویلفیئر) سوسائٹی (رجسٹرڈ) جس کے وہ بانی اور جنرل سیکریٹری بھی ہیں، کے زیر اہتمام ٹیپو سلطان کا یوم شہادت مناتے ہیں۔ کئی ماہ پہلے سے اخبارات کے لیے ٹیپو سلطان کے بارے میں مضامین لکھنے شروع کردیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ پاکستان بھر کے کالم نویسوں سے انفرادی طور پر رابطہ کرکے ان پر زور دیتے ہیں کہ وہ برصغیر کی جنگِ آزادی کے اس اوّلین شہیدِ آزادی کی حیات اور خدمات پر قلم اٹھائیں۔ اصولاً تو یہ کام کالم نویسوں کو خود کرنا چاہیے لیکن ان کی یاد دہانی گویا تازیانے کا کام کرتی ہے۔ ان کے پاس ٹیپو سلطان سے متعلق یادگار اشیا/ دستاویزات کا ایک انمول خزانہ ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ حکومت کسی مناسب مقام پر انہیں ایک وسیع ہال یا کمرہ مہیا کردے تو وہ ایک شاندار اور مفید آڈیو ویڈیو لائبریری قائم کرسکتے ہیں جو طلبہ، محققین اور عام لوگوں کے لیے حد درجہ کارآمد ثابت ہوگی۔ ہم ان کے اس مطالبے کی پُرزور تائید کرتے ہیں۔ یہ کام اداروں کا ہے جو محمود خاور صاحب تن تنہا انجام دے کر ایک فرضِ کفایہ ادا کررہے ہیں۔ امسال بھی محمود خاور صاحب نے ٹیپو سلطان کی (212 ویں برسی) کے موقع پر تقریب منعقد کی۔ تقریب کی صدارت معروف ماہر قانون، سماجی شخصیت اور تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن بیرسٹر ثمین خان نے کی جنھوں نے اپنے خطاب میں چند تاریخی حقائق سے پردہ ہٹایا۔ تقریب کی ایک خاص بات ایک کم سن مقررہ (کہکشاں) کی ولولہ انگیز تقریر تھی۔

50-1949 کے دوران جب میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا تو ہمارا گھر لارنس روڈ پر واقع تھا۔ اس سڑک پر چرچ مشن اسکول سے ذرا پہلے ایک ''ٹیپو سلطان ہوٹل'' ہوا کرتا تھا۔ اس ہوٹل کے بڑے سائن بورڈ کے ایک طرف ٹیپو سلطان کی تصویر پینٹ کی ہوئی تھی جس میں اسے خنجر بکف ایک شیر سے نبرد آزما دکھایا گیا تھا۔ میں بعض اوقات کئی کئی منٹ تک کھڑا اس تصویر کو گھورتے ہوئے حیران ہوتا تھا کہ کیا کوئی انسان اتنا بہادر بھی ہوسکتا ہے؟ خدا جانے وہ ہوٹل اب وہاں ہے یا نہیں لیکن ٹیپو سلطان کی شیر سے لڑائی کی

وہ حقیقی یا فرضی پینٹنگ آج بھی مجھے یاد آتی ہے تو رگوں میں خون کی روانی تیز ہو جاتی ہے۔ اگر شیر کی جگہ انگریز فوج کو ذہن میں لائیں تو یہ تصویر ایک پورے تاریخی باب کی عکاس نظر آئے گی۔

ٹیپو سلطان اسلام کے ان عظیم سپہ سالاروں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں پہلا نام خالد بن ولیدؓ کا ملتا ہے پھر طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر، محمود غزنوی، صلاح الدین ایوبی، سلطان محمد فاتح دوئم اور شہاب الدین غوری سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ ٹیپو سلطان تک پہنچا تھا۔ ظاہر ہے اس فہرست میں بہت سے نام چھوٹ گئے ہیں اور لاتعداد Unsung heroes بھی ہیں لیکن ٹیپو کے بعد اگر کوئی قابلِ ذکر نام ملتا ہے تو وہ کمال اتاترک کا ہے میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ ع

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

لیکن علامہ اقبال کے الفاظ میں اللہ کے حضور دعا ضرور کروں گا:

دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں

ٹیپو سلطان 1750 تا 1799۔ اسلام کا وہ بطلِ جلیل تھا جسے انگریز میدانِ کارزار میں زیر نہ کر سکے تو اپنی دیرینہ شاطرانہ سازشوں پر اتر آئے۔ پہلے انہوں نے ایک انگریز کو صوفی منش درویش کے لباس میں میسور بھیجا جو سلطان کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا تھا۔ اس سے کام نہ چلا تو انہوں نے بڑے بڑے افسروں اور سلطان کے کچھ قریبی ساتھیوں کو خرید لیا۔ ان غداروں میں میر صادق، میر غلام علی، میر قاسم علی اور دیوان پورنیا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ٹیپو سلطان ان اندرونی سازشوں کا شکار ہو گیا جن سے تاریخِ اسلام بھری پڑی ہے۔ اس کی داستانِ حیات میں آج کے مسلم حکمرانوں کے لیے بہت سے سبق موجود ہیں بشرطیکہ احساس اور ادراک ہو۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ ایک وہ اٹھارویں صدی کا دلیر تھا جس نے میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا اور جس سے یہ لازوال قول منسوب ہے کہ گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔ اور ایک ہمارا اکیسویں صدی کا سپہ سالار تھا جو ایک ٹیلی فون کال کی تاب نہ لا سکا اور your most obedient servant کی علامت بن کر ملک کے وقار کا سودا کر بیٹھا۔ زبان سے یہی نکلتا ہے کہ..... کیسی بلندی، کیسی پستی!

شیر دل ٹیپو کی یاد میں

شکیل فاروقی

جو قومیں اپنی تاریخ کو فراموش کر دیتی ہیں ان کا جغرافیہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ہمارے ساتھ یہی سانحہ پیش آیا تھا مگر افسوس صد افسوس کہ ہم نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ پس اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم ۴ مئی کی اس عظیم شہادت کو بھولے ہوئے ہیں جب شیر دل ٹیپو سلطان نے آج سے ۲۱۳ سال قبل غاصب فرنگیوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے آزادی کا پرچم سربلند رکھنے کے لیے اپنی جاں کا نذرانہ پیش کر کے جام شہادت نوش کیا تھا۔ وہی ٹیپو سلطان جس نے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر اپنا یہ قول سچ کر دکھایا کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔'' اپنے دور کے حالات میں ٹیپو نے جو کارنامے انجام دیے ان کا موازنہ مشرق میں سلطان صلاح الدین ایوبی اور مغرب میں نپولین بونا پارٹ کے ساتھ کیا جا سکتا ہے

ٹیپو سلطان تاریخ ساز شخصیت اور بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا لیکن اس کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ دشمنوں سے زیادہ اپنوں کے سازشی نرغے میں گھرا ہوا تھا۔ جس طرح میر جعفر نے نواب سراج الدولہ کو اور میر عالم نے نظام حیدرآباد کو ڈسا تھا اسی طرح میر صادق جیسے آستین کے سانپ نے سلطان ٹیپو کو ڈس لیا۔ میسور کے فرمانروائے عظیم حیدر علی کے یہاں ۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو دیون ہلی کے مقام پر ٹیپو 'مستان شاہ نامی درویش کی دعا سے پیدا ہوا۔ چنانچہ حیدر علی نے اسی نسبت سے اس کا نام ٹیپو سلطان رکھا۔ مورخین نے ٹیپو سلطان کو شیر میسور کا لقب دیا ہے جو بالکل بجا ہے کیونکہ ٹیپو نے شیر کو اپنی قوت دست و بازو سے مغلوب کیا تھا یہی وجہ ہے کہ سلطان نے شیر کو ریاست کی سرکاری علامت بنا دیا اور ہر اہم اور قیمتی شے بشمول بندوقوں تلواروں اور توپوں پر بھی شیر کے نشان کو استعمال کیا۔ ٹیپو سلطان کے والد حیدر علی غیر تعلیم یافتہ تھے مگر وہ علم کے بہت بڑے قدر دان تھے وہ ٹیپو کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے خواہاں تھے چنانچہ انہوں نے ٹیپو کے لیے مختلف زبانیں سیکھنے کا بندوبست کیا۔ بلوغت تک پہنچتے تک ٹیپو جنوبی ہند کی زبان کنڑا کے علاوہ عربی' فارسی' اردو' سنسکرت' فرانسیسی او انگریزی پر عبور حاصل کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ریاضی اور علوم سائنس میں بھی مہارت حاصل کر لی۔ ان کے کتب خانے میں مختلف زبانوں کی

دوہزار سے زائد نادر کتابیں موجود تھیں۔ اپنے والد حیدر علی کی فوج کے ایک ماہرِ جنگ غازی خان سے فوجی تربیت حاصل کی تھی اور انہوں نے پندرہ سال کی عمر سے ہی اپنے والد کی جنگی مہمات میں حصہ لینا شروع کردیا تھا۔

۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء کو سرطان کے موذی مرض میں جب سلطان حیدر علی نے وفات پائی تو ابوالفتح علی خان ٹیپو سلطان نے اپنے والد کا تخت سنبھالا۔ اس وقت ان کی عمر ۳۲ سال تھی۔ میسور کی سلطنت کو اس وقت تین طاقت ور حریفوں کا سامنا تھا' فرنگی' مرہٹے اور نظام دکن۔ ٹیپو سلطان شیر دل مجاہد اور سچے مسلمان تھے۔ وہ ہر وقت باوضو رہتے' فجر کی نماز کے بعد بلا ناغہ تلاوت قرآن مجید کرتے مکروہات سے مکمل اجتناب کرتے اور شاہی فرامین کی پیشانی پر اپنے ہاتھ سے بسم اللہ تحریر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی سلطنت کو ''سلطنتِ خدادادِ میسور'' کے نام سے موسوم کیا۔ آخری عمر میں انہوں نے پلنگ پر سونا ترک کر کے زمین پر کھدر بچھا کر سونا شروع کردیا تھا۔ ایک ایمان دار اور کھرے مسلمان کی حیثیت سے ان کا دل و دماغ تمام تعصبات سے پاک تھا۔ وہ تمام رعایا کو ایک ہی نظر سے دیکھتے تھے جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے پورے دورِ حکومت میں آخری وقت تک غیر مسلم بھی اعلیٰ سول اور فوجی عہدوں پر مامور رہے۔

ان کا دورِ حکومت صرف سولہ سال پر مشتمل ہے جس کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ میں گزرا تھا لیکن اس کے باوجود جو بھی مہلت انہیں ملی انہوں نے اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور ملکی امور کو نہایت عمدگی سے چلایا۔ اس قلیل مدت میں انہوں نے بیشمار ایجادات و اصلاحات کیں جو سب کی سب رعایا کی بہتری اور فلاح بہبود کے لیے تھیں۔ راکٹ کی تیاری اور اس کا استعمال بھی سب سے پہلے ٹیپو سلطان نے ہی کیا جس کا اعتراف امریکہ کے خلائی ادارے ناسا نے فوجی میوزیم میں ٹیپو سلطان اور ان کے ایجاد کردہ راکٹ کی تصویروں کو آویزاں کر کے کیا ہے۔ ٹیپو کی زرعی اصلاحات کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔ اسی نے سب سے پہلے جاگیرداری نظام کا خاتمہ کیا اور خالی و غیر کاشت زمین کسانوں میں تقسیم کردی۔ اس کے علاوہ انہوں نے نئے اقسام کے بیجوں اور مختلف کھادوں کو متعارف کروایا اور کسانوں کو آسان شرائط پر قرضوں کی فراہمی کے لیے ایک زرعی بینک بھی قائم کیا۔ شعبۂ طب کے لیے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ سلطان نے طب کے نئے نئے موضوعات پر تحقیقی کتابیں لکھوائیں اور طبیبوں اور ویدوں کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی بھی کی نیز عوام کے لیے علاج معالجے کی سہولتیں بھی عام کردیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے مئی کا مہینہ یادوں کے زخم ہرے کردیتا ہے یہی وہ مہینہ تھا جب مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو ۱۸۵۷ء میں تخت و تاج سے محروم کر کے ظالم فرنگیوں نے اس کے بیٹوں کے سر قلم

کر کے مظلوم باپ کو طشت میں رکھ کر پیش کیے اور درندہ صفت میجر ہڈسن نے شہزادوں کا خون پی کر خوشی میں رقص کیا۔ ٹیپو سلطان کی شہادت اور برصغیر کے مسلمانوں کے مشہور سیاسی لیڈر اور منفرد شاعر مولانا حسرت موہانی کی وفات بھی اسی مہینے کی ۱۳ تاریخ کو ہوئی۔ شہنشاہِ تغزل حسرت گفتار کے ہی نہیں کردار کے بھی غازی تھے۔ فرنگیوں سے نفرت پر مبنی ان کا درج ذیل شعر شیر دل ٹیپو کی فکر کا آئینہ دار ہے۔

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی خدمتِ انگریز نہ کرتے

اپنے جذبۂ حریت کی بنا پر وہ بجا طور پر رئیس الاحرار کے لقب کے مستحق قرار پائے۔ ٹیپو سلطان شجاعت کا پیکر تھا۔ اس نے اپنے دشمن پر کبھی پشت سے وار نہیں کیا اور نہ ہی بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو ہلاک کیا نہ ہی ہتھیار ڈالنے والی فوج کو قتل کیا۔

فرنگیوں کے خلاف ٹیپو سلطان کی مجاہدانہ معرکہ آرائی ایک مکمل تاریخ کا احاطہ کرتی ہے جس میں مسلمانوں کے موجودہ حالات سے بڑی مماثلت نظر آتی ہے اس مردِ مجاہد کو آج سے سوا دو سو سال قبل جن بیرونی خطرات کا سامنا تھا آج من حیث القوم ہم اسی طرح کے خطرات اور چیلنجوں سے دوچار ہیں۔ چنانچہ وقت اور حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ٹیپو کے یوم شہادت کو اس کے شایان شان نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ منایا جائے اور ان کی بے مثال قربانی اور کارناموں کو خوب اجاگر کیا جائے۔

☆
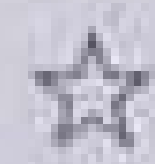
شہید ٹیپو کو سلام

خان آصف

تم نے جتنے راز چھپائے سب کو طشت از بام کیا
آنے والے یاد کریں گے میں نے کیسا کام کیا
بت شکنوں کے بیٹوں نے معبود تراشے دولت کے
مسجد و گاہ حرص و ہوس میں ذکر کرشن ورام کیا
قاسم کی تلوار کو بیچا تم نے فرنگی کے ہاتھوں
غوری و بابر کا سرمایہ نذرِ بادہ و جام کیا
وقت غلاظت پھینک رہا ہے اب بھی تمہاری قبروں پر
گردشِ ماہ وسال نے آخر تم پر یہ انعام کیا
تم نے جتنے راز چھپائے سب کو طشت از بام کیا
آنے والے یاد کریں گے میں نے کیسا کام کیا
سترہ سو ننانوے کیسا خونی سال تھا یاد کرو
کاویری کی گود بھری تھی کیسی کیسی لاشوں سے
دریا دولت باغ میں کیسا حشر اٹھا تھا یاد کرو
جتنے چراغِ مہر و وفا تھے بجھ گئے کالی آندھی میں
یاد کرو اس رات میں غم کی ، ٹیپو کیسا تنہا تھا
شیر اکیلا چیخ رہا تھا ، ہے کوئی تم میں اہل یقیں
مقتل سے آتی تھی صدا اب کوئی نہیں ، اب کوئی نہیں
حرص وہوس کے رنگ تھے سارے کوئی وفا کا رنگ نہ تھا
میں بھی نہیں تھا تم بھی نہیں تھے کوئی شریکِ جنگ نہ تھا
دو صدی کے بعد ہم آئے ، آتے ہی لبیک کہا
سو میں نے الفاظ کو اپنے تیر و کماں میں ڈھال لیا
وہ میرا سالار جلالی، مورچہ اس نے سنبھال لیا
پھر عکس و آہنگ سے ہم نے اہلِ وفا کی جنگ لڑی
پھر جتنے غدّارِ وطن تھے ، سب کا قتلِ عام کیا
آنے والے یاد کریں گے ہم نے کیسا کام کیا

ٹیپو سلطان۔ کاروانِ آزادی کا سپہ سالار

سید خضر محمود

ٹیپو سلطان ایک ایسا قد آور اور دانشمند سپہ سالار تھا جسے جنگی حکمتِ علی، قیادت اور چالوں کا کھیل بخوبی آتا تھا، اسے حیدر علی کے زمانے میں اپنے دورِ طفولیت سے ہی دفاعی و جنگی اصولوں کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ٹیپو سلطان ایشیائی مسلمان ریاستوں کو متحد و منظم کر کے ایک مضبوط اسلامی دفاع کا پروگرام اپنانا چاہتا تھا تاکہ برصغیر میں اسلام کو نقصان نہ پہنچ سکے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے ٹیپو نے ترکی میں خلیفۃ المسلمین سے گزارش کی تھی کہ وہ ہندوستانی مسلمان بادشاہوں، نوابوں، رئیسوں اور راجاؤں کو باہمی اتحاد اور ٹیپو سے تعاون کرنے کا فرمان جاری فرمائیں تاکہ اس کے مشن کی تکمیل ہو سکے۔ ٹیپو ہندو اور انگریز کی مکارانہ اور شاطرانہ چالوں کو خوب سمجھتا تھا اور کامیاب دفاعی حکمتِ عملی اپنا کر انہیں شکست دینا چاہتا تھا۔ ٹیپو سلطان کا بیشتر وقت دفاع کو مضبوط اور ریاست کو مستحکم بنانے میں صرف ہوا۔ اس نے اسلحہ کی فراہمی کو ممکنہ اور مسلسل بنانے کے لیے ریاست کے طول و عرض میں اسلحہ فیکٹریاں قائم کیں جن میں یورپ سے حاصل کردہ جدید ٹیکنالوجی کے مطابق ہتھیار تیار کیے گئے بلکہ پہلی مرتبہ راکٹ بھی بنائے اور استعمال کیے۔ ٹیپو نے فوج کے شعبوں کو طاقتور بنانے کے لیے صحت مند افراد اور ہنر مند کاریگروں کو بھرتی کیا اور بیرون ممالک سے عمدہ نسل کے گھوڑے منگوا کر ان کی چاق و چوبند نسل تیار کی۔ جنوبی ہند میں اونٹ سوار دستہ اور ہاتھی سوار فوج بھی ٹیپو نے منظم کی تھی۔ ٹیپو نے سمندری اور ملکی حدود کی حفاظت کے لیے بحری اڈے قائم کیے۔ بحری جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے۔ فوج اور بحریہ کو جدید انداز میں منظم کر کے ان کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔

کامیاب دفاع کے لیے ''اتحاد بین المسلمین'' ضروری تھا اور اس غرض سے ٹیپو نے عرب ممالک، سعودی عرب، یمن، قطر کے علاوہ ایران، افغانستان، ترکستان وغیرہ سے رابطہ قائم کیا اور انگریزوں کی پالیسیوں اور ان کے زہریلے اثرات سے نمٹنے کے لیے نپولین بونا پارٹ سے مراسم بڑھائے جو انگریزوں کا دشمن تھا۔ کامیاب ملکی دفاع کے لیے رعایا کا خوشحال ہونا ملک میں امن و امان اور ریاست کا مالی طور پر مستحکم ہونا نہایت ضروری ہے اور ٹیپو کو اس امر کا بخوبی ادراک تھا اس لیے اس نے بھرپور کوششیں

کی اور ہر شعبے کو مضبوط بنایا جس کی وجہ سے رعایا اور فوج اس پر جان چھڑکتی تھی۔ ٹیپو نے اندازہ کر لیا تھا کہ ہندوؤں کے خمیر میں دھوکہ دہی اور احسان فراموشی ہے جس کے باعث نبھانا یا گزارہ کرنا مشکل ترین امر ہے گویا ایک طرح سے دو قومی نظریے کی بنیاد ٹیپو کے عہد میں پڑ چکی تھی۔ ٹیپو نے قلیل وسائل' ذرائع اور معمولی طاقت و قوت کے باوجود اپنے سے کئی گنا طاقت ور دشمن سے جو جنگیں لڑیں اور جو حکمتِ عملی اپنائی وہ اسے عظیم اور ہونہار سپہ سالار ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ٹیپو سلطان تاریخ ساز اور عہد ساز شخصیت کا مالک تھا' اس کی ذات وصفات ہمہ گیر اور پہلو دار تھی وہ وقت کا تابعدار نہیں بلکہ وقت اور زمانے کو تابع رکھنے کی خصوصیات سے مزین تھا لیکن اس کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ دشمنوں سے کہیں زیادہ اپنوں کے نرغے میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے گھر اور خوابوں کو اسی کے گھر کے چراغوں سے آگ لگ گئی۔ ''میروں'' نے سارے ہندوستان کو تباہ و برباد کر دیا۔ میر جعفر نے سراج الدولہ کو غارت کر دیا' میر عالم نے نظام حیدر آباد کا بیڑہ غرق کیا اور میر صادق جیسے آستین کے سانپ نے ٹیپو کو ڈس لیا۔ ٹیپو کی موت انگریزوں کے لیے فتح تھی لیکن یہ وہ فتح تھی جو جھوٹ' فتنہ' سازش' غداری' نمک حرامی اور دھوکا دہی سے حاصل کی گئی تھی بزورِ شمشیر نہیں۔ دنیا کی بیشتر نامور شخصیات کے تذکروں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں جن کا ذکر صرف صفحات کی حد تک محدود ہے لیکن ٹیپو سلطان وہ واحد مشرقی اور مثالی حکمران ہے جس کا تذکرہ نہ صرف تاریخ کے صفحات پر سنہری الفاظ سے رقم ہے بلکہ دو سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود عوام کے دلوں میں زندہ اور زبانوں پر پائندہ ہے۔ ٹیپو سلطان کا دورِ حکومت نہایت مختصر ہے۔ اس نے 16 برس اور چار ماہ حکومت کی اور اس کا بیشتر وقت جنگ و جدل میں گزرا لیکن اس کے باوجود ٹیپو نے سینکڑوں اصلاحی تعمیری' تہذیبی' ادبی و ثقافتی' معاشرتی' زراعتی اور مفادِ عامہ کے کام کیے۔ وہ شریعتِ محمدی کا سچا پیرو تھا ساری عمر شریعت و طریقت سے بھرپور زندگی گزاری۔ اس کے کارناموں کو اگر ترتیب وار اور تفصیلاً بیان کیا جائے تو شاید ایک کتاب بن جائے۔ زندگی کے ہر شعبے میں اس کی اصطلاحات اور اختراعات موجود ہیں مثلاً ٹیپو سلطان ہی جدید عہد کے راکٹ کا بانی ہے۔ امریکہ کے خلائی ادارے ''ناسا'' کے نیشنل میوزیم میں جو تصاویر ٹیپو سلطان سے متعلق آویزاں ہیں ان میں ٹیپو کے ایجاد کردہ راکٹ کے ڈیزائن اور متعلقہ تفصیلات کے ساتھ یہ عبارت ہے کہ جدید عہد کے راکٹوں کا آئیڈیا ٹیپو کی ایجاد سے اخذ کیا گیا ہے۔

ٹیپو کو جنگی چالوں میں بے پناہ مہارت حاصل تھی۔ اس کی فوجی صلاحیتوں کو اس کے والد نواب حیدر علی کی زیر تربیت فروغ ہوا تھا اس کی دلیری' بے پناہ قوت ارادی اور فوجی مہارت کا دشمن بھی معترف تھا۔ ایک جنگ میں جب ٹیپو نے اپنی قلیل تعداد اور دشمن کی کثرت کا اندازہ کیا تو اپنی فوج کے حوصلے اور

مورال کو بلند کرنے اور دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لیے راتوں رات جنگل سے لکڑی کٹوا کر لکڑی کی بندوقیں تیار کروائیں اور بیگار میں پکڑے ہوئے لوگوں اور دیہاتیوں کے ہاتھ میں یہ لکڑی کی بندوقیں تھما کر انہیں اس انداز سے صف آرا کیا کہ انگریزوں نے جب صبح اتنی بڑی تعداد میں مسلح سپاہی دیکھے تو ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ پسپا ہو گئے۔

ٹیپو شجیع اور بانکا سپاہی بھی تھا کہ اس نے لاتعداد مواقع کے باوجود کبھی دشمن پر عقب سے حملہ نہیں کیا اور نہ ہی بھاگتی ہوئی سپاہ کو ہلاک کیا نہ ہتھیار ڈال دینے والی فوج کو قتل کیا جبکہ یہ ساری برائیاں انگریزوں سے سرزد ہوئیں جو خود کو مہذب اور تعلیم یافتہ کہتے تھے۔ مختصراً یہ کہ ٹیپو سلطان وہ تنہا' مثالی اور عظیم حکمران اور انگریزوں کے سامنے سدِ سکندری تھا جو سارے ہندوستان کی جنگ تن تنہا انگریزوں سے لڑ رہا تھا' ہندوستان خوابِ غفلت میں ڈوبا ہوا تھا لیکن ٹیپو سلطان آزادی' عزت نفس اور وطن کے تحفظ کے لیے جاگ رہا تھا۔ ٹیپو سلطان آج بھی جاگ رہا ہے کہ وہ شہید ہے اور شہید کبھی نہیں مرتے۔ انہیں ابدی حیات مل جاتی ہے۔ ٹیپو کی قبر کی مٹی آج بھی غیرت وحمیّتِ ملی کی حرارت سے مزین ہے جبکہ غداروں کی قبریں تک مدورِ زمانہ کے ساتھ پامال ہو گئی ہیں۔

صلۂ شہید کیا ہے تب وتاب جاودانہ

راکٹ اور میزائل ٹیکنالوجی کے موجد

ٹیپو سلطان

سید بابر محمود

سابق صدر جمہوریہ ہند اے پی جے عبدالکلام آزاد نے جو خود بھی ایک اعلیٰ درجے کے راکٹ سائنسدان ہیں اس امر کا اعتراف کیا کہ راکٹ سازی' میزائل سازی اور اس کے استعمال کی ٹیکنالوجی کا موجد ٹیپو سلطان ہے جس نے 1792 کی جنگ میں پہلی بار انگریزوں کے خلاف راکٹ استعمال کر کے جنگ جیتی تھی جس سے دنیا کو پہلی بار راکٹ اور اس کی اہمیت کا پتہ چلا تھا۔ عبدالکلام کے احکام پر مشہور سائنسدان ڈاکٹر اے سیوا تھانو پلے نے سرنگا پٹنم کے مختلف مقامات کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ یہیں سے راکٹوں کی تیاری کا آغاز ہوا تھا۔ اس لیے یہ مقام راکٹوں کی جنم بھومی ہے۔ ہندوستانی خلائی پروگرام کے موجد ڈاکٹر وکرم سارا بھائی نے بھی اعترف کیا ہے کہ اوّلین راکٹ اور میزائل سرنگا پٹنم میں ہی تیار ہوئے تھے۔

ڈاکٹر سیوا تھانو پلے نے لندن کی رائل آرٹیلری میوزیم کے دورے کے موقع پر کہا کہ وہاں موجود دستاویزات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ 1792 کی جنگ میں ٹیپو سلطان کی فوج نے راکٹوں کے حملے سے ہی انگریزوں کی فوج کو شکست دی تھی۔ ٹیپو سلطان کی فوج میں بیک وقت تین راکٹ داغنے کی صلاحیت موجود تھی اور ان کی راکٹ فوج میں 6000 سپاہی تھے جو راکٹ حملوں کے ماہر تھے۔ ٹیپو سلطان کے یہ جنگی اسلحہ ایک ایسے دور میں جدید ترین تھے جبکہ دیگر ترقی یافتہ فوجوں نے ان کو سمجھنے کے لیے تحقیق کا آغاز بھی نہیں کیا تھا۔ ٹیپو سلطان کے ان جنگی راکٹوں اور میزائل کی تصاویر اور ان سے متعلقہ مکمل تفصیلات و معلومات امریکہ کے خلائی ادارے ناسا کے میوزیم کی ایک بڑی دیوار پر آویزاں ہیں۔

عظمتِ جہاں۔ٹیپو سلطان

انور اقبال

تاریخ کے صفحات پر ایسے سینکڑوں نام ثبت ہیں جنہوں نے بہادری، سرفروشی و مردانگی کے جوہر دکھاتے ہوئے میدانِ کارزار کو اپنے لہو سے گل رنگ بنادیا لیکن وقت کی عدالت میں شجاعت کا معیار کچھ اور ہے۔ اس کی نظر میں مردانگی یہ نہیں کہ آدمی محض اپنی انا کا جھنڈا بلند کرنے اور خود کو بہادر اور شجیع کہلانے کی خاطر شمشیر وسناں سے کھیلنے کا شوق پورا کرے اور اس بازی میں جان ہار بیٹھے تو مردِ میدان کہلانے کا حق دار بن جائے بلکہ اصل بہادری اور مردانگی یہ ہے کہ انسان اپنے لیے نہیں بلکہ پوری قوم کی بقا اور اعلیٰ نظریات کی پاسداری کے لیے بڑی سے بڑی باطل اور غاصب قوتوں کے آگے آہنی چٹان بن کر ڈٹ جائے اور وقت پڑنے پر کافر طاقتوں کے سامنے سر جھکانے کے بجائے سر کٹانا منظور کرلے۔ تاریخ کے صفحات پر ایسا ہی ایک جگمگاتا نام شیرِ میسور ٹیپو سلطان شہید کا ہے۔ دیارِ ہند سے پوچھیں، ہمالیہ سے دریافت کریں، سرنگا پٹم کے میدان جنگ سے سوال کریں کہ حریت پسند سرفروشوں کی فہرست میں ایسا کوئی دوسرا نام بھی ہے؟ چاہے میتھیوز ہو چاہے کارنوالس ہو، چاہے ولزلی، چاہے مرہٹے ہر ایک کو دندان شکن جواب دینے والا ایسا مردِ جری جس پر ماں کی کوکھ کو بھی فخر ہو ایسا سپوت صرف ٹیپو ہے۔ جو اپنے لیے نہیں پوری ملت اور پورے خطّے کی بقا کے لیے شمشیر بکف اور سینہ سپر دکھائی دیتا ہے جس نے قومی غیرت اور حمیت کے لیے خون کا آخری قطرہ تک بہادیا' ہر جدوجہد کرنے والے انسان کی زندگی میں دو ہی صورتیں سامنے آتی ہیں بے عزت زندگی یا عزت کی موت۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ مصلحت اختیار کر کے اپنی ریاست اور اقتدار کو بچالیتا۔ توپ و تفنگ کو نمائش گاہ میں رکھوادیتا اور بے خوف ہو کر حکمرانی کا شوق پورا کرلیتا مگر جس کا دین و ایمان ربِ ذوالجلال پر ہو وہ بھلا کہاں اپنے دنیاوی آقاؤں کو کسی گنتی میں لاتا ہے جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا' جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے۔

جب اپنوں کی ناپاک سازشوں اور غداری نے اس آہنی چٹان میں شگاف ڈالا تو کمپنی بہادر چیخ اٹھی کہ اب ہندوستان ہمارا ہے۔ اگر ننگِ قوم ننگِ وطن، ننگِ دین اس بطلِ جلیل کو دھوکا نہ دیتے تو کمپنی بہادر کو برصغیر سے فرار کا راستہ ہی نہیں ملتا۔ اگر کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ نہ ہوتا تو لکڑی کے کٹنے کا رستہ نہ ہوتا۔

ٹیپو سلطان کی پوری زندگی وطن اور اہل وطن کی خدمت میں گزری۔ اس کا ہر عمل صرف اور صرف خالق کی رضا، سرکار دو جہاںؐ کی خوشی اور مخلوق کی بھلائی کی خاطر تھا۔ اس نے ہمیں یہ راہ دکھائی ہے کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔''

☆

محشرِ رہبری

اپنا لو قول اس کا چلو تم اسی طرح
گیدڑ کی کیا بساط جیو شیر کی طرح
حیدر علی کا جذبۂ دل نورِ عین ہے
ٹیپو دکن کی کرب و بلا کا حسینؓ ہے

اردو کا رواج ٹیپو سلطان کی فوج میں

جناب محمد حمید اللہ متعلم بی اے

(ڈاکٹر صاحب نے یہ بصیرت افروز مضمون اپنے زمانہ طالب علمی میں لکھا تھا۔ خاور)

کتب خانہ دفتر ہند (India office library) میں ۷۳۷ تا ۷۵۹ ایک کتاب کے اکیس نسخے مکمل اور نامکمل دونوں قسم کے ہیں۔ جس کا نام ''فتح المجاہدین'' ہے۔ اس کے بعض نسخے ان کتب خانوں میں بھی محفوظ ہیں جیسا کہ ان کی فہرستوں سے ظاہر ہے۔

Bodleian no 1903, Rieu Supplement p 260 134-35W,

Pertsch Berlin Cat. PP

اتفاق سے اس کا ایک نسخہ حیدر آباد میں بھی دستیاب ہے، جس کے تفصیلی معائنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب فوجی اصول وقواعد پر مشتمل ہے۔ فوجی احکام فارسی میں اور جنگی اشعار ''اردو'' میں مندرج ہیں۔ مولف کتاب کا نام زین العابدین ہے۔ دفتر ہند کے نسخے میں ''موسوی'' کا لفظ بھی زاید ہے اور وہ بہت عرصے تک مدراس اور بالا گھاٹ میں قیام کرنے کے بعد آخر کار ٹیپو سلطان کا مصاحب اس کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے کہ ۱۱۰۷ھ میں تیموری سلطنت بعض نوکروں کی ''نمک حرامی'' کے باعث اس قدر ضعیف ہوگئی تھی کہ اہلِ مغرب نے جو سواحلِ ہند کے کوٹھی دار اور تجارت کے بہانے سے ہمیشہ کمین میں رہتے تھے بعض غداروں کو وسیلہ بنا کر ''ملک گیری'' اور ''ملک ستانی'' شروع کی اور تمام مملکت بنگالہ اور کرناٹک کا کچھ حصہ اور بندرگاہ سورت اپنے قبضہ میں کر لیا اور حالت یہاں تک نا گفتہ بہ ہوگئی کہ رعایا لوٹی جانے لگی اور مسلمان قیدی چین وافریقہ میں غلام بنا کر فروخت کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کو اس ظلم وستم اور خرابی کا علاج بتا کر بیان کرتا ہے کہ یورپیوں کی جنگ میں برتری اور غلبے کا اصلی راز ان کے توپ وتفنگ میں ہے اس لیے بادشاہ نے توپ خانہ اور طریقہ حملہ اور ''سپہ آرائی'' میں نظام قائم کیا جن کی وجہ سے انہیں فتح یابی حاصل ہوتی رہی۔ پہلے یورپی فوج کی تعریف اور پھر اپنے بادشاہ کے نظام کی تعریف سے پتہ چلتا ہے کہ یورپی قواعد ہی کو مناسب ترمیم کے بعد رائج کر لیا گیا تھا۔ دیباچے کے آخر میں لکھتا ہے کہ ۱۱۹۷ھ میں راست شاہی حکم پہنچا کہ وہ سلطنت کے فوجی قواعد کو ایک کتاب کی صورت

میں مرتب کرے تاکہ یہ ''علم شریف و ہنر لطیف'' جو ہندوستان میں نایاب و مفقود ہے رواج پا کر اسلامی فوجوں کی فتح کا باعث ہو۔ اس کا آخری جملہ اس سلسلے میں شروع ہوتا ہے۔ ''اولاً بارہ از مسائل آں و برخے از ضرویات دین در مقدمۂ کتاب ذکر کردہ تحریر قواعد دیگر پردازو'' اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے مگر انڈیا آفس کے مکمل نسخے ۲۷۳۸ کے متعلق فہرست کی تشریح سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ہماری کتاب مختصر اور خلاصہ ہے چنانچہ لندن کے نسخے میں پہلا باب ''در بیان مثائل (مسائل Read) عقائد و نماز و غیر مثائل (مسائل) منع تمبا کو و نمک حرامی و ترکہ جہاد و غیرہ ہے۔ مگر پیش نظر نسخے میں تمبا کو کی ممانعت کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ اس کے سوا انڈیا آفس کا نسخہ نمبر ۲۷۵۹ جو صرف اقتباس ہے اس میں پہلے دو صفحے ایک حساب میں ہیں جسے گر شرعی کہتے ہیں اس کی عبارت یوں شروع ہوتی ہے۔ ''چو تعدادِ حروفِ کلمات شہادتین بیست و چہاری شود لہٰذا مقدارِ بسیت و چہار عرض الخ۔ و اخر بارہ ورق جسی جدولوں پر مشتمل ہیں۔ اس باب میں اولاً اسلام و ایمان کی تعریف احادیث کے ذریعے کی گئی ہے اس کے بعد اسلامی معتقدات یعنی خدا رسول فرشتے قیامت پیغمبراں قضا و قدر وغیرہ کا تذکرہ ہے پھر مسائلِ وضو اور مسائلِ نماز دو عنوانوں کے تحت ان امور کے متعلق ایک مجمل بیان تحریر کرتا ہے۔ مسائل جہاد اس باب کا آخری عنوان ہے۔ اس میں قرآنی آیتیں، احادیثِ نبوی ﷺ اور (غالباً) ذاتی خیالات مقدس جنگ یعنی جہاد کے متعلق نقل کرتا ہے ان کے مطالعے سے اس زمانے کی اسلامی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے جب کہ ان کے پاس حکومت تھی اور ان پر ایسا بادشاہ حکمرانی کرتا تھا جو توسیع مملکت کا شائق اور جنگ کا دھنی تھا۔ قرآن و حدیث شریف کو جیسا کہ ہر بلیغ عبارت میں ہوتا ہے، مولف کتاب بھی تاویل و توضیح کے ذریعے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد چند سیاسی جرائم کا تذکرہ کرتا ہے کہ سازش اور خیانت وغیرہ وغیرہ کی کیا سزا ہے پھر شرعی جرائم اور گناہوں کا اور آخر میں کسی بادشاہ کی نا اہلیت اور وفاداری سلطنت کے مسائل پر اس باب کو ختم کرتا ہے۔ (یہ ۵۴ صفحوں میں آیا ہے ہر صفحے پر دس سطریں ہیں۔ خط بہت جلی ہے۔ تقطیع چھوٹی ہے) انڈیا آفس کے نسخے میں دوسرا باب ''در بیانِ فالنامہ اذن علی و اسمائے نو مقرری برائے تقسیم حساب و لفظ زن و تعداد مقرری الخ'' ہے مگر پیش نظر نسخے میں یہ باب سرے سے غائب ہے۔ باب سوم تدابیر حرب کے بیان میں ہے اور بابِ اول کے بمقابل بہت مختصر ہے چنانچہ صرف ۱۴ صفحوں میں آیا ہے مگر اس سے زیادہ اہم اور دلچسپ ہے کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کے اصول جنگ کیا تھے فوج کو کس طرح آراستہ کرنا چاہیے' جنگل یا میدان یا پہاڑ یا چشمہ مقامِ جنگ ہوں تو آراستگی میں کیا تفاوت ہوتا ہے' توپ و بندوق سے کس طرح مناسب کام لیا جا سکتا ہے۔ ''جنگ صعب'' اور ''جنگ قزاقی'' کب اور کس طرح کرنی چاہیے۔ شب خون دشمن کی فوج کے میدان میں خیمہ زن ہونے کے وقت کرنا کیوں مفید

ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے! دشمن کی فوج زیادہ ہو تو کس طرح مقابلہ وقیام کرنا چاہیے اور کم ہو تو کن باتوں سے خبردار رہنا ضروری ہے۔ سوارہ فوج کہاں رہے اور فوج کی کس طرح تقسیم ہو! کوچ کا طریقہ اور اس کی ضروریات اور قابل لحاظ باتیں! افسر اعلیٰ موقع محل کا خود معائنہ کر کے اس علم سے جنگ میں کس طرح فوج کی رہنمائی کرے، ہوا کے رخ کا جنگ کے وقت لحاظ، افسر اعلیٰ کے قتل پر اس کی فوری جانشینی اور بلا تاخیر جنگ کا جاری رکھنا، قلعہ بند ہونے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے، پسپائی اور واپسی، سپاہ کی مقدار میں کمی اور زیادتی اور دشمن کی تعداد کے لحاظ سے جنگ شروع کرنے کا وقت، جاسوسی یا جنگ کی ابتدا خود نہ کرنی چاہیے، قلعہ شکنی میں اولاً کن حصوں پر گولہ باری ہو وغیرہ۔ باب چہارم ''حکم نامہ بنام سر بخشی و متصدیان تعلقہ کچہری حضور'' میں ہے۔ انڈیا آفس کے پہلے نسخے میں ''وغیرھا'' زاید ہے اور نمبر ۲۷۴۶ میں ''بنام سپہ دار وغیرھا'' ہے۔ اس باب میں اولاً نمک حرامی کے اقسام بتا کر ممانعت کی گئی ہے کہ حکام ان سے باز رہیں اور اپنے ماتحتوں پر سب ہی نگرانی رکھیں۔ چنانچہ سپاہیوں کا ''چہرا'' یعنی حلیہ لکھنے اور ماہ بہ ماہ تنخواہ تقسیم کرنے، پریڈ اور قواعد کے ذریعے سپاہ کو مستعد رکھنے اور سامانِ حرب وضرب کی نگہداشت اور اس کے مہیا رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ سامان حرب وضرب توپ اور گولہ بارود کے علاوہ بندوق اور ''قطار وطرنگ'' وغیرہ کی نگرانی ہو اور ٹوٹی پھوٹی چیزوں کی مرمت سرکاری کارخانے میں فوراً کرائیں۔ فوجی اصطلاحات میں فارسی الفاظ کے رواج کا حکم اور ''امر ونہی ایزدی واحکام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا جو ترجمہ عربی سے کرایا گیا ہے اس پر عمل ورواج کا خیال رکھیں اور خلاف ورزی پر فوراً سزا دیں۔ اس کے بعد تمام (پریڈ یا قواعد) کا ذکر ہے جس کے ابتدائی حصے کی نقل دلچسپ نہ ہوگی۔

ہوشدار۔ استاد دمک۔ چپ پشت گرد۔ وہ پنج گام رو۔

وغیرہ وغیرہ بدستور بزن راست گرد چپ گرد صفین ملحق (یعنی متفرق ہو جاؤ)

جلد قدم' آہستہ قدم' قدم بزن' باش' برابر راست بین اور اسی قسم کی چند اصطلاحات ہیں جو غالباً فارسی یا انگریزی کا ترجمہ ہیں۔ ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ بعض ترکی الفاظ بھی مروج ہیں مثلاً قاشلق' جوق' بعض الفاظ مثلاً دمک' قشون' تیپ' چمان کا مفہوم پوری قواعد کا گہرا مطالعہ کرنے پر کوئی فوجی قواعد دان سمجھ سکتا ہے۔ ہر قسم کی فوج کے لیے علیحدہ علیحدہ قواعد تھے۔ قواعد چلیپا رنگروٹوں کے لیے ہے تو قواعد غیر اوقاف مقرری گردش' گشت' جنگ دو بازو (جن کی تین قسمیں ہیں) جنگ دو طرف' قاعد توپ (جس میں پر کن اور سر کن اچھے الفاظ ہیں) قواعد چہار توپ' قواعد نیزہ' قواعد شمشیر اور باب قدم میں پورے احکام پریڈ موجود ہیں۔ اس کے آگے یزک دار' وضعدار' جمعدار' سرخیل' جوقدار' رسالہ دار' سپہ دار' بخشی ومتصدی لکھے گئے ہیں۔ جن میں ان کی فرائض کی تشریح کر کے قصور اور سزا کی مقدار کا بھی تذکرہ ہوا ہے سب سے

چھوٹا عہدہ یزک دار اور سب سے بڑا سپہ سالار ہے اور درجہ بدرجہ ترقی مل سکتی ہے۔ اور قاعدہ تبدیل یزک (پہرہ) اور قاعدہ کیون اول اور قاعدہ تبدیل منقلا (گارڈ) قاعدہ چاشت وشان (یعنی صبح وشام) کی پوری تفصیل ہے پھر ایک دلچسپ عنوان ہے جو پورا پورا نقل کیا جاتا ہے۔ یہ محافظ و بگزاروں کے متعلق ہے ۔"قاعدہ سوال و جواب یزک دار و مردم رہگزر۔"

سوال کیست؟

جواب سرکار!

سوال کے سرکار؟

جواب حیدری سرکار!

سوال کے جوق

جواب فلاں جوق (فلاں کی جگہ نام لینا چاہیے)

تعطیل اور جنگ کے وقت حفاظ و نگرانی اور رخصت کے احکام اور سزا کے بعد یہ باب ختم ہوتا ہے۔

پانچواں باب تفویضِ خدمات میں ہے یعنی ترقی و تقرر۔ اس سلسلے میں بیان ہوا ہے کہ ہمیشہ ترقی ایک دم نہ دینی چاہیے بلکہ یزک دار کو دفعدار پھر جمع دار پھر سرخیل، پھر جوقدار، پھر رسالہ دار، پھر سپہ دار پھر سپہ سالار یعنی دو تین سپہ داروں کا حاکم بنانا چاہیے۔ لائق سرخیلوں کو یساقچی اور یساقچی گری کے بعد جوقدار بنانا مناسب ہے اور کوئی شخص خواہ کتنا ہی مدبر شجاع کیوں نہ ہو اس کو یکدم بڑے عہدے پر ترقی نہ دینی چاہیے بلکہ درجہ بدرجہ لیکن جلد جلد ترقی دی جاسکتی ہے۔

رخوت (یونیفارم) سلام، رخصت (اختتام پریڈ) کے بعد "سرکردن توپ ہائے خوشی" کا بیان ہے کہ عید، رمضان، ذی الحجہ اور اپنی جماعت کی فتح پر گیارہ توپ، شاہی فتح پر سوا یک دفعہ، غروب آفتاب کی دروازے بند ہونے کے وقت اور طلوع آفتاب اور دروازے کھولنے کی اطلاع میں ایک ایک توپ چلائی جاتی تھی۔ ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ اپنے سے صرف ایک درجہ کم یا زائد کے عہدیدار کے ساتھ مل کر کھانا کھایا جاسکتا تھا۔ اس سے زیادہ پر تنبیہہ کی جاتی تھی۔ اس کے بعد ایک انڈکس ہے جس میں انگریزی یا فرانسیسی فوج کے مروجہ اصطلاحات کا ترجمہ جو سلطانی فوج میں بطور مترادف استعمال کیا جاتا تھا، مندرجہ ہے جس سے بہت مفید معلومات ملتی ہیں۔ نستعلیق حروف جو ذیل میں اصل میں سیاہ ہیں اور نسخ یعنی عربی سرخی سے تحریر ہیں۔

اسمائے صاحب خدمات وغیرہ

قشون	ٹکری۔ سپہ دار	سردار ٹکری
رسالہ دار	کمندان۔ جوقدار	صوبدار

سرخیل جماعدار۔دفعدار نایک

یزک دار سپاہی۔یساقچی اجمین (مراد اجنٹ)

سریساقچی جنرل اجیٹن۔سام گاہ پریٹ (مراد پریڈ)

منشور وردی۔منقلا کاٹ (مراد گارڈ)

رسالہ بٹالم (مراد بٹالین)۔جوق کمپنی

یزک پھرہ۔نشان پرول (یعنی واچ ورڈ)

منقلائی پیش مکاؤ (وین گارڈ) منقلائی عقب ریر گارڈ

کیوان راؤنڈ۔کیوان اول گرانڈ راؤنڈ

کیوان دوم رجیٹ راؤنڈ۔کیوان سوم پٹ راؤنڈ

سام کمان (کمانڈ) یعنی قواعد یا پریڈ

ثریا فیل (غالباً فائل) کہکشاں لام (غالباً لائن)

نہ دیکھی تیغ کبھی خواب میں بھی روئی نیام غالباً نیزوں سے لڑائی کے وقت بجائی جاتی تھی۔

غزل۔وقتِ ضرب سنان۔جنگلہ:

یاالٰہی رہے تاحشر وہ سلطانِ جہاں
جس کے ہے عدل سے سرسبز گلستانِ جہاں
سرنوشت آیہ فتح است علم کے جس کے
کیوں نہ دیں باج سے جملۂ شاہانِ جہاں
حیدری رسم کو احیا کرے عالم جو کوئی
ہے بجا کہئے اگر اس کے تئیں جانِ جہاں

صبح سویرے یہ غزل بجتی تھی:

فرنگ و زنگ تری تیغ سے کیوں نہ لرزاں ہو
کہ جس کے خوفِ دم سے برق ہر دم پا بہ داماں ہو
دعا کرتا ہے ہر یک مور جس وادی سے تو گزرے
کہ یا رب یہ جہاں داورِ زمانہ کا سلیماں ہو
لبِ ہر ذرہ سے یہ لفظ نکلے ہے بصد آمیں
فلک پر مہر ہے جب تک زمیں پر ٹیپو سلطاں ہو

ذیل کی غزل فوج کے بدلنے کے موقع پر بجائی جاتی تھی۔

غزل وقتِ تبدیل منقلا پنج گھڑی، روز بمانده.....توری:

بلبل ثنا کرے ہے جب گل کی گلستاں میں
میں خُلق کا تیری وصف کہتا پھروں جہاں میں
گر یادِ خُلق تیرا گزرے چمن کے دل پر
طاق بلند نسیاں ہے جامی نامِ کسریٰ
شہرہ ہوا تیرا عدل از بسکہ اب جہاں میں

یہ رباعی صبح بجائی جاتی تھی۔

رباعی وقت نشان سہ پاس روز گزشتہ۔سارنگ:۔

روشن ہے تیرے سے اب چہ ماچیں وچہ زنگ ای مہر جمال
انگشت نما ہے تیغ تیری درشہرِ فرنگ مانند بلال
اودے تیرے عدل میں یہ صورت جگے میں بے رنگ گذاف
پالے جگہ ہے بغل میں اپنے آئینہ کو سنگِ فرزند مثال

غزل وقت شاں یعنی دو گھڑی روز باقی ماند۔کوری

خلق تیرا کرے جو عطاری
آوے یوسف پئے خریداری
ہجر کی رات دیدۂ عاشق
بخت سے تیرے سب کی بیداری
اُٹھ گیا اب جہاں سے نام خراب
ہے تیرے عدل کی یہ معماری

غزل وقتِ توپ شب کہ یک پاس گذشتہ می زنند۔کلیان

ازل سے ہو جو مسمیٰ بظلِ الٰہی
اسی سے سیکھے فریدون رسمِ جمجاہی
رہے نہ یوں بر خورشید میں قبائے فلک
جو چست ہے تیرے جامہ پوخلعتِ شاہی
الٰہی جب تیئں قائم ہے آسمان و زمیں
مطیع حکم ہو اس کا زماہ تا ماہی

خوشی اور مسرت کے وقت یہ اشعار بجائے جاتے تھے۔

غزل۔ دروقت سرور فرحت۔ یورپی:۔

دیکھے خواب میں روئے زوال ای ظلِ سبحانی
اگر خورشید سیکھے تجھ سے آئینِ جہاں بانی
مجسم ہو تیرا گر حسن خلق اے آیۂ رحمت
نکالے یک گریباں سر سر باماہِ کنعانی
الٰہی یہ شہ انجم حشم گردش سے گردوں کے
نہ ہو خورشید کے مانند گاہے چیں بہ پیشانی

کسی کو بطور سزا تشہیر کرایا جاتا تو اس کے ساتھ یہ ڈھنڈورا پٹتا۔

غزل۔ دروقتِ تشہیر مردگنہگار یمن:۔

ذات سے تیرے ہیں قائم عدل اے تمجاہ و بس
حکم سے تیرے ہے نکلا عدل کے دل کا ہوس
عدل کے شحنہ سے تیرے اے شہ بیدار بخت
خواب شیریں خوش کیا ہے خامۂ چشم عس
کہ عدو پاوے امان تجھ تیغ سے کاٹے ہو جب
زندگی اپنی کے رہ نالہ ہی میں مثل جرس

غزل۔ وقتِ تشہیر زن گنہگار۔ دہناسری

بہرام ہراساں ہے تیرے خنجر سے بر چرغ دو رنگ
چمکے ہے درخش تیرے گردو فرسیں اے صفدر جنگ
تجھ تیغ کا اب گرچہ درکشورِ ہند ہے موج میں لنگ
نو نیزہ گزر گیا ہے پانی، سر سے در ملکِ فرنگ

کوچ کے لیے سپاہیوں کو جمع کرنے کی آواز میں بجتا تھا۔

غزل۔ دروقتِ طنبورِ اول کوچ۔ شام کلیاں

ہے تیرا بندۂ فرمان نہ تنہا بہرام
حلقہ درگوش پے ہے چرخ مہ نو سے مدام
مشتری دام کرے اس پر سے سعادت دایم

کوکب بخت کا تیرے جو ہو کیوان غلام
اہلِ چرخ تیرے حکم پہ کیوں کر نہ پھرے
کہ ازل سے تیرے کف میں ہے زمانہ کا نام

غزل۔ دروقتِ طنبور دویم کوچ۔ للت:۔

تاباں ہے برجِ اوج میں وہ آفتاب آج
خورشید جس کی شرم سے ہے آب آب آج
ہو نشہ بآبِ آتش فردا اگر عدد
شمشیر سے تیرے پے یک قطرۂ آب آج
رائج ہے طبع سے تیری از بسکہ راستی
زلفِ پری رخاں سے اٹھا پیچ و تاب آج

تیسری آواز پر دو مخمس بجتے تھے:۔

ہے علم داروں میں تیرے چرخِ اطلس فام ایک
نیز دارانِ کمی تیرے سے ہے بہرام ایک
بزمِ ہمت کا تیرے مہر زریں جام ایک
ہفت مدبہر ہے تیرا مدانعام ایک
الغرض عالم میں ہے تو داورِ ایام ایک
پنجۂ ہمت تیرا جب سے سخا آئیں ہوا
کوہ کے دامن سے دامن آز کا سنگیں ہوا
عدل کا شہرہ تیرا زچین تا ماچین ہوا
جلوہ آرا ہند کا ایسا جو ماہِ دین ہوا
کیا عجب گر بعد از ہوئے جو صبح و شام ایک

منتشر سپاہیوں کو جمع کرنے پر
غزل۔ جہتِ اجتماع مردم متفرق۔ کھماج:۔

اے آفتاب! جلوہ دہ آسمانِ عدل
شاداب ہے تیرے سے اب گلستانِ عدل
پے لکنت دروغ کہے ہے یہ حرف راست

بہتر تیرے سے کون ہو شاہ جہانِ عدل

جز وصف تیری ذات کا ہر گز نے نہ کوئی

گویا بیانِ قال سے گر ہو زبانِ عدل

واضح رہے کہ بعض مصرع موزوں نہیں ہوتے۔ اصل کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے لیکن کسی اور نسخے کی غیر موجودگی کے باعث مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مشکل قدیم الفاظ بہت کم ہیں۔ ''سیں'' ''سے'' کی جگہ ہر مقام پر مستعمل ہوا ہے۔ مصرع دوم آخری غزل کے سوا جہاں ''سے'' ہی اصل میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے سوا ''تجھ'' ''تیرے'' کے معنی میں اور ''تیئں'' ''تک'' کے لیے رائج ہے۔ ''گ'' پر مرکز اصل نہیں ہے لیکن سہولت کے لیے اس مضمون میں لگا دیا گیا ہے اور چار اعراب بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔ آسانی کے لیے بعض الفاظ کے نیچے معنے کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہر غزل ایک خاص طرز میں بجائی جاتی تھی جس کے نام بھی اصل میں لکھے ہوئے ملے ان کی تشریح اس لیے ضروری نہیں کہ اس وقت فارسی میں بازو ہی موجود ہے۔ یہ مختصر کیفیت ہے جو ''فتح المجاہدین'' کے مطالعے کے بعد مرتب کی گئی۔

☆
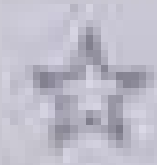
(مضمون میں مستعملہ قدیم دکنی الفاظ کے تلفظ کو میں نے قارئین کی سہولت کے لیے ممکنہ طور پر آج کی اردو میں تبدیل کر دیا ہے۔ خاور)

بارگاہِ شہیدِ سلطانی میں گلہائے عقیدت

محمد عبدالقادر ادیب (بنگلور)

ٹیپو کے تصور کی تصویر جہاں ہوگی
تلوار کی عظمت کی توقیر وہاں ہوگی
ٹیپو سے عقیدت جب ہر دل میں جواں ہوگی
چنگیز فضا میں بھی بھارت کی اماں ہوگی
جب یاد شہادت کی ہر دیش منائے گا
ٹیپو کی جواں مردی دنیا پہ عیاں ہوگی
ٹیپو کی گل افشانی معلوم نہیں سب کو
معلوم جونہی ہوگی تو نوکِ زباں ہوگی
نغماتِ وطن سے جب پُر کیف وطن ہوگا
ٹیپو سے محبت بھی رگ رگ میں رواں ہوگی
شمشیرِ دکن کی جب دل میں جگہ ہو تو
تقدیر بھی بھارت کی شمشاد قداں ہوگی
غدّار یہاں ہرگز پیدا کبھی نہ ہوگا
اولاد ہماری ہی جب تیر و سناں ہوگی
جمہور اگر دل سے یکتائی کو اپنا لے
یہ پیاری زمیں اپنی پھر باغِ جناں ہوگی
آواز ادیبؔ اپنیؔ ہر دل کو اگر چھولے
تسخیرِ وطن ہی کیا، تسخیرِ جہاں ہوگی

ٹیپو سلطان: ہندوستان کی آزادی و حرّیت کے پہلے علمبردار

سید بابر محمود

اگست کا مہینہ بہت مبارک ہے اسی ماہ میں ہمیں آزادی کی درخشاں صبح ملی۔ طوقِ غلامی سے چھٹکارا ملا۔ اس نجات کی منزل تک پہنچنے کے لیے آگ و خون کے دریا سے گزرنا پڑا۔ شمالی ہند ہی آزادی کی تحریک کا گہوارہ رہا۔ اس کی زیریں لہریں، جنوبی ہند میں بھی دکھائی دیتی ہیں مگر افسوس پنجاب نے جنگِ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور اپنوں سے غدّاری کی تھی۔ یوں تو انگریزوں نے بنگال، بہار، اڑیسہ کو تسخیر کر لیا تھا لیکن بنگال سے لندن تک ٹیپو سلطان کے نام سے ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔

انگلستان میں مائیں اپنے بچوں کو ٹیپو کا نام لے کر ڈرایا کرتی تھیں۔ انگریزوں کا اقتدار غیر مستحکم تھا۔ ٹیپو سلطان کو خدا نے آزادی و حرّیت کے جذبے سے سرشار کر دیا تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ وہ انگریزوں کو ہندوستان سے بھگا کر ہی چین کا سانس لے گا۔ اس سلسلے میں جب اس نے اپنے سفیروں کو بلادِ اسلامیہ کے مرکز ترکی روانہ کیا۔ خلیفۂ وقت کو دینِ اسلام کے تحفظ کا واسطہ دیا۔ فرنگیوں کی شاطرانہ چالوں سے آگاہ کیا۔ خلیفہ نے ٹیپو کی ساری تجاویز مسترد کر دیں۔ فرات سے نجف تک بند کی تعمیر کی تجویز کا مذاق اڑایا۔ ٹیپو سلطان نے ترکی کے خلیفہ کے بیش قیمت تحائف بھی روانہ کیے تھے۔ خلیفہ نے ٹیپو کو اپنے نام کے سکّے جاری کرنے اور مسجدوں میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دے دی۔ شیرِ میسور نے فرانس کے بادشاہ نپولین بونا پارٹ کے پاس بھی آبی جہازوں کے ذریعے سفارت روانہ کی۔ 900 لوگ مالابار کے ساحل سے گئے۔ راستے میں طاعون کی وبا میں مبتلا ہو گئے۔ پیچش کا شکار ہو گئے۔ واپسی مٹھی بھر افراد کی ہو سکی باقی سب نذرِ اجل ہو گئے۔ سلطنتِ خداداد کے ہیرو نے افغانستان میں بھی اپنے ایلچیوں کو روانہ کیا۔ افغانستان کا زمان شاہ ۳۳ ہزار سپاہیوں کو لے کر ہندوستان کی طرف چل پڑا۔ ابھی وہ مشکل سے لاہور تک آیا تھا کہ ایران کے شاہ نے افغانستان پر ہلہ بول دیا۔ زمان شاہ اپنے ملک کو بچانے کے لیے واپس لوٹ گیا۔ ٹیپو سلطان چاہتا تھا کہ اسے بیرونِ ملک سے امداد مل جائے تو وہ انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکتا ہے انہیں ملک سے باہر کر سکتا ہے۔ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اس نے مرہٹوں اور حیدر آباد کے نظام بادشاہ تک سے دوستی کرنے کی کوشش کی اس میں اسے کامیابی نہیں

ہوئی۔ حیدر آباد اور مرہٹہ حکومتیں ٹیپو کی بڑھتی ہوئی روز افزوں طاقت سے ہراساں تھیں۔ انگریزوں نے انہیں یہ باور کرایا تھا کہ ٹیپو ان کی سلطنتوں کو ہڑپ کر جائے گا۔ ٹیپو کی مجاہدانہ زندگی کا یہ عالم تھا کہ وہ زمین پر ایک موٹی دری بچھا کر سو جایا کرتا تھا۔ اس نے اطلس و کمخواب کے بستر پر لیٹنا ترک کر دیا تھا۔ اس نے میسور کے کارخانوں میں بندوقیں اور ہتھیار ڈھالے۔ اس نے ساری عمر دیسی کپڑے زیب تن کیے' انگلینڈ میں تیار کی ہوئی مصنوعات ملبوسات اور دیگر اشیاء کو کبھی استعمال نہیں کیا۔ اس نے کالی کٹ کے تاجروں اور عوام کو حکم دیا کہ وہ انگریز تاجروں سے کچھ نہ خریدیں۔ مہاتما گاندھی نے 1920-21 کے درمیان عدم تعاون کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ وہ بدیسی چیزوں کا بائیکاٹ کر رہے تھے ۔سودیشی پر زور دے رہے تھے۔ یہی تصور ٹیپو سلطان نے 135 برس قبل پیش کیا تھا اسے عملی جامہ پہنایا ۔ ٹیپو سلطان نے مدراس میں تیار کیے جانے والے نمک تک کو نہیں چکھا۔ وہ ہر اس ملک سے دوستی کرنا چاہتا تھا جو انگریزوں کے خلاف تھا۔ وائے بدنصیبی کہ وہ خود درباری سازشوں کا شکار ہوتا چلا گیا۔

میر صادق انگریزوں سے مل چکا تھا۔ پل پل کی خبریں انگریزوں کے خیموں تک جانے لگی تھیں۔ جب گوروں نے ٹیپو کو شکست دی۔ تین کروڑ تاوانِ جنگ مانگا۔ اس کے دو بچوں کو یرغمال بنالیا تب بھی ٹیپو نے ہار نہیں مانی۔ اس نے جلد ہی 1798ء میں تاوان ادا کر کے اپنے بچوں کو رہا کرا لیا۔ اس کے وزرا اور ملازمین کہنے لگے کہ وہ انگریزوں سے صلح کر لے لیکن مجاہدِ آزادی نے مصالحت کی تمام تجاویز کو یکسر مسترد کر دیا۔ آخر کار وہ وقت آگیا 4 مئی 1799ء میں انگریزوں نے سرنگا پٹنم پر چڑھائی کر دی۔ چاروں طرف سے شہر اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ٹیپو دوپہر کے کھانے کے لیے ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ سپہ سالار عبدالغفار انگریزوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ٹیپو نے تلوار سنبھالی' دونالی بندوق تھام کر گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ سے باہر جانے لگا۔ راستے میں غدار وزیروں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ٹیپو نے انہیں خبردار کیا۔ انگریزوں کو اطلاع ملی کہ ٹیپو قلعہ سے باہر جا چکا ہے۔ انگریز سپاہی فصیل کے شگاف سے قلعہ کے اندر چلے گئے۔ ٹیپو لڑنے لگا۔ غروبِ آفتاب تک لڑتا رہا۔ جب اسے پیاس لگی تو اس نے اپنے خادم راجہ خان سے پانی مانگا۔ راجہ خان نے اپنی چھاگل سے پانی دینے سے انکار کر دیا اور ترغیب دی کہ وہ انگریزوں کے یہاں جا کر اپنی جان کی امان مانگے۔ ٹیپو نے انکار کر دیا۔ وہ لڑتے لڑتے تھک چکا تھا اس کے دل کے قریب ایک گولی لگی تھی اور ایک گولی کنپٹی میں لگی۔ ٹیپو سلطان گر پڑا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ انگریز جنرل ہیرس ٹیپو کی لاش پر آ کر کہنے لگا:

''اب ہندوستان ہمارا ہے''

شہر میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو گیا۔ گھروں میں گھس کر سامان لوٹا گیا۔ مکانوں کو آگ لگادی گئی۔ سونے چاندی کی اینٹوں کو چرا لیا گیا۔ ہیرس کو 42,902 پونڈ ملے۔ سپاہی مالا مال ہو گئے۔ بنگال میں فتح کا جشن منایا گیا۔

ایک بڑا جلوس شہر میں نکالا گیا۔ سپاہیوں کو تحفے دیے گئے۔ غداروں کو مال و زر سے نوازا گیا۔ اب ہندوستان میں انگریزوں سے ٹکرانے والی کوئی طاقت نہیں تھی۔ سارا ملک ان کے قدموں میں تھا۔ خلیج بنگال کے پانیوں کے ساتھ ساتھ مالا بار کی ساحلی لہریں بھی انگریزوں کے قدم دھلانے لگی تھیں لیکن انگریزوں کو کیا پتہ تھا کہ تحریکِ آزادی کی چنگاریاں عوام کے دلوں میں سلگ رہی تھیں اور وہ آنے والے دنوں میں شعلہ بن کر بھڑکنے والی تھیں۔

☆
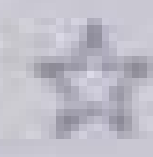
نذرِ ٹیپو سلطان شہیدؒ

رفیق عارف (میسور)

ملا تھا وطن کو بفضلِ تعالیٰ
وطن کی قیادت کا قابل جیالا

مگر وائے نادان اہلِ وطن نے
فرنگی کے ہاتھوں وطن بیچ ڈالا

بڑی یاس و حسرت سے کہتا وطن ہے
کہاں ٹیپو جیسا ملے عزم والا

شہادت گوارا کی لیکن گلے میں
غلامی کا پھندا نہیں اس نے ڈالا

دکن کی زمیں ڈھونڈتی ہے اسے اب
اسے یاد کرتا ہے اونچا ہمالہ

تھا جس نام سے سارا یورپ لرزاں
وہ تھا شیر دل ٹیپو سلطان والا

دھنی علم و عدل و سخاوت کا ایسا
برابر تھے اس میں ادنیٰ و اعلیٰ

ادھر بازو شاہی محل کے ہے مسجد
ادھر سامنے رنگ سوامی شیوالہ

بہا کر لہو اپنا ارضِ وطن پر
دکن کو نئے رنگ میں اس نے ڈھالا

ٹیپو سلطان۔ تاریخ کا جانباز سپاہی

سید مجیب الدین

حسب ونسب: پورا نام فتح علی ٹیپو سلطان' والد کا نام حیدر علی اور دادا کا نام فتح محمد' پڑدادا کا نام محمد علی اور چچا کا نام شہباز علی ہے۔

ٹیپو کی وجہ تسمیہ: ارکاٹ کے ایک بزرگ حضرت ٹیپو مستان ولی سے دلی عقیدت کے باعث آپ کے والد نے آپ کے نام میں ٹیپو کا اضافہ کر دیا۔ ٹیپو خود بھی عالم تھے۔ ادب نوازی ان کی سرشت میں داخل تھی۔ وہ علماء' فضلاء' ادیبوں اور دانشوروں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مطالعہ اور اچھی کتابوں کے شوقین تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری میں بے شمار نمایاں کتابیں موجود تھیں۔ ٹیپو سلطان ہندوستان کے پہلے حکمران ہیں جنہوں نے اردو کی سرپرستی کی' اسے باقاعدہ فروغ دیا اور دنیا کا پہلا اردو اخبار جاری کیا۔ قابل ترین اہل علم سے اہم موضوعات پر کتابیں لکھوائیں۔

ٹیپو کا مشہور قول آج ادب کا حصہ بن چکا ہے۔ ٹیپو سلطان نے میسور پر صرف سولہ سال حکومت کی اور ایسی تاریخ رقم کی جو تاقیامت سنہری حرفوں کی طرح تابندہ و پائندہ رہے گی۔ ان کا دوسرا دورِ حکمرانی جنگ وجدل' انتظام و انصرام مملکت اور متعدد تعمیری و اصلاحی امور کی نذر ہو گیا۔ تاہم اس کے باوجود انہوں نے تہذیب وثقافت' علم وادب' صنعت وحرفت' تجارت وزراعت اور فوجی شعبے کو حیرت انگیز طور پر فروغ دیا۔ ملک سے شراب نوشی' بدکاری اور دیگر غیر اخلاقی وسماجی برائیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا۔ چاول' صندل' ناریل اور ریشم کی تجارت کو فروغ دیا۔ زراعت کو ترقی دے کر اس کی تجارت کو بیرونِ ملک تک پھیلا دیا۔ عثمانی خلیفہ سے اپنی حکمرانی کی توثیق حاصل کی اور اپنے نام کا سکہ 'امامی' جاری کرنے کی اجازت حاصل کی۔ عثمانی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کیے اور معاہدہ بھی کیا کہ دشمن کے حملے کی صورت میں وہ فوج بھیجے گی جو یہاں کاری گروں کو بندوقیں بنانا اور توپیں ڈھالنا سکھائے گی۔ سنِ ہجری کی جگہ سنِ محمدی رائج کیا جو حضورؐ کی ولادت سے شروع ہوتا ہے۔ شرع محمدی کو ملک کا قانون بنایا۔ مملکت کو دشمن کے حملوں بالخصوص مرہٹوں کی ریشہ دوانیوں اور انگریز کے حملوں اور چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے فوج کی تنظیمِ نو کی اور اسے جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے فرانسیسی ماہرین

حرب کی خدمات حاصل کیں۔ جا بجا اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کیے گئے۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ راکٹ تیار کیے گئے۔ فوج کی تعداد بڑھا کر تین لاکھ کر دی گئی۔ 23 سپہ سالار اور تین نائب سپہ سالار مقرر کیے گئے۔ نئے نئے فوجی قوانین اور ضابطے نافذ کیے گئے اور فوجی ڈسپلن کو یقینی بنایا گیا۔

دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور جدید تقاضوں کے مدِنظر سلطان نے بحریہ کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کے فروغ پر بھر پور توجہ دی۔ نئے نئے بحری اڈے اور چوکیاں قائم کی گئیں۔ گیارہ امیر البحر اور تین نائب امیر البحر مقرر کیے گئے۔ جہاز سازی کی صنعت کو ترقی دی گئی اور جہازوں کی تیاری اور ان کی مرمت کے مراکز قائم کئے گئے۔ ٹیپو سلطان بیرونی ممالک سے رابطوں کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا چنانچہ اس نے فرانس کے نپولین بونا پارٹ کے علاوہ عرب ممالک' مسقط' افغانستان' ایران' ترکی اور ہندوستان کے سلاطین سے بھی مفید رابطے قائم کیے۔

سماجی و معاشرتی اصلاحات کے ضمن میں مملکت کو سماجی و معاشرتی برائیوں سے پاک کرنے کے لیے اس نے متعدد اقدامات کیے اور ان کی تعمیل کو یقینی بنایا۔ اقتدار سنبھالتے ہی سلطان نے ایک اور اہم قدم اٹھایا اور نہایت جرأت کے ساتھ زمینداری اور جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا۔ تمام زمینیں اور جاگیریں بحق سرکار ضبط کر لی گئیں اور انہیں کاشت کاروں اور بے زمین ہاریوں میں مفت تقسیم کر دیا گیا جس سے ملک میں سبز انقلاب رونما ہوا۔ زرعی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا اور ملک خوشحال ہو گیا اور فارغ البالی کا دور شروع ہوا۔ دینِ الٰہی کے بانی اکبر اعظم کے غیر اسلامی اثرات مملکتِ میسور میں بڑی سرعت سے سرایت کرتے چلے جا رہے تھے۔ سلطان نے اقتدار سنبھالتے ہی سب سے پہلے ان کا خاتمہ کر کے سلطنت کو لادینی اثرات سے پاک کر دیا۔ سلطان نے پنچایتی نظام کو دوبارہ جاری کر کے لوگوں کو سستا اور آسان انصاف مہیا کیا اور انہیں مقدمہ بازی سے بچا لیا۔ غیر ملکی اشیاء کے استعمال پر پابندی اور تمام سرکاری دفاتر میں ملکی ساختہ اشیاء کا استعمال لازمی قرار دے دیا گیا جس سے دیسی مصنوعات کو فروغ حاصل ہوا' لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہوئے اور بیروزگاری میں کمی واقع ہوئی۔ سلطان نے 20 دفعات پر مشتمل فرمان جاری کیا اور اس کے نفاذ کو پوری مملکت میں لازمی قرار دیا گیا اور نگرانی کے لیے عملہ مقرر کیا۔

یہ دفعات درج ذیل ہیں:

۱۔ پوری مملکت میسور میں شرع محمدی نافذ العمل ہوگا۔ اس شرع میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

۲۔ مملکت کا ہر عہدیدار نماز روزے کی پابندی کرے گا اور نہی عن المنکر کا احترام کرے گا۔

۳۔ رشوت لینے اور دینے کی سخت ممانعت ہے۔

۴۔ منشیات کا استعمال سخت ممنوع ہے' خلاف ورزی کی صورت میں عبرتناک سزا دی جائے گی۔

۵۔ مملکت کے ہر بچے' بوڑھے اور جوان کو لازماً مذہبی تعلیم دی جائے گی اور انہیں مذہبی علوم بھی سکھائے جائیں گے۔

۶۔ مرضی معلوم کر کے ہر جوان عورت اور مرد کو شادی کی اجازت دی جائے گی۔

۷۔ تمام مسلمان بچوں کو جبراً تعلیم دی جائے گی۔

۸۔ امام مسجد کا فرض ہوگا کہ وہ ہر جمعہ کو ہر مسلمان کو نماز کے لیے مسجد میں طلب کرے۔ حیلے بہانے کرنے والے کو ایک روپیہ جرمانہ کیا جائے گا۔

۹۔ قاضی اس بات کا خیال رکھے کہ اس کے حلقے میں کوئی زنا نہ کرنے پائے۔

۱۰۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ اپنے حلقے کی مردم شماری کرائے اور بیروزگار افراد کی تعداد سے حکومت کو آگاہ کرے۔

۱۱۔ رمضان المبارک میں افطار اور سحری میں غریبوں' محتاجوں' مسکینوں کو مفت کھانا کھلایا جائے اور افطار کرایا جائے۔

۱۲۔ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ عدول حکمی پر قاضی کو عہدے سے برطرف کر دیا جائے۔

۱۳۔ زنا کے مرتکب غیر شادی شدہ افراد کو سو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ کو سنگسار کر دیا جائے۔

۱۴۔ رشوت لینے والے قاضی کو ملازمت سے برطرف کر دیا جائے گا۔

۱۵۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے والے قاضی کو مرتد اور کافر قرار دے کر قتل کر دیا جائے۔

۱۶۔ بیروزگار افراد کو پچاس یا سو روپے دے کر روزگار سے لگا دیا جائے گا۔ غربت کی وجہ سے اگر کوئی کاشت کار کاشتکاری چھوڑ دے تو اسے سرکار کی جانب سے ہل' بیلوں کی جوڑی اور بیج مہیا کیے جائیں گے نیز بالائی اخراجات کے لیے اسے چالیس روپے علیحدہ سے دیئے جائیں گے۔ سال دو سال بعد اس کی مالی حالت ٹھیک ہو جائے تو سرکاری رقم با سہولت وصول کر لی جائے۔

۱۷۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ مسجد کو صاف ستھرا رکھے اور اسے پرکشش بنائے۔ روشنی کا بھی انتظام کرے۔ مسجد میں زیبائش و آرائش کا بھی خیال رکھے تاکہ لوگوں کو مسجد میں آنے کی رغبت ہو'

غیر مسلموں کے لیے بھی مسجد میں کشش پیدا کی جائے۔

۱۸۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ تبلیغی مقاصد کے لیے غیر مسلموں کی نگرانی کرے۔ ان کے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ ان سے شیریں کلامی سے پیش آئے۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو انہیں شعائرِ اسلامی سے آگاہ کیا جائے اگر ان میں سے کوئی دو سو روپے کا مقروض ہو تو سرکاری خزانے سے اس کا قرض ادا کردیا جائے۔ اگر وہ تجارت کا خواہاں ہو تو اسے سو روپے اور کاشتکاری کے خواہاں شخص کو چالیس سے پچاس روپے تک دیے جائیں۔

۲۰۔ تعظیم کے لیے کوئی مسلمان کھڑا نہ ہو اور نہ وہ کسی کے ہاتھ چومے اور خلاف شریعت رسوم سے پرہیز کرے۔

☆
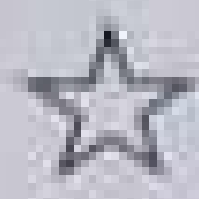
شیرِ میسور۔ٹیپو سلطان

وحید ظفر

سرزمینِ ہند کا ایک جلیل القدر فرزند ٹیپو سلطان جس کی مثال پوری دنیا میں کوئی قوم پیش نہیں کر سکی۔20 نومبر 1750ء کو بہ مقام دیون ہلی میں پیدا ہوا' حیدر علی کی کوئی اولاد نہ تھی ایک درویش ٹیپو مستان شاہ نے دعا مانگی اور اللہ نے حیدر علی کو فرزندِ ارجمند سے نوازا جس کا نام ٹیپو مستان کی مناسبت سے فتح علی ٹیپو رکھا گیا۔کنٹری زبان میں ٹیپو شیر کو کہتے ہیں۔ جب ٹیپو کی عمر ۲۱ رسال تھی تو حیدر علی نے اسے آٹھ ہزار سوار افواج کے ساتھ مرہٹوں کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ٹیپو نے دریائے کاویری کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔اس وقت مرہٹہ فوج دھرمپوری میں لوٹ مار کر رہی تھی' ٹیپو موقع کے انتظار میں تھا۔جب لوٹ کا سامان ہاتھی گھوڑوں پر لادا جا رہا تھا تو ٹیپو بھی بھیس بدل کر مرہٹوں میں شامل ہو گیا۔اچانک ٹیپو کے حکم سے مرہٹہ فوج پر گولیاں چلائی گئیں۔اس ناگہانی حملے سے مرہٹے گھبرا کر بھاگ گئے اور سب لوٹ کا سامان بھی چھوڑ گئے۔ٹیپو مالِ غنیمت میں چار ہزار گھوڑے اور زر و مال سے لدے ہوئے سینکڑوں ہاتھی اور اونٹ لے کر واپس ہوا۔1782ء میں ٹیپو پائن گھاٹ کے گرد و نواح میں مصروف جنگ تھا کہ حیدر علی کے انتقال کی خبر پہنچی۔حیدر علی اس وقت فوج کے ساتھ ارکاٹ کے قریب خیمہ زن تھے۔حیدر علی کی لاش کو خفیہ طریقے سے سرنگا پٹنم پہنچایا گیا۔ٹیپو بھی جنگ ختم کئے بغیر سرنگا پٹنم روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔میر صادق وزیر اعظم اور پورنیا وزیرِ مال مقرر ہوئے۔ٹیپو سلطان نے جنوبی ہند کی سب سے بڑی سلطنتِ خداداد میسور کی باگ ڈور ایسے وقت میں سنبھالی جب ہر طرف فرنگی کافروں کا راج پاٹ قائم ہو چکا تھا۔عیسائی مشنریاں جگہ جگہ اپنا کام تندہی سے کر رہی تھیں۔ہندو راج کے منصوبہ ساز پونا میں اکٹھے ہو رہے تھے اور دربارِ دہلی کی سطوت قلعۂ دہلی تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ایسے پُر آشوب فتنہ پرور حالات میں ایک ایسے مردِ مومن کی ضرورت تھی جو سر پر کفن باندھ کر میدانِ کارزار میں نکلے اور اپنی زندگی اسلام کے احیاء اور بقا کے لئے وقت کر دے ایسے شوریدہ حالات میں ٹیپو جیسا صادق مسلمان اور صاحبِ یقین آسمانِ اسلام پر مثلِ آفتاب کے ابھرا۔معرکوں پر معرکے ہوئے۔اسلام کے دشمنوں کا اس جری سلطان نے منہ پھیر کر رکھ دیا۔جو ملک اس وقت سلطان کے زیرِ قبضہ تھا اس کا رقبہ اسی ہزار مربع

میل تھااور اس میں کئی جزیرے شامل تھے سالانہ خراج کی آمدن تین کروڑ روپے تھی۔ کل رقبوں میں علاقوں کی آبادی ساٹھ لاکھ کے قریب تھی جن میں ایک لاکھ ۵۵ ہزار باقاعدہ فوج تھی جو مختلف قلعوں پر مامور تھی' ان کے علاوہ اور فوجیں بھی تھیں جو ملک کے گرد و نواح میں پھیلی ہوئی تھیں ان کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔ کروڑوں روپے مالیت کے زرّیں جواہرات خزانے میں موجود تھے۔ ٹیپو سلطان ابھی انتظامِ سلطنت میں مصروف تھا کہ خبر آئی کہ انگریز فوجیں جنگ کی غرض سے وانڈ ایوش کے مقام پر آ پہنچی ہیں۔ سلطان بھی اپنی فوج لے کر روانہ ہوا اور وانڈیواش سے تین کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا۔ انگریز اس صورت حال سے ڈر کر مدراس لوٹ گئے۔ ٹیپو سلطان نے وہاں سے کوچ کر کے ترپاتوڑ کے اطراف میں قیام کیا۔ انہی دنوں خبر ملی کہ ایاز خان جسے نواب حیدر علی نے حیدر نگر کا گورنر بنایا تھا غداری کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے سب قلعے انگریزوں کے حوالے کر دیئے ہیں اور دوسری طرف حاکم کڑپہ کا داماد سید محمد خان بھی انگریزوں کے ساتھ ساز باز کر کے سلطان کے خلاف سازشیں کر رہا ہے لہٰذا ان غداروں کی سرکوبی کے لئے سلطان نے فوری طور پر میر حسن الدین کی کمان میں دس ہزار پیادہ فوج روانہ کی اور خود ایک لشکرِ جرار لے کر چیتل ورگ کے نواح میں خیمہ زن ہوا۔ محمد علی کمیدان جو کہ دار السلطنت سرنگا پٹنم کے باغی قلعہ دار کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا تھا بنگلور کی راہ سے نکل کر کڑی گتی کی پہاڑی کے نیچے ایک ندی کے کنارے اترا اور قلعہ دار کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے سلطان کے حکم سے کل حیدر نگر کی تسخیر کے لئے جانا ہے اگر اعتراض نہ ہو تو آج رات چند سپاہیوں کے ہمراہ قلعہ سرنگا پٹنم میں اپنے اہل و عیال سے مل لوں۔ قلعہ دار نے اجازت دے دی۔ محمد علی کمیدان نے چیدہ چیدہ سپاہیوں کو قلعہ کی دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور ہدایت کی کہ جب میں اندر جا کر بگل بجاؤں تو تم نہایت ہوشیاری اور عجلت سے قلعہ میں گھس آنا۔ ان کو تاکید کر کے خود پچاس بہادروں کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ کے پہریداروں کو گرفتار کر کے بگل بجا دیا' بگل کی آواز سنتے ہی محمد علی کے تمام سپاہی قلعہ میں داخل ہو گئے اور ہر جگہ اپنی چوکیاں قائم کر دیں اور ان سب غداروں کو توپ کے منہ پر باندھ کر اڑا دیا گیا۔ سلطان نے اسے بیش بہا انعامات سے سرفراز کر کے پائن گھاٹ کے دوسرے کنارے پر روانہ کر دیا جہاں انگریز فوج نے راستہ روک رکھا تھا۔ ٹیپو سلطان خود دوسرے راستے سے فوج لے کر وہاں جا پہنچا۔ انگریزوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ ایک جگہ جمع ہو کر حیدر نگر میں داخل ہو گئے۔ محمد علی کمیدان نے اپنے تدبر اور شجاعت سے اٹھارہ روز میں یہ قلعہ سر کر لیا۔ باغیوں کو گرفتار کر لیا گیا لیکن ایاز خان کثیر دولت لے کر سورت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ ٹیپو سلطان کے مقبوضات میں کورگ ایک مشہور علاقہ تھا یہاں کے باشندے فطرتاً باغی تھے۔ 1784ء میں جب پھر علمِ بغاوت بلند ہوا تو سلطان بہ نفسِ نفیس 22 ہزار فوج کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی

کے لئے روانہ ہوا۔ کرن بنڈل کے مقام پر ان سے مڈبھیڑ ہوئی اور ایک شدید جنگ کے بعد سلطان فتح یاب ہوا۔ اسی ہزار غیر مسلم سلطان کے ہاتھ آئے جو سب کے سب برضا و رغبت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ سلطان نے ان نومسلموں کی ایک فوج بنائی جس کا نام جماعتِ احمدی رکھا۔ جب ٹیپو سلطان کو لڑائیوں سے ذرا فرصت ملی تو دارالسلطنت پہنچ کر فوج کے جدید انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ مسجدِ اعلیٰ بھی جس کی بنیاد دو سال پہلے رکھی گئی تھی چھ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار ہوئی اور اسی سال اس کی تعمیر ختم ہوئی۔ سلطان نے بڑے تزک و احتشام سے عید الفطر کی نماز اس مسجد میں ادا کی۔ ٹیپو سلطان نے انگریز اور فرانسیسی صناعوں کو دارالحکومت میں جمع کر کے اسلحہ سازی اور دیگر صنعتوں کے کارخانے قائم کئے۔ اسی زمانے میں سلطان نے اپنا روپیہ بھی جاری کیا جس کا نام امامی رکھا گیا۔ انگریز جو تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے' ہندوستان کے بڑے حصے پر قابض ہو چکے تھے اور باقی ماندہ ریاستوں کو تسخیر کرنے کے لئے ہر قسم کے جتن کر رہے تھے۔

انہی دنوں جنرل میڈوز مدراس کا گورنر اور لارڈ کارنوالس گورنر جنرل ہو کر ہندوستان آئے۔ اسی زمانے میں مالابار میں ٹیپو سلطان کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ سلطان خود وہاں پہنچا اور بغاوت کو دبانے میں کامیاب ہوا۔ بعد ازاں جب سلطان کو معلوم ہوا کہ یہ سازش ٹراونکور اور کوچین کے راجاؤں نے تیار کی ہے تو سلطان نے دونوں ملکوں پر بیک وقت حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور سلطان کے چار ہزار سپاہی کام آئے لیکن فتح بالآخر ٹیپو سلطان ہی کے حصے میں آئی۔ جب مدراس میں ٹیپو سلطان کی فتح کی خبر پہنچی تو جنرل میڈوز نے بغیر اعلان جنگ کے میسور پر فوج کشی کی۔ ٹیپو بھی اپنی فوج کو لے کر مدافعت کے لئے روانہ ہوا اور ستی کے قریب انگریز افواج کو شکستِ فاش دی کہ انہوں نے مدراس پہنچ کر ہی دم لیا۔

لارڈ کانوالس کو جب انگریز فوج کی شکست کی خبر ملی تو اس نے ٹیپو سلطان کے ساتھ ایک نتیجہ خیز جنگ کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے نظامِ دکن اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر سلطنتِ میسور کو نیست و نابود کرنے کا عزم کیا۔ چنانچہ جنوری 1791ء کو لارڈ کارنوالس کلکتہ سے چل کر 11 فروری کو مدراس پہنچا اور ایک ہفتہ کے اندر ہی فوجوں کو منظم کر کے بغیر اعلانِ جنگ میسور پر حملہ آور ہوا اور بنگلور کو فتح کرتا ہوا سرنگا پٹنم کی طرف روانہ ہوا۔ انگریزی فوج کے دوش بدوش نظام علی خان اور مرہٹوں نے بھی میسور پر کئی حملے کئے۔ سلطانی سپاہ نے اتحادی فوج کے خلاف ہر جگہ مدافعت کی لیکن انگریزوں نے میسور میں سازشوں کا ایسا جال بن رکھا تھا کہ سلطانی فوج کی کچھ پیش نہ چل سکی۔ اتحادیوں نے سرنگا پٹنم پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ جب طویل ہوا تو انگریز فوج میں رسد کی کمی کی وجہ سے انتشار اور بددلی پھیل گئی۔ سلطان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کارنوالس کو کچھ میوے بھیجے اور صلح کا خط لکھا لیکن کارنوالس نے میوے واپس کر دیئے اور خط کا جواب

بھی نہ دیا۔ جب کارنوالس نے دیکھا کہ کئی سپاہی بھوک کی وجہ سے مر چکے ہیں تو اس نے قلعہ کا محاصرہ ختم کر دیا اور واپسی کی راہ لی۔ انگریزی فوج جب سرنگا پٹنم سے واپس ہوئی تو سلطان نے شہزادہ فتح حیدر کو حیدر آبادی فوج کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ اس وقت حیدر آبادی فوج نے کرم کنڈہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ شہزادے نے اچانک حملہ کر کے حیدر آبادی فوج کے سید فرید الدین کو قتل کر دیا۔ حیدر آبادی فوج حواس باختہ ہو کر بھاگی اور شہزادہ مدگری سے ہوتا ہوا دار السلطنت واپس ہوا۔

برسات کے اختتام پر کارنوالس دوبارہ سرنگا پٹنم پر حملہ آور ہوا۔ حیدر آبادی اور مرہٹہ افواج بھی اس کے ساتھ تھی جس کی تعداد اسی ہزار تھی۔ جب اتحادی افواج سرنگا پٹنم پہنچیں تو سلطان کو والدہ کے خط کے ذریعے معلوم ہوا کہ انگریزوں کی سازش سے کئی قلعہ دار خصوصاً بنگلور کا قلعہ دار سلطان سے غداری کر کے دشمنوں سے مل گئے ہیں۔ سلطانی فوج نے کئی بار قلعہ سے باہر آ کر اتحادی افواج کا مقابلہ کیا۔ اسی دوران بمبئی سے نئی کمک اتحادیوں کی امداد کے لیے پہنچ گئی جس سے ٹیپو سلطان کی فوج میں دل شکستگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ ٹیپو سلطان نے صلح کے لیے کئی قاصد روانہ کیے آخر کار 17 فروری 1794ء کو فریقین میں مشروط صلح ہو گئی۔

22 فروری 1799ء کو انگریزوں نے ٹیپو کے خلاف اعلان جنگ کر دیا کیونکہ انگریزوں نے سلطان کے ارد گرد غدار پیدا کر لیے تھے۔ انگریز ٹیپو سے فوج اور طاقت کی بنا پر جنگ نہ جیت سکے تو انہوں نے سازشوں کے تانے بانے بن کر میر صادق اور پورنیا جیسے غدار پیدا کر لیے۔ انگریزی اور حیدر آبادی فوجیں نہایت تیزی کے ساتھ میسور کی طرف بڑھیں۔ انگریزی افواج نے دو اطراف سے میسور پر حملہ کر دیا۔ ٹیپو سلطان کو جب انگریزی فوج کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو وہ مقابلے کے لیے نکلا اور سدا تیر کے مقام پر انگریزوں سے مقابلہ ہو گیا۔ اس میں انگریز فوج کو بھاری نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کے بعد گلشن آباد کی سرحد پر جنرل ہیرس کی فوج سے ٹکراؤ ہوا۔ سلطان کی فوج نہایت بہادری سے لڑی۔ قریب تھا کہ انگریز فوج کا مورچہ فتح ہو جائے لیکن میر حسن الدین اور پورنیا نے سلطان کی فوج کو جان بوجھ کر انگریزی فوج کے توپ خانے کی زد میں لا کھڑا کیا جس کی وجہ سے سلطان کی فوج کا بڑا حصہ انگریز فوج کے توپ خانے سے داغے جانے والے بارودی گولوں کا شکار ہو گیا۔ اس حملے میں سلطان کی فوج کا سپہ سالار نواب محمد رضا بھی شہید ہو گیا۔ دوسری طرف ٹیپو سلطان جنرل ہیرس کی فوج سے برسرِ پیکار تھا کہ اسے خبر ملی کہ سلطانی سپہ سالار میر حسن الدین نے غداری کر کے انگریزی فوج کا کورگ میں مقابلہ نہیں کیا اور یہ فوج جنرل اسٹیورڈ کی زیرِ کمان بغیر کسی مدافعت کے سرنگا پٹنم تک پہنچ چکی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سلطان دار السلطنت کی طرف پلٹا۔ جنرل ہیرس کی فوج میدان خالی پا کر سرنگا پٹنم کی طرف بڑھی اور جنرل

اسٹیورڈ کی فوج سے مل گئی۔ انگریزی فوج نے سرنگا پٹنم پہنچ کر ان مورچوں پر قبضہ کر لیا جو قلعہ کے شمال کی جانب واقع تھے۔ جب انگریزی فوجیں سرنگا پٹنم کے مختلف مقامات پر قابض ہو گئیں تو انہوں نے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی اس موقع پر سلطان نے فرانسیسی افسروں کو بلا کر کہا۔ ''جن لوگوں پر مجھے اعتماد تھا آج ان کی بے وفائی اور غداری ثابت ہو گئی ہے دشمن ان نمک حراموں کی بدولت طاقت پکڑتا جا رہا ہے اب ہمیں اس نازک وقت میں کیا کرنا چاہیے؟'' افسروں نے جواب دیا'' عالی جاہ آپ ہمارے ولی نعمت ہیں ہم آپ کے نمک خوار ہیں اور آپ نے ہمیشہ ہم پر عنایات کی ہیں مصلحتِ وقت یہی ہے کہ آپ اسی رات معہ حرم سرا قلعہ سے باہر تشریف لے جائیں اور قلعہ ہمارے سپرد کر جائیں جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم قلعہ کی حفاظت کے لیے خون پسینہ ایک کر دیں گے اور اگر یہ بات منظورِ خاطر نہ ہو تو ہم سب فرانسیسیوں کو انگریزوں کے سپرد کر دیں اس پر وہ آپ سے صلح کر لیں گے کیونکہ وہ ہماری وجہ سے آپ سے جنگ پر آمادہ ہیں۔''

سلطان ان فرانسیسیوں کی تقریر سے بہت متاثر ہوا اور ان کی نمک حلالی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ ''دوستو! تم دور دراز ممالک سے میری سلطنت میں آئے ہو میں ہرگز تمہیں انگریزوں کے حوالے نہیں کر سکتا خواہ میری سلطنت ہی کیوں نہ تباہ ہو جائے۔ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔'' سلطان نے نمک حرام وزیر میر صادق سے رائے پوچھی اس نے اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے بڑے ہمدردانہ انداز میں سلطان سے کہا کہ حقیقت میں فرانسیسی اور انگریز ایک ہی ہیں جونہی آپ نے قلعہ سے باہر قدم رکھا یہ فرانسیسی انگریزوں کو مطلع کر دیں گے اور قلعہ ان کے سپرد کر دیں گے' غدار پورنیا نے بھی اس بات کی تائید کی۔ سلطان نے مصالحت کے لیے دوبارہ ایک خط لارڈ ولزلی کو بھیجا۔ ولزلی نے جواب میں ایک تحقیر آمیز صلح نامہ سلطان کو بھیجا۔ سلطان کی غیرت نے ان شرائط کو تسلیم کرنا گوارا نہ کیا اور نہ ہی ولزلی کو کوئی جواب دیا۔ سلطان نے حکم دیا کہ جواہرات اور خزانہ اور حرم چیتل درگ روانہ کیا جائے۔ اس اہتمام کے بعد ٹیپو سلطان نے اپنے قابلِ اعتماد امرا کو بلا کر اپنی تجویز سے مطلع کیا۔ سب امرا نے خاموشی اختیار کی مگر غدار بدرالزماں نائطہ نے عرض کی'' جہاں پناہ جونہی آپ قلعہ سے باہر تشریف لیجائیں گے سلطانی جانبازوں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اور شیرازہ قائم نہ رہے گا' لہٰذا یہ امر خلافِ مصلحت ہے۔'' سلطان نے ایک نظر بدر الزماں پر ڈالی اور کہا'' رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ''۔ سلطان نے تمام سامان اونٹوں سے اتروا لیا اور قلعہ سے باہر جانے کے ارادہ ترک کر دیا۔ ٹیپو سلطان کو امرائے سلطنت کی غداری کا یقین ہو چکا تھا چنانچہ حرم سرا کے اندر خندق کھود کر اس میں بارود بھر دیا گیا تا کہ انگریز اندر آ جائیں تو ناموس کی حفاظت کے لیے حرم سرا کو آگ لگا دی جائے۔ 4 مئی کی صبح نجومیوں نے آ کر عرض کیا کہ آج کا دن اعلیٰ حضرت کے لیے

نہایت نامبارک ہے لہٰذا کچھ صدقہ خیرات دینا چاہیے۔ سلطان نے غسل کر کے زرومال سے لدا ہوا ایک ہاتھی فقیروں میں تقسیم کیا اور اس کے بعد قلعہ کا معائنہ کیا۔ دوپہر کے بعد سلطان ایک سایہ دار شجر کے نیچے آ کر بیٹھا اور وہیں کھانا طلب کیا۔ کہتے ہیں کہ ابھی ایک دو لقمے منہ میں ڈالے ہوں گے کہ پتہ چلا کہ انگریزوں کی گولہ باری سے جان نثار سپہ سالار سید غفار شہید ہو گیا۔ سلطان نے بے اختیار کہا' مجاہد موت سے نہیں ڈرتے اور سید غفار ایک مجاہد تھا' اس وقت سلطان نے اپنے نمک حرام وزیروں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''اس غداری اور بے وفائی کا نتیجہ تمہیں اس وقت معلوم ہوگا جب تمہاری نسلیں ایک ایک دانہ چاول اور پیاز کی ایک ایک گٹھی کو ترسیں گی اور دنیا میں نہایت ذلت اور پستی کی زندگی بسر کریں گی۔'' یہ کہہ کر سلطان نے بندوق نکالی اور طاؤس نامی گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں کے مقابلے کے لیے نکلا۔ جب سلطان اپنے جانباز ساتھیوں کے ساتھ فصیل کے اس طرف گیا جہاں انگریز گولہ باری کر رہے تھے تو نمک حرام غدار میر صادق نے واپس آنے کا دروازہ بند کر دیا اور خود فصیل پر چڑھ کر انگریز فوج کو حملے کا اشارہ دے دیا۔ اچانک ایک سپاہی میر صادق کی اس حرکت کو دیکھ کر چلاّ اٹھا ''او غدار اس مصیبت میں آقائے نعمت کو چھوڑ کر کہاں بھاگ رہا ہے'' اور پھر جوشِ غضب میں تلوار کا ایک کاری وار کر کے میر صادق کا سر تن سے جدا کر دیا۔ چار دن تک غدارِ وطن میر صادق کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی لوگ آج بھی اس کی قبر پر تھوکتے اور پیشاب کرتے ہیں۔ دوسری طرف سلطان اور اس کی سپاہ بے جگری سے انگریز فوج سے برسرِ پیکار تھیں کہ نمک حرام اور غدار پورنیا نے تنخواہ دینے کے بہانے سلطان کے سپاہیوں کو بلوا لیا اور پھر دشمن کو خبر کر دی کہ میدان صاف ہے۔ انگریزی فوج جنرل بیرڈ کی قیادت میں دریا پار کر کے آسانی کے ساتھ قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر اندر داخل ہو گئی۔ غدار میر قاسم اس فوج کی رہنمائی کر رہا تھا۔ سلطان نے ایک محفوظ مقام پر پہنچ کر انگریزی فوج کے خلاف حملہ کرنے کا حکم دیا لیکن جب سلطان نے دیکھا کہ دشمن فصیل پر چڑھ کر قلعہ پر قابض ہو چکا ہے اور مدافعت بے سود ہے تو وہ واپس آ گیا اور قلعہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ ٹیپو سلطان اپنے جانباز ساتھیوں کے ساتھ تین اطراف سے دشمنوں میں گھر گیا تھا۔ اس وقت راجہ خان نے سلطان کو مشورہ دیا کہ حضور اپنے آپ کو انگریزوں پر ظاہر کر دیں اس صورت میں آپ کی جان محفوظ رہ سکتی ہے لیکن سلطان نے فرطِ جذبات سے غضب ناک ہو کر کہا۔ ''گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔''

اچانک دشمن کی ایک گولی سلطان کے گھوڑے طاؤس کو لگی۔ گھوڑا اسی وقت جاں بحق ہو گیا اور سلطان پاپیادہ جنگ کرنے لگا۔ سلطان کے وفادار سپاہی اپنے آقا کے گرد دیوانہ وار جانوں کے نذرانے دے رہے تھے۔ جب غداروں نے دشمن کو سلطان کی میدانِ جنگ میں موجودگی کی اطلاع دی تو جنگ

میں مزید شدت پیدا ہوگئی۔ اچانک ایک گولی سلطان کے دل کے قریب پیوست ہوگئی اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ اتنے میں ایک انگریز سپاہی ادھر سے گزرا' سلطان کا قیمتی لباس دیکھ کر اس کا جی للچایا' اس نے قریب جا کر سلطان کی زرّیں پیٹی پر ہاتھ ڈالا۔ سلطان نے تلوار کا ایک زوردار وار کر کے اس کا پاؤں بری طرح زخمی کر دیا۔

انگریز نے غصے میں آ کر سلطان کو گولی کا نشانہ بنایا اور عین غروبِ آفتاب کے وقت میسور کا یہ بہادر شیر دل جانباز سلطان سرنگا پٹنم کے قلعہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالتا ہوا شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہوگیا۔ یہ 4 مئی 1799ء کی ایک اداس شام تھی۔

☆

ٹیپو سلطان

سید معراج جامی

ہم مسلمانوں پر کچھ عرصے قبل مردہ پرست قوم کا الزام لگ رہا تھا یعنی ہم اپنے مشاہیر اور معاصرین کو ان کے مرنے کے بعد یاد کرتے ہیں ان کی زندگی میں نہیں۔ الحمدللہ یہ الزام ہم پر بہت کم ہو گیا ہے مگر اس کے ساتھ ایک شدید المیہ یہ بھی ہو گیا ہے کہ اب ہم مردہ پرست بھی نہیں رہے یعنی جن کو مرنے کے بعد یاد کرنا چاہیے انہیں بھی یاد نہیں کرتے اگرچہ ایسی برگزیدہ ہستیاں جن سے تاریخ کے دھارے بدل جاتے ہوں جو تاریخِ عالم پر اپنا باب رقم کر گئے ہوں وہ مرتے کب ہیں مگر جناب آپ میری اس بات سے ضرور اتفاق کریں گے کہ وقت کی گرد بڑی ظالم ہوتی ہے اور اس سے زیادہ ظالم ہم لوگ ہیں جو مادیت میں اس قدر ڈوب گئے ہیں کہ ہمیں اپنے اسلاف بھی یاد نہیں رہتے ہیں۔ ''ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی'' اس اعتبار سے قابلِ مبارک باد اور قابلِ تقلید ہے کہ وہ اپنے اسلاف کو یاد رکھتی ہے۔ خصوصاً ایک ایسے مردِ جری کو جسے آج بھی اس کے دوست سے زیادہ اس کے دشمن اسے یاد رکھتے ہیں۔ اپنے اسلاف کو اس محبت، عقیدت اور احترام کے ساتھ یاد کرنے اور ان کے واقعات و حالات کو نئی نسل تک پہنچانے کے لیے سید محمود خاور کی یہ کاوش قابلِ ستائش اور باعثِ خیر و برکت ہے۔ نئی نسل اس وقت ایسے دوراہے پر کھڑی ہے جس کے ایک راستے پر انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دنیا اور فلم و فکشن کا ڈزنی لینڈ ہے اور دوسرے راستے پر ہماری تہذیب، تمدن، اخلاق، روایت اور مشرقی اقدار مگر اسے ہماری غفلت یا ابن الوقتی کہیے کہ ہم نے بچوں کو پہلے راستے پر خود ڈال دیا ہے جس کے نتیجے میں جب وہ ہمارے اسلاف اور اپنے اقتدار کو پہچاننے سے انکار کر دیتی ہے تو پھر ہمیں ہوش آتا ہے مگر اس وقت تک بڑی دیر ہو چکی ہوتی ہے ایسے وقت کسی دانا کا کہنا یاد کر لینا چاہیے کہ ''جہاں سے جاگو وہیں سے سویرا سمجھو۔'' اس لیے اظہارِ ملامت اور کفِ افسوس ملنے کا وقت تو کبھی آتا کبھی جاتا ہے مگر راہِ راست پر آنے کے لیے کسی وقت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر لمحہ، ہر ساعت اور ہر وقت اپنی حالت کے بدلنے کا وقت ہوتا ہے۔

ٹیپو سلطان پر منعقدہ سمپوزیم میں دانشورانِ ملک کی شرکت اس مردِ جری کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے اپنی نئی نسل کو اس کی شخصیت اور شجاعت سے روشناس کرانے کے لیے جمع ہے جسے ٹیپو سلطان کہتے ہیں۔ ٹیپو

سلطان کسی ایک فرد کا نام نہیں تھا جو مر گیا۔ کسی بادشاہ کا نام نہیں تھا جس کی حکومت چھین لی گئی، کسی سپاہی کا نام نہیں تھا جو گمنام ہو گیا اور نہ ہی ٹیپو سلطان کسی حکمران کا نام تھا جو اپنے اقتدار کو بچانے کی خاطر انگریزوں کے ہاتھوں مارا گیا بلکہ ٹیپو سلطان شجاعت، ایثار اور عظمت کا ایک روشن مینار تھا جس کی حکومت ہندوستان کے ایک حصے پر تو تھی ہی مگر اس کی حکومت اس کے اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں کے دلوں پر بھی تھی۔ یہ وطن کا سپاہی ہی نہیں بلکہ اسلام کا ایک جری اور جاں نثار جرنل بھی تھا۔ ٹیپو سلطان نے اپنے اقتدار کو نہیں برصغیر کے باشندوں کو غاصب انگریزوں کے چنگل سے نجات دلانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی اور غاصبوں سے لڑتا ہوا بہادری اور دلیری سے لڑنے کے باوجود اپنوں کی سازش کا شکار ہوئے ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اپنی جان بچانے کی خاطر انگریزوں کے آگے ہتھیار ڈال دیتا۔ ٹیپو سلطان کے والد سلطانِ میسور حیدر علی 1782ء میں وفات پا گئے تو ان کی جگہ فتح علی ٹیپو سلطان تخت نشین ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب مشرقی ہندوستان پر انگریز چھائے ہوئے تھے۔ انگریز پورے برصغیر پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے میسور کی جانب بھی نظر کی مگر میسور پر حیدر علی جب تک رہے ایک سیسہ پلائی دیوار بنے رہے اور جب ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا فتح علی ٹیپو سلطان تخت نشین ہوا تو پھر انگریزوں نے میسور پر لشکر کشی کی جس کے نتیجے میں انگریزوں سے سلطان کے کئی مقامات پر مقابلے ہوئے جن میں انگریزوں کو شکست ہوئی۔

انگریزوں کو ٹیپو سلطان سے جنگ کرنے پر جب پے در پے شکست ہوئی تو پھر انہوں نے اپنی روایتی عیاری کا مظاہرہ کیا اور ایک انگریز کو صوفی منش درویش کے لباس میں میسور بھیجا جس نے سلطان کے خلاف عوام کو بھڑکانا شروع کیا اور ٹیپو سلطان کے بڑے بڑے افسروں کو بھاری رشوتیں دے کر ورغلایا۔ جو بد بخت دنیاوی فائدوں کو اپنی آخرت کا سامان گردانتے ہیں وہ رہتی دنیا تک انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن کر دوسرے بدبختوں کے لیے نشانِ عبرت بن جاتے ہیں ایسے ہی بدبختوں میں میر صادق، میر غلام علی اور دیوان پورنیا کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جن کی غداری کے سبب انگریزوں کو ٹیپو سلطان سے جنگ میں کامیابی ہوئی۔ بھلا ایک اکیلا سلطان کس کس محاذ پر جنگ لڑتا، کہاں کہاں نظر رکھتا، اپنے علاقے کے کس کس حصے کو بچاتا لہٰذا ان غداروں کی وجہ سے جنہوں نے عین میدانِ جنگ میں سلطان کا ساتھ چھوڑ کر انگریزوں سے مل گئے اور سلطان کو یکا و تنہا کر دیا جس کے نتیجے میں میسور کا پایہ تخت سرنگا پٹم انگریزوں کے محاصرے میں آ گیا مگر ٹیپو سلطان ایک سچا مسلمان اور بہادر سلطان تھا۔ اسے معلوم تھا کہ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے اور اس فتح کا پھریرا اگر اس کے ہاتھوں میں نہیں لہرایا جا سکا تو کوئی بات نہیں بعد میں آنے والے اس پھریرے کو لہرائیں گے۔ حق و انصاف کسی فردِ واحد پر ختم نہیں ہوتا۔ سچائی اور بہادری کا یہ سلسلہ پشت در پشت نسل در نسل اور ملک در ملک چلتا ہے۔ ٹیپو سلطان نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ساتھیوں میں سے کئی

غدار نکلے تو جنگ لڑتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکا۔ انجام تو اس کی نگاہوں کے سامنے آ ہی چکا تھا۔ لہذا اس نے وہی فیصلہ کیا جو مردِ جری کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی بہادری اور جانفشانی سے لڑتے ہوئے اس مردِ مجاہد نے ۴ر مئی ۱۷۹۹ء کو جام شہادت نوش کر لیا۔ ٹیپو سلطان اپنے ملک کو نہیں بچا سکا مگر اس نے غلامی کا طوق پہننے کے لیے خود کو تیار بھی نہیں کیا۔ ٹیپو سلطان اور اس کے جان نثار رفقا اور سپاہیوں نے اپنی شہادت سے تاریخ اسلام پر ہی نہیں بلکہ تاریخِ عالم کے ماتھے پر جرأت و بہادری اور ایثار و وفاداری کا جو نقش ثبت کیا ہے وہ رہتی دنیا تک انسانیت کے وقار کا جھومر بن کر جگمگاتا رہے گا۔

ٹیپو سلطان نے میدانِ جنگ میں اپنے ساتھیوں کی غداری سے دلبرداشتہ ہونے کے بجائے اپنے زورِ بازو اور جذبۂ ایمانی پر بھروسہ کرتے ہوئے جہاں تک ہمت اور جان ساتھ دیتی رہی انگریزوں سے مقابلہ کرتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ غلام ذہنیت اور حرام طبیعت والے آدمیوں سے کہیں بہتر وہ انسان ہوتے ہیں جو وسیع القلب اور پاک طنیت ہوتے ہیں اور جن کی نظر میں طویل دنیاوی جاہ و حشم سے کہیں زیادہ سطوت و صولت کا باعث وہ آبرومندانہ زندگی ہوتی ہے جو ایک روزہ ہی سہی مگر رہتی دنیا تک اور آخرت میں سرخروئی کا باعث ہوتی ہے۔ نفرین و رسوائی کے ساتھ تذکرہ ہونے سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے اسی لیے ٹیپو سلطان نے جامِ شہادت نوش کیا تو دنیا کے تمام غداروں اور بدبختوں کو یہ سبق دے گئے کہ

"گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے"

☆
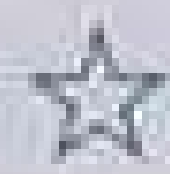
مدح ٹیپو سلطان

سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی

ٹیپو سلطان تھا اس جہان میں وحید
ایک عالم ہوا تھا اس کا مرید
عالم و فاضل و ادیب و طبیب
حامئ دین بھی تھا وہ شاہِ شہید
عہد میں اپنے تھا جری و شجیع
جنگ کے فن میں تھا وہ فردِ فرید
کیا تدبّر سے اور حکمت سے
مملکت کی تھی اس نے پھر تجدید
رشکِ جنت سیاست اس کی تھی
روح افزا تھی سب کو جس کی دید
دینِ اسلام پا رہا تھا فروغ
قومِ مسلم کی رات دن تھی عید
کامرانی کو دیکھ کر اس کی
ہوئی اعداء کی دشمنی بھی مزید
حملہ اس پر کیا شدید ایسا
ہوا جس سے وہ قلعے میں شہید
حرّیت کا مجاہدِ اوّل
ہے مزار اس کا قابلِ دید

☆

میسور کی تیسری اور آخری جنگ اور

ٹیپو سلطان کی شہادت

سید وسیم مسعود

انگریز ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تاجروں کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے اور کچھ عرصے بعد پورے ہندوستان پر قبضے کی منصوبہ بندی شروع کردی۔ اس کی ابتدا بنگال سے ہوئی۔ وہ غدار میر جعفر کی عسکری اعانت سے والیٔ بنگال سراج الدولہ کو پلاسی کے میدان میں شکست دے کر پورے بنگال پر قابض ہوگئے۔ دہلی کی برائے نام حکومت سے ان کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ شمال میں صوبہ جات آگرہ' اودھ میں ان کا پٹھو والی اودھ نواب شجاع الدولہ ان کے مفادات کی نگرانی کررہا تھا۔ نظام حیدر آباد اور مرہٹے ان کے حلیف بن چکے تھے۔ اب وہ محسوس کررہے تھے کہ برصغیر میں ان کے اقتدار کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ والیٔ میسور ٹیپو سلطان ہے۔ انہوں نے اس وزنی پتھر کو ہٹانے کے لیے نظام حیدر آباد اور مرہٹہ شاہی سے اتحاد کیا۔ ٹیپو کے قریبی ساتھیوں کو خریدا' ان کی صفوں میں رخنہ ڈالا' غداروں اور وطن فروشوں کی سرپرستی کی۔ دھوکے بازوں کی پیٹھ تھپکی' آستین کے سانپوں میر جعفر' میر صادق' میر عالم' میر قمر الدین' میر غلام علی لنگڑا' میر معین الدین' بدر الزماں نائطہ اور ہندو دیوان پورنیا سے سلطان کو ڈسوایا۔ اس طرح انہوں نے گھر کے چراغوں ہی سے گھر کو آگ لگوادی۔ اس اتحادِ ثلاثہ کے نتیجے میں ان کے درمیان تین جنگیں ہوئیں۔ اتحادی فوجوں نے سرنگا پٹنم کا محاصرہ کرلیا۔ خونریز جنگ ہوئی جس میں سلطان کو شکست ہوئی۔ صلح نامہ مرتب کیا گیا۔ 24 مئی 1792 کو اس پر دستخط ہوئے جس کی رو سے سلطان کو اپنی نصف سلطنت سے دستبردار ہونا' تین کروڑ تاوان ادا کرنا اور مخالفین کے قیدیوں کو رہا کرنا پڑا۔ معاہدے کی ضمانت کے طور پر سلطان کے دو کمسن بیٹوں عبدالخالق اور معین الدین کو یرغمال بنالیا گیا لیکن اولوالعزم سلطان نے چھ مہینے کے قلیل عرصے میں اپنی سلطنت کو پھر سے مضبوط' طاقتور اور خوشحال بنادیا۔ اسلامی ممالک کے حکمرانوں' شاہ زمان والی کابل' ترکی کے سلطان' شاہ ایران' برصغیر کے سلاطین اور فرانس کے نپولین بوناپارٹ سے مفید رابطے کیے۔ لارڈ ویلزلی ہندوستان کا گورنر جنرل بن کر آیا تو اسے اس قدر قلیل مدت میں سلطان کے سنبھلنے پر سخت تشویش ہوئی۔ اس نے آتے ہی جنگ کی تیاری شروع کردیں۔ سلطان کو بے دست و پا کرنے اور ہر قسم کی امداد سے محروم کرنے کی کوششوں کا آغاز کردیا۔

طرح طرح کے ہتھکنڈوں، دھونس، دھمکی، دھاندلی سے کام لیا۔ داخلی طور پر سازشوں کا جال بچھایا اور عوام کو باور کرایا کہ انگریز اسلامی رسوم کو بہت پسند کرتے ہیں لیکن ٹیپو سلطان ان کا مخالف ہے۔ غرض اس نے مکارانہ حکمتِ عملی اختیار کی اور جنرل ہیرس کو حکم دیا کہ وہ میسور پر حملہ کردے اور الزام لگایا کہ ٹیپو فرانسیسیوں سے مل کر ہندوستان میں انگریزوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ حکم کی تعمیل میں ہیرس 21 ہزار فوج کے ساتھ 10 مارچ کو میسور میں داخل ہوا اور بنگلور پر قبضہ کرلیا۔ سلطان سید غفار اور پورنیا کی قیادت میں کچھ فوج چھوڑ کر مشرق کی طرف بڑھا۔ ۲۲/اپریل 1799 کو جنرل ہیرس نے مصالحتی یادداشت سلطان کے حوالے کی۔ اس کی شرائط پہلے سے بھی زیادہ سخت اور توہین آمیز تھے۔ سلطان نے اسے مسترد کردیا۔ 28 اپریل 1799 کو سرنگاپٹنم کے باہر توپیں نصب کر کے گولہ باری شروع کردی۔ 3 مئی کو قلعہ کی فصیل میں ایک چھوٹا سا شگاف ہوگیا۔ میر صادق نے شگاف کی حفاظت کرنے والے دستے کو تنخواہ دینے کے بہانے سے وہاں سے واپس بلالیا اور انگریز فوجیں بلامزاحمت کے شگاف کے راستے سے قلعہ میں داخل ہوگئیں۔ سلطان اس وقت دوپہر کے کھانے کے لیے بیٹھا ہی تھا کہ اسے اپنے وفادار ساتھی سید غفار کی شہادت کی اطلاع ملی۔ ٹیپو گھوڑے پر سوار ہو کر ڈڈی دروازے کی طرف بڑھا جسے پہلے ہی میر صادق نے بند کردیا تھا تا کہ سلطان باہر نہ جاسکے۔ ٹیپو سلطان مردانہ وار ایک تنگ جگہ لڑتا رہا اور تین سپاہیوں کو ہلاک کیا اور پھر ایک گولی سلطان کی کنپٹی پر لگی اور یہ عظیم انسان مرتبہ شہادت پر فائز ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

رباعی

کالی داس گپتا رضا

یہ پھولوں سے ڈھکا مزارِ ٹیپو سلطان
گویا ہے تر و تازہ گلستانِ شہید
دیکھا جو اسے تو جیسے دیکھا میں نے
انوارِ شہید، اوجِ شہید، آنِ شہید

شہیدِ آزادی۔ٹیپو سلطان

میاں غلام مرتضیٰ

ایک دن وہ شائستہ اطوار پاکیزہ، خوش گفتار، خوش مزاج اور خوش لباس بچہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ میدان میں کھیل رہا تھا کہ وہاں سے ایک مسلمان ولی صفت بزرگ کا گزر ہوا وہ اس بچے کو دیکھ کر رک گئے۔اس کے فراخ چہرے اور بلند پیشانی کو غور سے دیکھا۔ بچے کو پاس بلایا اور پیار بھرے انداز میں سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا 'تم ایک دن اس علاقے کے بادشاہ بنو گے اور جب بادشاہ بن جاؤ تو یہاں ایک مسجد تعمیر کرنا' بچے نے بزرگ سے وعدہ کیا' پھر وہ دن بھی آ گیا جب وہ بچہ یہاں کا سلطان بن گیا' اس بچے کو اپنا وعدہ یاد تھا اس نے مذکورہ جگہ ہندوؤں سے قیمتاً خرید کر مسجد کی بنیاد رکھی۔ آج وہ خوبصورت' منقش مسجد میں تمام نمازیوں سمیت بیٹھے ہیں جن میں سلطان کے علاوہ بڑے بڑے جید علمائ' جید مشاہیر مشائخ اور ریاست کے سرکردہ لوگ شامل ہیں۔ اعلان ہوتا ہے کہ افتتاح کے وقت پہلی نماز وہ شخص پڑھائے گا جو'صاحب ترتیب' ہو یعنی جس کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو۔لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں لیکن کوئی بھی نماز پڑھانے کے لیے تیار نہیں ہو رہا کیونکہ وہ صاحبِ ترتیب نہیں' نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ مجبوراً سلطان نے خود کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ الحمدللہ میں صاحبِ ترتیب ہوں اور اس طرح مسجد کا افتتاح کیا گیا اور نماز کی امامت کرائی۔ وہ بچہ فتح علی خان ٹیپو سلطان کے نام سے مشہور ہوا' مسجد مسجدِ اعلیٰ کے نام سے مشہور ہوئی۔ غیر منقسم ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے والوں میں والیٔ میسور سلطان ٹیپو شہید مسلمانوں کے قومی ہیرو کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ وہی ٹیپو سلطان وہ بطلِ حریت ہیں جس کا نام لے کر انگریز مائیں اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں۔ اپنے مقولے کی لاج رکھتے ہوئے 4 مئی 1799 کو سرنگا پٹنم کے قلعہ میں انگریزوں کے خلاف میسور کی چوتھی جنگ میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور پھر یہیں سے انگریز قوم کے پاؤں اس سرزمین پر جمنا شروع ہو گئے اور تمام سلطنت پر انگریز قابض ہو گئے لیکن جو شمع ٹیپو سلطان نے اپنے خونِ جگر سے جلائی تھی وہ بجھنے نہ پائی آہستہ آہستہ اس شمعِ حریت کے گرد سید احمد شہید' اسماعیل شہید' مولانا محمد علی جوہر' مولانا ظفر علی خان' مولانا حسرت موہانی اور علامہ اقبال جیسے پروانے چکر کاٹنے لگے۔ بالآخر شمعِ حریت کے آخری پروانے محمد علی

جناح اپنی قیادت میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ ٹیپو سلطان کا نا م ایک صوفی بزرگ ٹیپو مستان ولی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ ان کا اصل نام ابوالفتح فتح علی خان تھا۔ ٹیپو سلطان 20 نومبر 1750 کو جمعہ کے مبارک دن میسور کے حکمران حیدر علی کے گھر موضع دیون ہلّی میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی لیکن اس کے ساتھ ساتھ عربی' فارسی' انگریزی' فرانسیسی کی تعلیم بھی حاصل کی ۔ لڑکپن میں گھڑسواری' تیر اندازی' نیزہ بازی اور نشانہ بازی جیسے جنگی طریقوں سے استفادہ کیا۔ ٹیپو سلطان کو بہادری کی علامت شیر سے اس قدر رغبت تھی کہ اس نے اپنے محل میں بہت سے شیر پال رکھے تھے ۔ اسے شیر کا رنگ بھی پسند تھا۔ اس نے محل گنبد اور مساجد بھی اسی رنگ میں بنوائے۔ غیر معمولی جسامت اور مضبوط بدن کے مالک ٹیپو سلطان کا پہلا معرکہ 1765 میں کورگ کے مقام پر ہوا جہاں کے لوگوں نے بغاوت کر دی تھی ۔ صرف پندرہ سال کی عمر میں اس نے یہ فتح حاصل کی۔ ٹیپو سلطان نے میسور کی پہلی اور دوسری جنگوں میں بھر پور حصہ لیا۔ مردانہ وار اور بڑی بے جگری سے لڑا' دشمنوں کی صف میں گھس کر ان کا صفایا کرتا' انگریزوں سے پہلی جنگ 1767 میں نگر کے مقام پر ہوئی اور انگریزوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ٹیپو سلطان نے مختلف مواقع پر جنگی معرکوں میں کئی قلعے بھی فتح کیے۔

جنگ کا میدان ہو یا سلطنت کا کوئی فریضہ سرانجام دینا ہو یا کوئی اور مشکل درپیش ہو ہر جگہ اور ہر مقام پر بہادر باپ حیدر علی نے ہمیشہ ٹیپو سلطان سے مشاورت چاہی۔ حیدر علی کی وفات کے بعد جب ٹیپو سلطان تخت نشین ہوا تو تاجپوشی کے وقت اس نے دربار میں مختصر مگر جامع خطاب کیا۔

''میرے محترم درباریو! میں ایک معمولی اور عام انسان ہوں میری حکومت اور شان و شوکت سب کچھ عارضی ہے۔ مستقل صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے ہماری زندگیوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے جب تک میں زندہ ہوں میری سانسیں اپنی ریاست میں بسنے والے ہر شہری کے لیے وقف ہیں لیکن خدا کی ذاتِ بابرکات کے علاوہ نہ تو کسی کے قہر و جلال سے ڈرتا ہوں اور نہ مجھے کوئی اسلام کی راہ سے ہٹا سکتا ہے بس تم اللہ کے نام پر آگے بڑھتے رہو اللہ تعالیٰ خود تمہاری ڈور تھام لے گا اور تمہاری مدد فرمائے گا۔''

ٹیپو سلطان ایک باہمت' بہادر اور جری حکمران تھا۔ 1790 تک سارا جنوبی ہندوستان ٹیپو کی سلطنت میں شامل تھا۔ ہر طرف ٹیپو کی تلوار کی دھاک بیٹھ گئی تھی ۔ ویسے بھی ٹیپو ایک حوصلے' ولولے اور امنگ اور جذبے کا نام تھا جو عزت کی زندگی سے جینا جانتے ہیں انہی وجوہات کی بنا پر ٹیپو نے ہندوستان کے دوسرے نوابوں اور حکمرانوں کی طرح انگریزوں کی چاپلوسی نہیں کی بلکہ انگریز کمپنی کو خراج دینے سے انکار کر دیا تھا وہ جان تو دے سکتا تھا مگر کسی غیر کے آگے جھک کر زندہ نہیں رہ سکتا تھا' ٹیپو کو بیک وقت مختلف

محاذوں پر لڑنا پڑا ایک طرف انگریز اور مرہٹے دوسری طرف جاٹ اور کورگ تھے لیکن اس کے باوجود ٹیپو نے ہر محاذ پر انہیں شکستِ فاش دی وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ انگریز ایک مکار قوم ہے جو میدان جنگ میں سازشی قلعے تعمیر کر کے عیاری اور مکاری کے ہتھیاروں سے لڑتی ہے اور یہی عیاری و مکاری انگریز کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ انگریز جان چکا تھا اور حالات کو پہچان کر اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ٹیپو سلطان کی زندگی میں وہ ہندوستان میں کبھی پاؤں نہیں جما سکے گا کیونکہ ہندوستان میں صرف ایک ہی دشمن رہ گیا ہے جو ہندوستان کو انگریزوں سے خالی کروا سکتا ہے کیونکہ وہ جذبہ قومیت سے معمور شخصیت تھی۔ وہ جنگ کو جہاد کا درجہ دیتا تھا۔ جمعہ کے دن مساجد میں خطبات میں جہاد کی تعلیمات پر روشنی ڈالی جاتی تھی وہ کہتا تھا کہ مجاہد موت سے نہیں ڈرتا اور موت یقینی ہے۔ خدا جب چاہے اپنے پاس بلا لے۔ ٹیپو سلطان کو فحش کاموں سے سخت نفرت تھی وہ اپنا جسم مکمل طور پر ڈھانپ کر رکھتا تھا اس کا حکم تھا کہ کوئی عورت بے پردہ باہر نہ نکلے۔ اس نے اپنے عہد میں ہندو عورتوں کی فروخت کو بھی ممنوع قرار دے دیا تھا اور ستی کی رسم کا بھی خاتمہ کر دیا تھا۔ ٹیپو سلطان نے ہندوستان میں انگریزوں کو ہر مقام پر ناکوں چنے چبوا دیے تھے لیکن آخر کار میسور کی چوتھی جنگ میں اپنوں نے غداری کی اور بہادری کا امام آزادی کا متوالا' بطل حریت' شیر میسور سرنگا پٹنم کے قلعہ میں انگریزوں کے خلاف لڑتا ہوا شہادت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا۔ زندہ قوموں کو اپنی تاریخ کو زندہ رکھنے کے لیے عملی طور پر اپنے اسلاف کی یاد بھرپور طریقے سے منانی چاہیے۔ قومی میڈیا' اخبارات' رسائل اور جرائد کے علاوہ ٹی وی کو اس سلسلے میں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔ ٹیپو سلطان نے اس وقت جہاد کو بلند کیا جب غیر مسلموں کے ہاتھوں مسلم تشخص بری طرح مجروح ہو رہا تھا۔ وہ چاہتے تو دوسرے مفاد پرست حکمرانوں کی طرح غیر مسلم کی جھولی میں جا گرتے۔ وقتی عیش و آرام انہیں ضرور حاصل ہوتا لیکن آج تاریخ انہیں شیر میسور کے نام سے یاد نہ کرتی۔ انگریزوں کے خلاف ٹیپو سلطان اور ان کے جانثار ساتھیوں کی تحریک اور جہاد ایک مکمل تاریخ کا احاطہ کرتی نظر آتی ہے جس کو دور رس نگاہوں سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے موجودہ حالات سے بہت مناسبت نظر آتی ہے اور ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ہم غیر مسلم اقوام کی سازشوں سے کس طرح نمٹ سکتے ہیں اور اس سلسلے میں ہمارا کردار کیا ہونا چاہیے۔ ٹیپو سلطان کی شہادت ہمیں آج کے دور میں ایک بار پھر غیر مسلموں سے نبرد آزما ہونے کے لیے جہاد کا درس دیتی نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

میرے خاک و خون سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلۂ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

ٹیپو سلطان کے نوادرات کی ہندوستان میں واپسی

واجد اللہ خان

ٹیپو سلطان ہندوستانی تاریخ میں عظیم حکمران کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ بہترین مدبر، جنگ جو نڈر اور رحم دل بادشاہ ٹیپو سلطان ملک کے پہلے مجاہدِ آزادی کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ یہ بات نہایت قابلِ فخر ہے کہ بلند و برتر مرتبے کے حامل اس بادشاہ کے جنگی ساز و سامان اور ہتھیار ہندوستان واپس لائے گئے جو ہندوستان کے لیے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں۔

ٹیپو کے نوادرات اور جنگی سامان میں ان کی تلوار بھی ملک میں واپس لائی گئی ہے جو صدیوں پہلے ٹیپو نے ملک کے تحفظ کے لیے اٹھائی تھی۔ اسے بنگلور کے مشہور تاجر، کئی اداروں کے مالک اور یو بی گروپ کے چیئرمین وجے مالیا نے بھاری قیمت ادا کر کے لندن کے ہراج میں حاصل کیا اور ہندوستان لے آئے ان کا کہنا ہے کہ ٹیپو کی یہ تلوار بھارت کی عزت و خودداری کی علامت ہے جسے ہر قیمت پر بھارت واپس لانا میرا فرض تھا (یاد رہے کہ آئی پی ایل کرکٹ انڈیا میں بنگلور رائل چیلنجر ٹیم اور کنگ فشر ایر لائن کے وجے مالیا ہی مالک ہیں) 25 مئی 2005ء کو (Sotheby's) لندن میں ٹیپو سلطان کے جنگی سامان اور نوادرات کے ہراج میں ہتھیاروں کے حصول کے لئے 8.2 کروڑ روپے کی بولی لگائی تھی اور اسی رقم کے عوض یہ ہتھیار انہوں نے حاصل کئے جب کہ ٹیپو سلطان کے نوادرات میں شامل ہتھیار 10.2 کروڑ روپے میں ہراج کئے گئے۔ اس کلکشن میں فن کے نمونے، کتابیں، ہتھیار اور جنگی لباس وغیرہ بھی شامل تھے جسے انگریزوں نے 1799ء میں سرنگا پٹنم کی خطرناک جنگ میں ٹیپو سلطان کو شکست دینے کے بعد ان کے محل کے خزانے سے حاصل کیا تھا۔ ٹیپو سلطان کے خزانے سے حاصل کردہ اس سامان کو جنرل بیرڈ اور کرنل آرتھر ولزلی نے کنگ جارج کو پیش کیا تھا جو اس وقت برطانیہ کا حکمران تھا۔ ان نوادرات کی بعض نادر اشیاء، ونڈزر پیالیس کے شاہی محل کے کلکشن میں برباد ہوگئیں۔ مورخین نے ٹیپو سلطان کو شیرِ میسور کا لقب دیا۔ ٹیپو سلطان نے شیر پر غلبہ پایا تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے شیر کو ریاست کی سرکاری علامت بنا دیا اور ہر قیمتی شے بشمول

ہتھیاروں، بندوقوں، تلواروں اور توپوں پر بھی شیر کے نشان کو استعمال کیا۔ شیر کا بنیادی نقش ٹیپو سلطان کی استعمال کردہ ہر شے پر نظر آئے گا۔ شیر کا نقش جواہرات سے مزین ان کی تلوار پر بھی کندہ ہے۔ یہ نشان سلطان کی توڑے دار بندوق پر بھی نظر آئے گا جسے بندوق بنانے والے باصلاحیت محمد اسد خان نے تیار کیا تھا۔ ٹیپو سلطان ایک دور اندیش منتظم بھی تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ نظامِ حیدر آباد، مرہٹوں اور انگریزوں سے جنگوں میں گزرا۔ ٹیپو کو اس بات کا یقین تھا کہ ان کی ریاست محفوظ اور پُرامن رہے گی۔ وہ اپنی رعایا کی بہتر زندگی کے خواہاں تھے۔ انہوں نے اپنی ریاست میں سڑکوں اور ڈیمز کی تعمیر کے علاوہ صنعتوں کے قیام کے لئے بھی وقت صرف کیا۔ ٹیپو نے جہاں ایک طرف فرنگیوں کو ملک سے باہر نکالنے کے لئے جدوجہد کی تو دوسری طرف ملکی اصلاحات، زرعی، صنعتی اور تجارتی ترقی کے لئے سرگرمی دکھائی۔ ٹیپو کی حب الوطنی کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے دسترخوان پر غیر ملکی نمک تک گوارا نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی رعایا کو بطور خاص یہ ہدایت دی تھی کہ وہ انگریزی علاقے سے آنے والی اشیاء کو ہاتھ نہ لگائیں۔ ٹیپو سلطان ملک کی آزادی کی برقراری کے ساتھ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور ملت کی سربلندی چاہتے تھے جس کا واضح ثبوت ان کے فرامین اور احکامات سے ملتا ہے۔ سلطان کو آزادی پسند تھی وہ آزادی کے دلدادہ تھے انہیں ملک کا پہلا مجاہدِ آزادی بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ٹیپو سلطان کے والد حیدر علی غیر تعلیم یافتہ تھے تاہم وہ علم کی قدر جانتے تھے وہ ٹیپو کو تعلیم یافتہ بنانا چاہتے تھے، چنانچہ ٹیپو سلطان کو مختلف زبانیں سکھائی گئیں۔ وہ بالغ ہونے تک چھ زبانوں کنڑی، عربی، اردو، سنسکرت، فرانسیسی اور انگریزی پر عبور حاصل کر چکے تھے۔ اضافی طور پر وہ ریاضی اور سائنسی علوم میں بھی ماہر ہوگئے تھے۔ وہ مطالعہ کے کافی شوقین تھے۔ ان کے کتب خانے میں مختلف زبانوں کی دو ہزار سے زائد کتابیں تھیں۔ ٹیپو سلطان نے اپنی فوجی تعلیم حیدر علی کی فوج کے جنگجو غازی خان سے حاصل کی تھی اور پندرہ برس کی عمر سے ہی اپنے والد کے ساتھ فوجی مہمات میں حصہ لینے لگے تھے۔ ہندوستانی روایات کے مطابق شیرِ میسور سیکولر حکمران تھے انہوں نے تمام مذاہب کا یکساں احترام کیا۔ انہوں نے ریاست میسور کے ۲۲ مشہور منادر کو بھاری امداد دی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ ماحولیات کے تحفظ سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ کاویری ندی کے کنارے واقع بارودی فیکٹری کے معائنے کے دوران شیرِ میسور نے اس بات کو محسوس کیا کہ بارود کے زہریلے ذرات کے باعث مچھلیاں ہلاک ہورہی ہیں چنانچہ انہوں نے اسی وقت فرمان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ ''نباتات اور حیوانات خدا کی عطا ہیں تاکہ وہ

انسانوں کے کام آسکیں اوران کی غذا بن سکیں اگر انسان انہیں ہی برباد کردے گا تو خود بھی برباد ہوجائے گا چنانچہ اس فیکٹری کو فوراً ایسی جگہ منتقل کردیا جائے جہاں زہریلے اثرات ندی میں نہ بہائے جائیں۔ چنانچہ فیکٹری کو فوراً دوسری جگہ منتقل کردیا گیا۔ ریاست کے غریبوں کی قابلِ رحم حالت پر ترس کھاتے ہوئے شیرِ میسور نے زمینداروں اور نوابوں سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنی اراضی کا دس فیصد حکومت کو دیں تاکہ یہ اراضی بے زمین غریب افراد میں تقسیم کی جائے تاکہ ملک میں پیداوار بڑھے اور غریبوں کو روزگار ملے۔ مورخین کے مطابق ٹیپو علی الصبح پانچ بجے بیدار ہوجاتے تھے' غسل کے بعد نمازِ فجر ادا کرتے اور کتب خانے کا رخ کرتے جہاں وہ سرکاری مکتوبات تحریر کرواتے۔ صبح سات بجے وہ ناشتہ کرتے جو عموماً مٹھی بھر اخروٹ' پستہ' بادام اور پھلوں پر مشتمل ہوتا۔ بعدازاں ملٹری کیمپ کا رخ کرتے جہاں وہ گیارہ بجے فوجی ٹریننگ کا مشاہدہ کرتے۔ گیارہ سے تین بجے تک وہ دربار آراستہ کرتے' اس دوران وہ ریاست کے مسائل کو حل کرتے۔ تین بجے دوپہر کے کھانے کا وقت ہوتا اور چھ بجے تک آرام کرنے کے بعد وہ محل کی طرف روانہ ہوتے جہاں اہم شخصیات اور دوسروں سے رات گئے تک تبادلۂ خیال اور مختلف امور پر مشورے کرتے۔ ٹیپو سلطان نے ہی ملک میں پہلا عوامی بینکنگ نظام قائم کیا جہاں نئے صنعت کاروں کو قرض لینے اور تجارت کے فروغ کے لئے حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ کرناٹک کی مشہور ریشم کی صنعت کا آغاز بھی ٹیپو سلطان نے ہی کیا تھا۔ انہوں نے شہتوت کے درخت اور ریشم کے کیڑے چین سے درآمد کئے اور ریشم کی تجارت سے بیروزگاروں کو منسلک کرنے اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے مواضعات میں تربیتی مراکز قائم کئے۔ دیگر بادشاہوں سے ہٹ کر ٹیپو سلطان نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ انہوں نے راکٹوں کے ریسرچ پروجیکٹ میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ کئی راکٹ بھی بنوائے۔ ان کے بنائے ہوئے راکٹوں کو بعدازاں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو شکست دینے کے لئے استعمال کیا۔ ان سب باتوں کے علاوہ ٹیپو سلطان ایک ہمہ گیر شخصیت کا نام ہے۔ ٹیپو جیسے دلیر اور غیرت مند حکمران سے متعلق اور منسوب اشیاء' اور نوادرات کی واپسی ہندوستان کے لئے قابلِ فخر بات ہے کیوں کہ ان کی واپسی غیر مسلموں کے ذریعے ہی ہورہی ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ ٹیپو کو اہلِ ہند کس قدر عزیز رکھتے اور دل وجان سے چاہتے ہیں۔ **بھارت کے مشہور وممتاز صنعت کار وجے مالیا کا نہایت کثیر رقم ادا کر کے ٹیپو کی تلوار کو واپس لانے کا عمل نہایت ہی لائق تحسین ہے۔**

نذرِ ٹیپو سلطان

رزاق افسر

ذات تیری انتخابِ وادیٔ گنگ و جمن
اے شہیدِ حریت اے عظمتِ خاکِ وطن

سرخرو تیرے لہو سے اس زمیں کا بانکپن
اے شہیدِ حریت اے عظمتِ خاکِ وطن

تیری قامت کو بڑی حسرت سے تکتا ہے گگن
اے شہیدِ حریت اے عظمتِ خاکِ وطن

تجھ پہ نازاں ہیں برابر، کیا ہمالہ کیا دکن
اے شہیدِ حریت اے عظمتِ خاکِ وطن

مشعلِ آزادیٔ ہندوستاں لکھوں تجھے
قومی یکجہتی کی نادر بوستاں لکھوں تجھے

زندگی کے پیچ و خم کا رازداں لکھوں تجھے
نغمۂ شہرِ حیاتِ جاوداں لکھوں تجھے

حُرمتِ خاکِ وطن کا پاسباں لکھو ں تجھے
وادیٔ گنگ و جمن کا جانِ جاں لکھوں تجھے

تیرے گن گاتی ہے ہر ڈالی چمن کی آج
یاد کرتی ہے تجھے مٹی وطن کی آج

☆
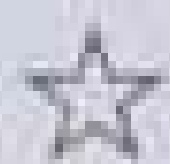
خونِ شہیداں رائیگاں نہ جائے گا

جیون خان

زندگی کا تو تقاضا جیئے جانا ہے مگر شرف انسانی کا اپنا معیار ہے۔ اس کی میزان میں شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر معلوم ہوتی ہے۔ اگر یوں نہ ہوتا تو ٹیپو سلطان شہید کا نام کب کا مٹ چکا ہوتا وہ نہ صرف آج بھی تاریخ کی کتابوں میں زندہ اور کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں بس رہا ہے بلکہ ان کی قبر بھی زندہ ، جاوید ہے۔

حضرت سلطان باہو نے فلاح اور کامیابی کی پہچان یہی بتائی ہے کہ ہاتھ انہی کے کچھ لگا 'قبر جنہاں دی زندہ ہو' سرنگا پٹم کے قریب چھوٹی سی ندی کے کنارے واقع مزارِ شہید پر جنہیں حاضری دینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ شہید نے طوقِ غلامی کے عوض طوالتِ عمر کا سودا نہ کرتے ہوئے صحیح فیصلہ کیا تھا۔ یہ سنہری روایت بھی کتنی شاندار تھی۔ نواسۂ رسول اکرمؐ نے اپنے اور اپنے خانوادے کے خونِ مطہر سے قرطاسِ عالم پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ ''جان جاتی ہے تو جائے مومن کا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہیں جائے گا۔'' سچ ہی تو ہے کہ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ کربلا کیا ہے یہ فیصلے کی وہ گھڑی ہے جو غیور انسانوں سے اپنی جان اور اس سے بھی عزیز متاع کی قربانی مانگتی ہے تا کہ سب کچھ دینے والے کا حق ادا ہو سکے۔ فنا ہو جانا بچوں کا کھیل نہیں ہے زندگی دوام چاہتی ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ وہ ہزاروں سال جئے اور ہر سال کے ہوں دن پچاس ہزار۔ ۴ رمئی ۱۷۹۹ء کی صبح سرنگا پٹم کے قلعہ میں محصور ٹیپو سلطان نے بھی یہی چاہا ہوگا۔ اس کی عمر ہی کیا تھی اس وقت ۴۸ سال پانچ ماہ اور ۱۴ ردن۔ جوانی بھی نہیں ڈھلی تھی۔ بہار جوبن پر تھی۔ ہنگامِ سفر ٹل بھی سکتا تھا۔ جنرل ہیرس نے ۲۲ راپریل ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹم پر گولہ باری شروع کرنے سے پہلے مصالحت کی پیش کش کی تھی۔ شرائط البتہ کڑی تھیں۔ سلطان سے کہا گیا تھا ''آدھی سلطنت چھوڑ دو' دو کروڑ تاوان ادا کرو' چار بیٹے اور چار جرنیل یرغمال دو۔'' جواب چوبیس گھنٹے کے اندر مانگا گیا تھا۔ طاقت کے نشے میں چُور حملہ آور ہمیشہ ہوا کے گھوڑے پر سوار آتے ہیں وہ شکار کو چند سانسوں کی مہلت دینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ تہذیب و تمدن نے لاکھ ترقی کی ہو مگر نہ طاقت کے نشے میں کوئی کمی آئی ہے نہ اس کے طور طریقے ہی

بدلے ہیں۔ سلطان کی غیرت نے گردن جھکا دینے کی اجازت نہ دی مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انگریز چومکھی لڑتا تھا۔ جنگ میں سب کچھ روا تھا۔ دشمن کے عمائدین پر ڈورے ڈالنا اس کا مرغوب مشغلہ تھا۔ بشری کمزوریوں کا جائزہ لینے کے بعد وہ طے کرتا کہ کس کس پنچھی پر جال پھینکا جائے۔ ان کی چالیں بالکل اسی طرح کامیاب رہتیں جس طرح آج کے دور میں امریکہ بہادر کی بڑے لوگوں کو خرید لینے کی مہم کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ ۴ مئی کی صبح کو بھی یہی ہوا۔ ''پورنیا'' دشمن کے پاس بک گیا تھا۔ اپنی غداری میر صادق دکھا چکا تھا۔ انگریزی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی تھی۔ سلطان دو پہر کے کھانے کے لیے بیٹھا ہی تھا کہتے ہیں پہلا لقمہ اٹھایا ہی تھا کہ دشمن کے قلعہ میں داخل ہو جانے کی اطلاع ملی۔ ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ ہم بھی عنقریب جانے والے ہیں، اُٹھے اور چند جانبازوں کے ہمراہ حملہ آور پر ٹوٹ پڑے۔ طاقت کے غیر معمولی عدم توازن سے کیونکر نپٹا جا سکتا ہے۔ دفاع کرتے کرتے جامِ شہادت نوش کیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

4 رمئی 1799ء تاریخ کا ایک یادگار دن

فیروز الدین احمد فریدی

1799ء ہماری تاریخ کی وہ ہولناک تاریخ ہے جب برصغیر پاک و ہند کا ایک غیرت مند سپوت اپنے وطن پر یہ کہہ کر نثار ہو گیا کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے'' یہ الفاظ جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکے ہیں اور ان الفاظ کا ادا کرنے والا مر کر امر ہو چکا ہے۔ دنیا اسے ٹیپو سلطان کے نام سے جانتی ہے۔ آج ملتِ اسلامیہ کو پھر ٹیپو سلطان کی ضرورت ہے۔ اس غرض سے اس بطل جلیل کے بارے میں بنیادی معلومات نچلی سطور میں درج کی جارہی ہیں۔ آج پھر کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے۔

ٹیپو کی والدہ کا نام فاطمہ اور والد کا نام حیدر علی تھا۔ سلطان حیدر علی کو قدرت نے جنوبی ہندوستان میں ایک وسیع و عریض سلطنت سے نوازا تھا لیکن وہ سلطنت کے وارث سے محروم تھے۔ اس سلطنت میں آج کا بنگلور بھی شامل تھا جو بھارت میں جدید ٹیکنالوجی کا مرکز ہونے کے ناتے عالمی شہرت رکھتا ہے۔

ٹیپو سلطان سچے مسلمان، عظیم سپاہی اور ہفت زبان تھے۔ ان کے تین پہلوؤں کے مختصر کوائف یہ ہیں۔ وہ ہر وقت باوضو رہتے، نماز فجر کے بعد بلا ناغہ تلاوتِ قرآن پاک کرتے، مکروہات اور فحشیات سے مکمل اجتناب کرتے، اپنے شاہی فرمان کی پیشانی پر اپنے ہاتھ سے بسم اللہ لکھتے۔ سلطنت کا سرکاری نام ''سلطنت خدادادِ میسور'' تھا۔ آخری عمر میں جو پوری پچاس برس بھی نہ ہو سکی پلنگ پر سونا چھوڑ دیا تھا، زمین پر کھدر بچھا کر سوتے۔ ایک سچے مسلمان کی طرح مذہبی تعصبات سے پاک تھے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے پورے دورِ حکومت میں آخری وقت تک غیر مسلم اعلیٰ سول اور فوجی عہدوں پر مامور تھے۔ ایک عظیم سپاہی کی حیثیت سے وہ اپنے دور کے تمام فنون سپہ گری مثلاً شمشیر زنی، تیر اندازی، نیزہ بازی، گھڑ سواری، کشتی اور تیراکی میں مہارت رکھتے تھے۔ گھڑ سواری اور نیزہ بازی سے خصوصی شغف تھا۔ پالکی سواری کا مذاق اڑاتے تھے ہر جنگ میں اپنی سپاہ کے شانہ بشانہ ہوتے۔ عالموں اور بزرگوں کی قدر کرتے، عربی اور فارسی زبانوں میں خاصی مہارت تھی۔ انگریزی اور فرانسیسی زبانیں بھی سیکھ لی تھیں۔ مقامی

بولی ''کنتری'' سے بخوبی آگہی تھی۔ اردو جو اس وقت جنوبی ہندوستان میں رائج ہو رہی تھی اس سے بھی شناسائی تھی۔ سلطنت کی فوج کے لئے جو فوجی ترانے تجویز ہوئے تھے ان میں اردو ترانے بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ سلطان صحیح معنوں میں ایک اسٹریجسٹ اور فیلڈ مارشل تھے جس کا ذکر اگلی سطور میں ہے۔

جب سلطان حیدر علی نے کینسر کے مرض میں وفات پائی تو 26 دسمبر 1782ء کو ابوالفتح علی خان ٹیپو سلطان تخت نشین ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 32 سال تھی اور تین طاقت ور حریفوں کا سامنا تھا۔ اولاً انگریز' ثانیاً مرہٹے اور ثالثاً دکن کا نظام۔ ٹیپو سلطان کی بصیرت نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ نہ صرف ان کے بلکہ برصغیر کے اصل دشمن انگریز ہیں اس کے لیے انہوں نے سہ نکاتی اسٹراٹیجی وضع کی۔ پہلا نکتہ اپنی فوج کو جدید خطوط پر منظم کرنا تھا جس کے لیے انگریزوں کے دشمن ملک فرانس کے ماہر فوجی افسروں کا انتخاب کیا گیا۔ فوج کے لیے ایک کتاب ''فتح المجاہدین'' کے نام سے لکھوائی جو ''روشن خیال'' پاکستان میں لفظ ''مجاہدین'' کی وجہ سے شاید بحقِ سرکار ضبط ہو جائے۔ اس کتاب میں نہ صرف وہ سب فوجی اصول اور قاعدے درج تھے جو یورپ میں رائج تھے بلکہ اس میں سلطان کے اپنے وضع کردہ فوجی قواعد بھی شامل تھے۔ فوج کو ہر تیس دن بعد باقاعدگی سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ انگریز بحریہ کی اسٹریٹجک اہمیت کو بھانپتے ہوئے سلطان نے اپنی بساط کے مطابق میسور کی بحریہ کے قیام اور سلطنت کے مغربی ساحل کی حفاظت پر خصوصی توجہ دی۔ سلطان نے اس شعبے کو جو اہمیت دی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بحری جہازوں کے لئے بعض اوقات نقشے خود تیار کرتے تھے۔ سمندر میں جہازوں کو مقناطیسی چٹانوں سے بچانے کے لئے ان میں لوہے کے بجائے تانبے کا استعمال ٹیپو سلطان کے ذہنِ رسا کا مرہونِ منت ہے۔ چار شہروں میں 'تارا منڈل' کے نام سے چار اسلحہ خانے قائم کیے گئے جن میں اعلیٰ معیار کی توپیں' بندوقیں اور ڈھالیں ڈھالی جاتیں جن میں پہلی بار ایسی ڈھالیں ایجاد کی گئیں جن پر گولی اثر نہیں کرتی تھی۔ حکمتِ عملی کا دوسرا نکتہ یہ تھا کہ سلطان نے مرہٹوں اور نظام دکن کو جھنجھوڑ کر جگانے کے لئے بار بار بھرپور کوششیں کی۔ مرہٹوں کو سمجھایا کہ اپنے مشترکہ دشمن کو پہچانیں۔ نظام دکن کو لکھا کہ آپ پر تو میری خصوصی امداد واجب ہے کیوں کہ میں مسلمانوں کو تقویت پہنچا رہا ہوں۔ مرہٹوں کی سیاست کا مرکزی کردار مدبر نانا فرنویس تھا جس طرح سترھویں صدی کے وسط میں مشہور ہندو مدبرین کوتاہ نظری' تعصب اور عدم تدبّر میں مبتلا رہے اور ہندوستان کا بٹوارہ کر کے دم لیا او راسی اٹھارویں صدی کے آخر میں ان کے عظیم مدبر' ٹیپو کی نشاندہی کے باوجود اپنی قوم اور اپنے ملک کو درپیش اصل خطرے کے ادراک کی صلاحیت سے محروم رہے۔

رہ گیا نظام دکن تو اکیسویں صدی کے مسلمان حکمرانوں کی طرح اٹھارویں صدی کے اس مسلمان حکمران نے بھی اپنے ہم مذہب، ہم وطن اور فطری حلیف ٹیپو کے بجائے انگریزوں کے ساتھ متحدہ محاذ بنانے کو ترجیح دی۔ تاریخ کس طرح خود کو دہرا رہی ہے آج بھی مسلمان حکمران جن میں نہ تذکیر و تانیث کی تخصیص ہے اور نہ اس سے کوئی فرق پڑتا ہے کہ نام 'ب' سے شروع ہوتا ہے یا 'پ' سے نظام دکن کی روش پر چل رہے ہیں اور یہ نادان اختلاف رائے رکھنے والوں اور تاریخ پر نظر رکھنے والوں کو ناداں سمجھ رہے ہیں۔ حکمت عملی کا تیسرا نکتہ یہ تھا کہ سلطان نے انگریزوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے لئے فرانس' ترکی' ایران اور افغانستان میں خصوصی سفارتی وفود بھیجے جن میں سے ایک کا ذکر دلچسپی کا حامل ہوگا۔ نپولین مصر فتح کرنے کے بعد اس وقت بحر احمر کے ساحل پر خیمہ زن تھا۔ سلطان کے نام نپولین کے 26 جنوری 1799ء کے خط کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ واضح رہے کہ صرف سوا تین ماہ بعد ٹیپو سلطان نے شہادت پائی۔

''میرے عزیز ترین دوست جناب ٹیپو!

میں آپ کو انگریزوں کے آہنی شکنجے سے نکالنے کے لئے ایک عظیم اور ناقابلِ شکست فوج کے ساتھ بحر احمر کے کنارے پر موجود ہوں۔ آپ کا سیاسی موقف معلوم کرنے کا دلی آرزو مند ہوں۔ آپ اپنے کسی مستند خاص کو جلد از جلد مذاکرات کے لیے سوئیز روانہ کریں۔ خدا آپ کی طاقت میں اضافہ اور آپ کے دشمنوں کو برباد کرے۔''

نپولین بوناپارٹ:

نپولین کو واپس فرانس جانا پڑا کیوں کہ انگریز اس کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ چھیڑنے والے تھے۔ اسی دوران لارڈ ولزلی ہندوستان کا گورنر جنرل ہو کر آیا جس کے سگے بھائی ڈیوک آف ولنگٹن کے ہاتھوں بعد میں نپولین کو شکستِ فاش ہوئی۔ اپریل 1799ء کے آخری ہفتے میں انگریزوں اور نظام دکن کی مشترکہ افواج نے انگریز جنرل ہیرس کی قیادت میں سرنگا پٹنم پر جو دریائے کاویری کے درمیان ایک جزیرے پر واقع ہے فیصلہ کن حملہ کر دیا۔ تاریخ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ہندو مرہٹے تو اس جنگ سے الگ رہے لیکن مسلمانوں کے اعلیٰ حضرت نظام نے مسلمانوں کے اس مجاہدِ اعظم کے خلاف 'فرنٹ لائن اتحادی' کا شرمناک کردار ادا کیا۔ مسلمان اپنی تاریخ کے ان واقعات پر جتنے شرمسار ہوں وہ کم ہے لیکن ستم تو یہ ہے کہ اٹھارویں صدی کے اواخر کی تاریخ اکیسویں صدی میں بھی خود کو دہرانے جا رہی ہے۔ ٹیپو سلطان کا جو کفر و دین کے درمیان اس کارزار میں ترکش کا آخری تیر تھا تن تنہا عیسائیوں اور اپنے ہم مذہبوں کی اس متحدہ فوج

کے سامنے شیر کی طرح ڈٹ گیا یہ صحرا کی پہلی اور آخری اذان تھی پھر ڈیڑھ صدی تک سناٹا رہا اور پھر وہی ہوا جو مسلمانوں کی تاریخ میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ مسلمان کہلانے اولا نظام دکن تو کھلم کھلا سفید چمڑی والوں کا کولیشن پارٹنر بن چکا تھا اب سلطان کے اپنے پروردہ وزرا بھی سفید چمڑی والوں سے مل گئے جن میں تین نام نمایاں ہیں میر صادق، قمر الدین پورنیا، ننگِ دین ننگِ قوم اور ننگِ وطن میر صادق اور جنرل ہیرس کے درمیان خفیہ معاہدے کے طور یہ طے پایا کہ 4 مئی 799 کو دوپہر کے وقت سرنگاپٹم کے قلعہ کی فصیل میں بمباری کی وجہ سے پڑ جانے والے شگاف کے ذریعے ہلہ بول دیا جائے سلطان نے اس شگاف کی حفاظت کے لیے وہاں خصوصی فوجی دستے تعینات کیے تھے۔ غدار میر صادق نے دوپہر کا وقت جان بوجھ کر چنا تھا محافظ دستوں کو تنخواہ لینے کے بہانے بلا لیا گیا اور نظام اور انگریزوں کی متحدہ فوج کسی مقابلے کے بغیر قلعے میں داخل ہو گئی

سلطان کے سامنے دوپہر کا کھانا رکھا تھا ابھی ایک لقمہ ہی حلق سے اترا تھا کہ چیخ و پکار سنائی دی پوچھا یہ کیا ہے؟ جب حقیقت سے آگہی ہوئی تو بھوکے شیر نے جو زمین پر کھدر بچھا کر سوتا تھا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا کمر کسی، تلوار باندھی اور جنگ کے شعلوں میں بے خوف و خطر کود گیا۔ عقل لب بامِ محوِ تماشا تھی کیوں کہ یہ صریح خودکشی تھی جس پر اکیسویں صدی میں بھی فتوے جاری ہو رہے ہیں، بھوکے پیاسے شیر کے جسم پر پہلے ایک گہرا زخم پھول کی طرح کھل گیا اور خون فوارے کی طرح پھوٹ پڑا۔ ٹیپو کی تلوار اور اس کا سر دونوں بلند رہے پھر دوسرا کاری گھاؤ کھایا اور سرنگاپٹم کی بھوری زمین خون سے سرخ ہو گئی اس حالت میں ایک گورے فوجی نے آخری سانسیں لیتے ہوئے شیر کے جڑاؤ بند شمشیر پر ہاتھ ڈالا تو نبضیں ڈوب رہی تھیں لیکن جان بہ لب شیرِ اسلام نے لیٹے لیٹے حیدری تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا۔ گورے نے فوراً پستول کی لبلبی دبا دی۔ گولی دائیں کان سے ذرا اوپر لگی اور اس کے ساتھ میسور کا آفتاب 4 اپریل 1799 کو غروبِ آفتاب سے بہت پہلے بظاہر غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شہید کی عمر صرف 49 سال تھی۔

4 مئی سے 6 مئی تک سرنگاپٹم میں وہ لوٹ مار ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ لوٹ کا بیشتر حصہ فوجیوں کے ہاتھ آیا جو بچا وہ انگلستان بھیج دیا گیا۔ سات سمندر پار بھیجی ہوئی اس دولت میں علم کے موتی یعنی عربی فارسی اور ہندی کے دو ہزار مخطوطات بھی تھے جن میں شہید سلطان کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی وہ ڈائری بھی تھی جو آج لندن کی برٹش میوزیم لائبریری میں رکھی ہوئی ہے۔ ہیرے جواہرات سے کہیں بیش قیمت اس بے بہا قلمی کتاب میں شہید سلطان نے اپنے پاک ہاتھ سے وہ چیدہ چیدہ 37 خواب قلم بند کیے تھے جو اس نے

سترہ برس کے دوران دیکھے۔ یہاں یہ امر دہرانا ضروری ہے کہ سلطان 26 دسمبر 1782 کو تخت نشین ہوا اور 4 مئی 1799 کو شہید ہوا۔ اس طرح اس ڈائری میں شہید کی تخت نشینی کے تقریباً دو برس بعد سے لے کر ان کی شہادت سے ایک برس قبل تک کے اہم خواب درج ہیں یہ ڈائری فارسی زبان میں اور شکستہ رسم الخط میں لکھی گئی ہے ایک خواب کا ترجمہ یہ ہے

''مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ روز محشر بپا ہے اور ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے ایک اجنبی میرے پاس آیا۔ اس کا چہرہ نورانی داڑھی اور مونچھ سرخ اور شخصیت پُروقار تھی۔ وہ قوتِ مجسم لگتا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور پوچھا ''تم مجھے پہچانتے ہو؟'' میں نے کہا نہیں۔ اجنبی نے کہا میں علی (مرتضیٰ) ہوں اور تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اللہ کے رسولؐ نے دہرا دہرا کر یہ فرمایا ہے کہ ''وہ جنت کے دروازے پر تمہارا انتظار کریں گے اور تمہیں ساتھ لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔'' یہ سن کر میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ بھلا اس سے زیادہ میں کیا چاہ سکتا تھا پھر اچانک میں بیدار ہو گیا۔''

4 مئی 1799 کو سلطنت خداداد میسور کا خاتمہ ہو گیا۔ آج مملکت خداداد پاکستان مرہٹوں، نظام، انگریزوں اور میر صادق کے جانشینوں کے نرغے میں ہے۔ 4 مئی 1799 کی تاریخ ساز تاریخ کو یاد رکھیں گے وہ بھی قیامت کی گھڑی تھی یہ بھی قیامت کی گھڑی ہے۔ ایسی گھڑی کسی قوم اور کسی ملک کی تاریخ میں کبھی کبھار آتی ہے اس گھڑی میں قوم کے آنے والے زمانوں کی تاریخ بنتی ہے یا بگڑتی ہے۔ 4 مئی 1799 کے ڈیڑھ صدیاں بیتیں تب 14 اگست 1947 کی تاریخ آئی۔ یہ گھڑی جاگتے رہنے اور دوسروں کو جھنجوڑ کر جگانے کی ہے۔ یہ گھڑی گزر گئی تو خدا جانے کیا ہو؟ اور کس پر کیا گزرے؟

جب انتخاب ذلت کی زندگی اور عزت کی موت کے درمیان ہو تو شیر جنگ کے شعلوں میں کود کر موت کا استقبال کرتا ہے اور پھر جنت کے دروازے پر کوئی کسی کا انتظار کرتا ہے اور ساتھ لے کر جنت میں داخل ہوتا ہے اور ابوالفتح۔ علی خان ٹیپو سلطان کے زندۂ جاوید الفاظ میں بھلا اس کے بعد کوئی اور کیا چاہ سکتا ہے؟ ٹیپو نے خواب دیکھا تو بیدار ہو گیا وقت آ گیا ہے کہ امتِ محمدی ﷺ بھی اپنے خوابِ گراں سے بیدار ہو جائے۔

شیرِ میسور ٹیپو سلطان شہیدؒ

سید محمد عشرت غزالی ایڈووکیٹ

ٹیپو سلطان شہیدؒ برصغیر پاک وہند اور اسلامی تاریخ کا ایک بہت بڑا نام ہے جس نے مسلمانوں کی آزادی کے لیے اپنے خون سے تاریخ رقم کی۔ ٹیپو سلطان شہید سے پہلے بنگال کے نواب علی وردی خان کے نواسے شیر بنگال جناب سراج الدولہ شہید نے بھی 1757ء میں اپنے خون سے تاریخ رقم کی تھی جو آج بھی تازہ ہے لیکن صد افسوس یہ کہ میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں نے عظیم المرتبت سپہ سالاروں کو ان کے نیک مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا جس کی وجہ سے آج مسلمان دربدر کی خاک چھان رہے ہیں اور یہ غدار میر جعفر اور میر صادق کی شکل میں آج بھی اسلامی سربراہانِ مملکت کی آستینوں میں پل رہے ہیں۔ ٹیپو سلطان شہیدؒ ایک عظیم المرتبت سپہ سالار اور باکردار شخص تھے، شمشیر کے دھنی تھے، قوتِ بازو پر بھروسہ رکھتے تھے، موت سے نہیں ڈرتے تھے۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں ان کا نام آج بھی سنہرے لفظوں میں تحریر ہے جب کہ ایمان فروش غداروں کا نام ذلت اور رسوائی سے جانا پہچانا جاتا ہے اور قوم ان پر آج تک لعنت ملامت کر رہی ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال نے اپنی شاعری میں ان غدار اور شر پسند مسلمانوں کے کردار پر کیا خوب کہا ہے:۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلمان نابود
ہم یہ کہتے ہیں، کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

میرے نزدیک ایک اچھے سپہ سالار اور حکمران میں تین صلاحیتوں کا موجود ہونا بہت ضروری ہے۔ (۱) صداقت (۲) انصاف (۳) شجاعت۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں مذکورہ بالا تینوں چیزوں کی تائید کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ''لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے

سیدھا کرو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت' تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق اس کو نہ دلوا دوں اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کرلوں۔ یادرکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے' خدا اس کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔'' مذکورہ بالا حوالے سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ سچائی اور انصاف اور شجاعت کی خوبیاں ایک حکمران اور سپہ سالار کے لئے بہت ضروری ہیں اور اس بات کی تصدیق ہمارے مشہور شاعر علامہ اقبال نے بھی اپنے شعر میں بہت خوبی کے ساتھ بیان کی ہے۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا' عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا کام تجھ سے دنیا کی امامت کا

یہ تینوں صلاحیتیں اور خوبیاں ٹیپو سلطان شہید کی رگوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ٹیپو سلطان شہید بہادر تھے' مردِ آہن تھے' نڈر تھے' مرد مجاہد تھے' اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے' مضبوط اوسان کے مالک تھے' مہم جو تھے' جدت پسند تھے' جذبہ شہادت اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار تھے، ہر وقت آزادی کے لیے سربکف تھے۔ سرفروش تھے' شمشیر کے دھنی تھے' جذبہ حریت سے آراستہ تھے' آزادی کے متوالے تھے' بلند کردار کے مالک تھے اور زورِ بازو پر یقین رکھتے تھے۔ ان کے قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ وہ سچے انصاف پسند اور بہادر انسان تھے۔ اسی جرأت' بہادری اور اپنے اندر موجود تمام مذکورہ صلاحیتوں کو انہوں نے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو دوپہر کے وقت جس وقت وہ کھانا تناول فرمارہے تھے اور ایک لقمہ اٹھایا ہی تھا کہ شوروغل کی آواز پر چونکے' پتہ چلا کہ انگریزوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے۔ آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور ہتھیار سنبھال کر آمادۂ جنگ ہو گئے۔ لہٰذا میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ جو قومیں اپنے شہیدوں' محسنوں اور اسلاف کے کارناموں کو اپنے دل ودماغ میں زندہ رکھتی ہیں جیسا کہ آج ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی کے بانی اور جنرل سیکریٹری میرے محترم استاد سید محمود خاور ہر سال سلطان شہید کی یادوں کے چراغ روشن رکھنے کے لیے پابندی سے سمپوزیم اور سیمینار کا اہتمام کرتے ہیں جو کہ ان کے اپنے محترم استاد کا مشن ہے جن کا نام میجر ابراہیم ہے (موصوف 12 دسمبر 2004ء) کو انتقال کر گئے جو کہ خود ٹیپو سلطان شہید کی نسل سے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے اور ہمیں بھی نیک کام کرنے کی توفیق اور ہدایت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس نیک مشن میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

آج اس موقع پر میں اپنے دل کی گہرائیوں سے اپنے دوسرے بہادر شیر دل سپہ سالاروں کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں جنہوں نے اسلامی تاریخ میں شجاعت و بہادری کی انوکھی تاریخ رقم کی جن میں حضرت خالد بن ولید' حضرت عتبہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' قیتبہ بن مسلم' حجاج بن یوسف مسلم بن عبدالمالک' طارق بن زیاد' محمد بن قاسم' موسیٰ بن نصیر عماد الدین زنگی' نور الدین زنگی' سلطان صلاح الدین ایوبی' جلال الدین خوارزم شاہ، خیر الدین بار باروسا' نواب سراج الدولہ' شیر شاہ سوری' سلطان محمود غزنوی' احمد شاہ ابدالی' اورنگزیب عالمگیر' سید احمد شہید وغیرہ۔ علامہ اقبال نے مردِ مومن سپہ سالاروں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کیا خوب اشعار کہے:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی

مئی کا مہینہ مسلمانوں کے لیے خوشی کا مہینہ بھی ہے اور اداسیوں کا بھی کیونکہ 700ء کی یکم مئی کو طارق بن زیادہ جبل الطارق (جبرالٹر) پر اپنی 12000 افواج کے ساتھ اترا اور اپنی تمام کشتیاں جلادیں اور مجاہدینِ اسلام سے مخاطب ہو کر فرمایا ''آگے تمہارے دشمن (راڈرک) ہیں جن کی تعداد ایک لاکھ ہے اور تمہارے پیچھے سمندر۔ واپسی کا کوئی راستہ نہیں' اللہ تعالیٰ سے اپنا عہد پورا کرنے اور جنت حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے لہٰذا اگر جنت کے طلبگار ہو تو تلواروں کے سائے میں اس کو تلاش کرو اور فاتح بن کر سرخرو ہو جاؤ۔'' طارق بن زیادہ کی اس تقریر نے مجاہدین اسلام میں ایک تازہ روح پھونک دی جس کے بعد مسلسل آٹھ دن کی جنگ کے بعد مسلمانوں نے اندلس (ہسپانیہ) کو فتح کر کے راڈرک بادشاہ کا سر قلم کر کے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کو بھیج دیا اور اس کے بعد تقریباً 800 برس تک اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ پورے یورپ پر حکمرانی کی لیکن افسوس یہی مہینہ ہے جبکہ اندلس کے آخری فرماں روا ابو عبداللہ 1486ء میں ملکہ ایزابیلہ اور فرنانڈس کو خط لکھتا ہے اور اس میں غرناطہ (اندلس) کو ان کے حوالے کرنے کی پیش کش کرتا ہے۔ مزید افسوس کہ اس وقت اس کے پاس 35000 فوجیوں کا لشکر موجود ہے لیکن موت کے خوف اور مال و متاع کی محبت اور اقتدار کی ہوس میں اس کی حب الوطنی غداری میں تبدیل ہو گئی اور سقوطِ اندلس (ہسپانیہ) کا واقعہ 1492ء میں ظہور پذیر ہوا۔ ابو عبداللہ نے قصر الحمرا کے باہر کھڑے ہو کر ملکہ ایزابیلہ کا ہاتھ چوم کر اس کا استقبال کیا اور شہر غرناطہ کی کنجیاں اس کے حوالے کیں اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے رحم کی بھیک مانگی جس پر ملکہ ایزابیلہ نے تاریخی جملہ کہا کہ ''شک نہ کرو

ہمارے وعدوں پر'' یہی مہینہ ہے جب 1857ء کی جنگ آزادی میں بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو تخت و تاج سے محروم کر کے ان کے بیٹوں کو گولیوں سے بھون دیا جاتا ہے بعد میں ان کے سر قلم کر کے انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر کو طشت میں پیش کیے اور میجر ہڈسن نے شہزادوں کا خون پی کر خوشی میں رقص کیا اور مسلمانوں کے ساتھ ظلم و بربریت کے ساتھ پیش آیا۔ اس طرح سقوطِ دہلی کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ برصغیر کے مشہور سیاسی لیڈر اور بے مثال شاعر علامہ حسرت موہانی 13 مئی 1952ء کو انتقال کر گئے تھے۔ ہماری تاریخ میں ایک عبداللہ نامی غدار بھی تھا جو اپنے آپ کو فخر سے ٹائیگر نیازی کہلواتا تھا جس نے سقوطِ ڈھاکہ 16 دسمبر 1971 کے وقت پلٹن میدان میں بھارتی جنرل اروڑا کو اپنا بھرا ہوا پستول دے کر اور 90000 فوجیوں کی موجودگی کے باوجود اپنے آپ کو سرنڈر کر دیا اور مسلمانوں اور پاکستان کی تاریخ پر ایک بدنما داغ لگا دیا۔ لہٰذا برنارڈ شا کی کہی بات سچ ثابت ہوگئی کہ ''مسلمان کا دشمن خود مسلمان ہے۔''

تاریخ کا ایک اور واقعہ جو کہ 1258ء کو سقوطِ بغداد کی شکل میں ظہور پذیر ہوا جب ہلاکو خان کا پوتا چنگیز خان خلیفہ معتصم باللہ کے محل کی چوبیں اکھاڑتا ہوا اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور خلیفہ کے محل سے اکھاڑے گئے جواہرات ایک پیالے میں ڈال کر معتصم باللہ سے کہتا ہے اس کو تناول فرمائیں۔ معتصم اس کی طرف حیرانگی سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے میں اس کو کیسے کھاؤں؟ تو وہ شرارت آمیز لہجے میں کہتا ہے آپ نے ان زر و جواہرات کو اتنی حفاظت کے ساتھ کیوں رکھا تھا۔ اس کے بعد اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر سونا چاندی' ہیرے جواہرات سے لیس فولادی صندوقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معتصم باللہ سے کہا ''اگر آپ ان صندوقوں کے مال سے تلواریں اور کمان بنا لیتے تو میں آج تمہارے محل کی اتنی آسانی سے چوبیں نہیں اکھاڑ سکتا تھا۔'' یہ سن کر معتصم باللہ سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا' بے بسی کے عالم میں جواب دیا' شاید مشیتِ ایزدی یہی تھی' تاتاریوں کے خاقان نے کہا اچھا تو اب ہم آپ سے جو بھی سلوک کریں اسے بھی مشیتِ الٰہی ہی سمجھنا' یہ طنز سن کر معتصم کی آنکھیں شرمندگی اور ندامت سے جھک گئیں۔ کاش اس وقت کے آنے سے پہلے خلیفہ خوارزم شاہ سلطان جلال الدین کی مدد کرتا تو وہ تاتاریوں سے نبرد آزما ہوتا اور عباسی خلیفہ معتصم باللہ ندامت سے سر جھکائے نہ کھڑا ہوتا۔ یہی مہینہ پھر ہے جب 12 مئی 2006ء کو یورپ کے ایک ملک جرمنی میں ایک عاشقِ رسولؐ اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے نہیں ہچکچاتا اور تاریخ میں اپنا نام سنہرے لفظوں میں امر کر دیتا ہے جس کا نام عامر چیمہ شہید ہے۔

مذکورہ بالا واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان جب تک موت کے خوف اور مال و متاع کی طلب اور اقتدار کی ہوس اور شراب اور عورت کے نشے میں مدہوش رہے گا اور آسائش و نمائش کی زندگی

میں مگن رہے گا تب تک وہ ذلت و رسوائی میں مبتلا رہے گا۔ یہاں پر میں یہ بات بھی کہتا چلوں کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک سوراخ سے بار بار نہیں ڈسا جاتا اور جبکہ ہمارے سربراہان بار بار عیسائیوں اور یہودیوں سے اپنے آپ کو ڈسوا رہے ہیں۔ ٹیپو سلطان شہید کے حوالے سے ان کی شہادت کا واقعہ پیش کرتا ہوں جب آپ زخموں سے چُور چُور تھے تو ان کا مصاحب راجا خان آپ سے کہہ رہا تھا کہ حضور شکست یقینی ہے آپ خود کو انگریزوں کے حوالے کر دیجیے جس پر آپ نے گرج کر کہا کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔'' حالانکہ اس وقت آپ بہت پیاسے تھے۔ آپ نے راجا خان سے پانی مانگا مگر اس ملعون نے آپ کو پانی کا ایک قطرہ نہیں دیا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو اس ملعون اور بد بخت نے انگریزوں کو آپ کے جسدِ خاکی کی شناخت کرائی اور اس کے عوض جاگیریں لیں لیکن تاریخ میں راجا خان کا نام ناپید ہے جبکہ ٹیپو سلطان شہید کا نام سنہرے لفظوں میں زندہ ہے۔ ٹیپو سلطان شہید کی شہادت کے حوالے سے دوسرا واقعہ بھی بہت غور طلب ہے۔ جب آپ کا جسدِ خاکی قبر میں اتارا جا رہا تھا اور ایک روایت کے مطابق جب قاضیٔ شہر نمازِ جنازہ پڑھا رہے تھے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اسے سلطان کی اللہ کے یہاں مقبولیت اور کرامت ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ہوا یوں کہ سخت گرمی کا موسم ہونے کے باوجود بجلیاں یوں کڑکیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان ٹوٹ کر زمین پر گرنے والا ہے۔ کڑک اور بجلی کی چمک کے بعد اچانک بارش بھی ہونے لگی۔ ادھر انگریز سپاہی سلطان کو آخری سلامی دینے کے لیے اپنی بندوقوں سے ہوائی فائر کر رہے تھے لیکن آسمانی کڑک کے سامنے ان کے فائر کی آوازیں دب رہی تھیں گویا قدرت کہہ رہی تھی کہ آج ہم اپنے بندے کا آسمان پر ہزاروں گنا بڑی توپوں کی آواز سے استقبال کر رہے ہیں۔ بارش کا موسم نہیں تھا لیکن آسمان بھی آنسو بہا کر زمین والوں کے غم میں شامل ہو گیا تھا۔ اسلام کا یہ فرزند غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے منوں مٹی کے نیچے جنت کے باغوں میں پہنچ گیا اور دنیاوی تھکاوٹ سے نجات پا کر ہمیشہ ہمیشہ کی راحت پا گیا۔

☆
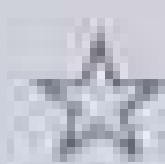
ٹیپو سلطان کا علمی و طبّی ذوق

حکیم مظہر سبحان عثمانی

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندوستان کے بعض مسلم حکمران اپنے ذاتی شغفِ علمی اور ذوق تحقیق کے اعتبار سے مامون اور الحکم کی صف میں جگہ پانے کے مستحق ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے مورخین اور سوانح نگاروں نے ان کی علمی زندگی کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی ورنہ ہمیں یہاں بھی تاریخ کے آئینے میں قرطبہ اور بغداد کے علمی درباروں کی جھلک دکھائی دیتی۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے صحیح لکھا ہے: ''پرانے مورخوں کو بادشاہوں کی لڑائیوں اور درباری تماشوں کے سوا، قوم کے تمدنی و علمی حالات کے بیان میں بہت کم لطف آتا تھا اس لیے ان کی کتابوں میں اس قسم کی معلومات بہت کم ملتی ہیں اگر اس ملک کی تاریخ پوری طرح لکھی جاتی تو یہاں کے علمی کارنامے کچھ کم روشن نہ ہوتے۔'' (مقدمہ ''ہندوستان کی قدیم درسگاہیں'')

''سلطان محمد بن تغلق علم طب کا ماہر تھا۔ اس کے دربار میں طبی مذاکرے ہوا کرتے تھے جن میں سلطان خود شریک ہوتا تھا اور اس عہد کے ممتاز علماء واطباء سے علمی و طبی موضوعات پر تبادلہ خیالات کرتا تھا۔ وہ معالج بھی تھا، اس کے عہد میں صرف دہلی میں ۷۰ شفاخانے قائم تھے جہاں مریضوں کو مفت طبی سہولیات فراہم تھیں۔'' (''ہسٹری آف انڈیا'' ایلیٹ اور ڈاسن) ''سلطان فیروز شاہ بھی علم طب میں مہارت رکھتا تھا۔ پیچیدہ امراض بالخصوص امراضِ چشم اور جنون میں اس کو ملکہ حاصل تھا۔ اس نے اپنے طبی تجربات کی روشنی میں بہت سی مرکّب دوائیں تیار کرائی تھیں۔ آنکھوں کا سرمہ بھی اختراع کیا تھا جو کحل فیروز شاہی کے نام سے موسوم تھا۔'' (سیرت فروز شاہی قلمی)

سلطان کی لکھی ہوئی کتاب ''طبِ فیروز شاہی'' اس کی علمی بصیرت پر شاہد ہے۔ اس کتاب میں بعض ایسے امراض کا ذکر ملتا ہے جن کا تذکرہ اطبا متقدمین کی کتابوں میں نہیں ہے۔ دہلی میں اس کا قائم کردہ اقامتی شفاخانہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس شفاخانے میں تقسیم امراض کی بنیاد پر مختلف شعبے قائم تھے اور ہر شعبے کے علیحدہ علیحدہ ماہر معالج، جراح اور کحال مقرر تھے۔ سلطان خود بھی شفاخانے میں آتا تھا اور مریضوں کو علاج کے سلسلے میں مشورے دیتا تھا۔ یہاں ٹیپو سلطان کا علمی و طبی ذوق، موضوع سخن ہے اس کی فرمانروائی ہندوستان کے بہت سے عظیم المرتبت بادشاہوں کی جاہ و حشمت اور وسعتِ مملکت کے

مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی مگر اس کی شخصیت نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کے دورِ انحطاط کا بہت ہی دل آویز مرقع ہے اس کی طباعی، جدت پسندی اور تجسسِ علمی اسے دنیا کے ان معدودے چند صاحب نظر تاجداروں کے ہم پلہ قرار دیتی ہے جو تاریخ کے ہر دور میں لائق خراجِ عقیدت ہیں۔ ٹیپو سلطان کے کردار کو سمجھنے کے لیے اٹھارویں صدی عیسوی کے ہندوستان کے مخصوص حالات کو پیش نظر رکھنا ہوگا جو نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے لیے بڑے اہم سیاسی اور سماجی تغیرات کا زمانہ تھا۔ امریکہ کی جنگ آزادی کامیابی سے ہمکنار ہو چکی تھی۔ انقلابِ فرانس نے سارے یورپ میں جذبۂ حریت پیدا کر دیا تھا۔ ترکی کی دولتِ عثمانیہ کا آفتابِ اقبال تیزی کے ساتھ ڈھلتا جا رہا تھا۔ ایران میں انتشار و ابتری کا دور دورہ تھا۔ ہندوستان میں سلطنت تیموریہ دم توڑ رہی تھی اورنگزیب کی عمرِ دراز نے اس کے فرزندوں کی جوانیوں کو بڑھاپے میں اور تاج پوشی کی تمناؤں کو مایوسیوں میں بدل دیا تھا۔ مرگِ پدر کی دعاؤں اور حصولِ اقتدار کی کشمکش کے درمیان ۱۷۰۷ء میں جب نوے سالہ باپ کا انتقال ہوا اور ۶۵ سالہ بیٹے محمد معظم بہادر شاہ نے اپنے بھائیوں کا خون بہا کر تختِ طاؤس پر قدم رکھا تو ہاتھ میں شمشیر و سناں کے بجائے عصائے پیری تھا، محمد معظم بہادر شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو اس کا بیٹا عظیم الشان تخت نشین ہوا مگر ایک ماہ ایک دن ہی کی بہاریں دیکھ پایا تھا کہ جہاندار شاہ نے اس کا کام تمام کر کے اپنی شہنشاہی کا اعلان کر دیا جہاندار شاہ نو ماہ بائیس دن دادِ عیش دینے کے بعد اپنی داشتہ لال کنور کے ساتھ زنانہ لباس میں بھاگتا ہوا فرخ سیر بن عظیم الشان کے ہاتھوں مارا گیا اور پھر فرخ سیر بھی سید برادران کے ہاتھوں اندھا ہو کر تخت اور زندگی دونوں سے محروم ہو گیا۔ اس کے بعد شاہ گر سیدوں کی طرف سے یکے بعد دیگرے ایسے شہزادوں کو تختِ مغلیہ پر بٹھایا گیا جو زنانہ محلات میں نظر بند رہنے اور عورتوں کی ہم نشینی کے باعث ناکارہ ہو چکے تھے۔ گل و بلبل اور کاکل و رخسار سے زیادہ دلچسپ موضوعِ حیات ان کے نزدیک کوئی اور نہ تھا۔ نزاکتِ طبع کے باعث توپوں کی آواز برداشت نہ کر سکتے تھے، ان دودمانِ تیمور و بابر میں ایک صاحب روشن اختر بھی تھے جو محمد شاہ کے نام سے تختِ طاؤس پر بٹھائے گئے اور اپنی عیاشیوں اور رنگ رلیوں کی وجہ سے محمد شاہ رنگیلا کہلائے۔ یہی زمانہ انگلستان کے صنعتی انقلاب کا زمانہ ہے۔ نواب سراج الدولہ کی شہادت کے بعد بنگال کی دولت اس انقلاب کا سہارا بنی۔ یہاں کی صنعت کو برباد کر کے ہندوستان کو فرنگی مصنوعات کی منڈی بنایا گیا۔ صنعت پارچہ بافی کو کچلنے کے لیے انگلستان کی پارلیمنٹ میں قانون پاس کیا گیا اور ہندوستانی پارچہ جات کا استعمال ممنوع قرار دے دیا گیا۔ ۱۷۶۶ء میں ایک فرنگی خاتون پر دو ہزار پونڈ کا جرمانہ اس لیے کیا گیا کہ اس نے ہندوستانی کپڑے سے تیار شدہ رومال استعمال کر لیا تھا۔ بنگال کے پارچہ بافوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ صرف فرنگی کا خانوں

میں کام کریں۔ ٹیپو سلطان کے ایام تحصیلِ علم کی بابت تفصیلات نہ ہونے کے برابر ہیں' تاہم اتنا ضرور ہے کہ نواب حیدر علی نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لیے یکتائے روزگار صاحبانِ کمال کی خدمات حاصل کی تھیں اور چونکہ ٹیپو متعدد یورپین زبانوں میں بلا جھجک گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اس لیے ہوسکتا ہے کہ ٹیپو کی سائنسی فکر پر کسی یورپین ٹیچر کی تعلیم کا اثر بھی پڑا ہو۔ علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''نواب حیدر علی نے مشہور جامع معقولات علامہ بحر العلوم کو اس غرض سے متعدد عرضیاں بھیجی تھیں کہ وہ ان کی میزبانی قبول کرتے ہوئے سرنگا پٹم میں قیام کریں اور اپنا فیضِ علمی عام کریں۔''

ٹیپو ابھی سنِ بلوغ کی حد کو بھی نہ پہنچا تھا کہ تحقیق و جستجو کا علمی جذبہ اس کے دل میں پوری طرح موجزن ہو چکا تھا' ۱۷۶۷ء میں اس نے مدراس میں ایک فرانسیسی سوداگر کے گھر پر ایک خوردبین دیکھی تو اس کے حصول کی خواہش کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکا۔ جب خوردبین اس کو مل گئی تو اسے چین نصیب ہوا۔ عمر کے ساتھ ٹیپو کے ذہن اور فکر میں جیسے جیسے پختگی آتی گئی' طبی جستجو اور سائنسی تحقیق کی لگن بڑھتی گئی ۱۷۸۲ء میں حیدر علی کی وفات کے بعد ٹیپو سلطان نے اپنے باپ کی چھوڑی ہوئی ایک نوزائیدہ ریاست کی باگ ڈور سنبھالی۔ اسے ورثے میں قصرِ شاہی کے بجائے کرناٹک اور میسور کے صعوبت آزما میدانِ کارزار ملے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی دشمنی' نظام کی رقابت اور مرہٹوں کی ریشہ دوانیاں' غیروں سے زیادہ اپنوں کی سازشیں ملیں جو ٹیپو سلطان کی آخری سانس تک مارِ آستین بن کر اس کے دست و بازو کو مفلوج کرنے میں لگی رہیں اس کے باوجود سلطان کا ذوقِ تحقیق و تجسس اس کے بلند تر علمی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ سرنگا پٹنم میں ٹیپو سلطان نے ''جامع العلوم'' کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جو اس کے اعلیٰ ذوق کا مظہر ہے۔ اس یونیورسٹی میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے تمام علوم نافعہ کی تعلیم کا انتظام تھا۔ اس یونیورسٹی میں شعبۂ طب کو بھی خاص اہمیت دی گئی تھی جس کے سربراہ اس وقت کے ممتاز طبیب حکیم محمد بیگ تھے' اس یونیورسٹی میں ایک معمل کیمیاوی بھی تھا جہاں منجملہ دیگر تحقیق و تجربات کے یونانی دواسازی بھی کرائی جاتی تھی۔ اس یونیورسٹی سے وابستہ ایک بیش قیمت کتب خانہ بھی تھا۔ ایک کتب خانہ فوجی مدرسے کے لیے بھی مخصوص تھا۔ ان کتب خانوں کے علاوہ سلطان کا اپنا ایک ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس میں مذہبی کتابوں کے بعد سب سے بڑا ذخیرہ طبی کتب کا تھا۔ فوجی ٹریننگ اسکول ٹیپو سلطان کی اوّلیات میں سے تھا۔ اس عہد میں یا اس سے قبل کیا ہندوستان اور کیا یورپ کہیں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی طرح بچوں کی لازمی تعلیم کا موجد بھی ٹیپو سلطان تھا۔ اس نے مختلف شہروں میں نادار بچوں کی تعلیم کے لیے مفت مدارس کھولے تھے۔

☆

ڈھونڈاجی واگھ۔ شمع آزادی کا غیر مسلم رکھوالا

(جو چھاپہ مار جنگوں سے انگریزوں کو پریشان کرتا رہا)

سیّد محمود خاور

انگریزوں کو ہندوستان پر مکمل قبضہ جمانے کے سلسلے میں سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا جنوبی ہندوستان کے علاقے میں کرنا پڑا تھا جہاں کے عوام میں خودداری، جذبہ حریت و بیداری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ علاقائی افراد کی بے حمیتی و بزدلی کے سبب شمالی ہندوستان خصوصاً پنجاب میں کسی بھی حملہ آور کو کبھی کوئی رکاوٹ یا دشواری پیش نہیں آئی بلکہ یہ علاقہ ان کے لیے بہترین گزرگاہ ثابت ہوتا رہا جہاں سے انہیں افرادی قوت، ساز و سامان اور رسد و غلہ بھی فراہم ہوتا رہا۔ انگریزوں نے جب برصغیر میں قدم جمانے شروع کیے تو انہیں ابتدا میں پرتگالیوں اور بعد ازاں فرانسیسیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شمالی ہند میں ان کے سامنے صوبہ سرحد اور وہاں کے دلیر عوام ڈٹے رہے اور ناکوں چنے چبواتے رہے۔ بنگال میں میر جعفر کی غداری کے سبب سراج الدولہ کو شکست دینے کے بعد ان کے عزائم مزید خطرناک اور سازشیں مزید گہری ہوگئیں۔ انہوں نے اندازہ کرلیا کہ ہندوستان میں بازی سازشوں اور غداروں کی خریداری سے پلٹی جاسکتی ہے۔ یہ تنہا جنگ نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے حمایتیوں اور حلیفوں کے تعاون سے کامیابی حاصل کرنے میں ماہر تھے۔ جنوبی ہندوستان میں ٹیپو سلطان سدِ سکندری، شیرِ میسور اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ان کے دانت کھٹے کرتا رہا اور نیندیں اڑائے ہوئے تھا۔ اسی لیے ساری تدبیروں، ہتھکنڈوں، غداریوں، سازشوں اور نظام و مرہٹوں کی افواج کی مدد سے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو سرنگاپٹنم میں ٹیپو سلطان کو شہید کرکے کہا ''آج ہندوستان ہمارا ہے۔'' لیکن ان کا یہ نعرہ چند وطن پرستوں، محبانِ وطن اور سرفروشانِ آزادی و حریت کے سبب ادھورا رہا کیونکہ ٹیپو کی شہادت کے بعد اس کے چاہنے والوں اور پرچم آزادی کے رکھوالوں، متوالوں کی ایک بڑی تعداد نے کبھی یکہ و تنہا اور کبھی میدانِ جنگ میں اور کبھی گوریلا طرز کی جنگ کرتے رہے اور ممکنہ طور پر انگریزوں کو نقصان پہنچاتے اور خود بھی جام شہادت نوش کرتے رہے۔ موت ہر ذی روح کا مقدر ہے لیکن ایسی موت جو کسی عظیم مقصد کی تکمیل کے دوران ہو وہ انسانوں کو امر کردیتی ہے اور تاریخ کے نئے باب کھول جاتی ہے جس سے آنے والی نسلیں درسِ عبرت حاصل کرتی ہیں۔

انگریزوں نے اپنی شکستوں کی تاریخ کو عمدگی سے چھپایا اور ان کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں اور داستانِ مزاحمت کو چالاکی سے پس پردہ کر دیا لیکن جن جانباز محبانِ وطن نے متحدہ کوششوں سے حاکموں کو نیچا دکھانے کے لیے کمر باندھ لی تھی ان میں حیرت انگیز طور پر مسلمانوں سے زیادہ تعداد غیر مسلموں کی ہے، ان میں کٹا بومن، ماراڈو پانڈین، کیرالا ورما، کرشنپا یک، وٹل ہیگڈے، سباراؤ، ہاشم خان، مہتاب خان، چنان گوڑ، فتح محمد، رحمن اللہ خان، اپاجی گوڑ اور خان جاہ خان اور ڈھونڈاجی واگھ قابل ذکر ہیں خصوصاً ڈھونڈاجی واگھ (ممتاز مورخ سید میر حسین علی کرمانی نے اپنی کتاب ''تذکرہ البلاد و الحکام'' اور بعد میں میسور کے ڈاکٹر راجاین نے یہی تلفظ لکھا ہے) ان سرفروشوں کا سرخیل رہنما اور انگریزوں کو سب سے زیادہ مطلوب شخص تھا۔ ان تمام وطن پرستوں میں صرف ماراڈو پانڈین اور ڈھونڈا جی واگھ نچلی ذات و طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو ذاتی اہلیت و قابلیت اور بے پناہ شجاعت و دلیری کے سبب عوام میں بیحد مقبول و ہر دلعزیز تھے جبکہ بقیہ سارے افراد کا تعلق اعلیٰ ذات کے اونچے گھرانوں سے تھا۔ ڈھونڈاجی واگھ کے بارے میں تاریخ زیادہ تفصیلات فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے آباو اجداد ڈھاڑواڑ کے قرب و جوار میں آباد مرہٹہ نژاد اور زراعت پیشہ کٹر غیر مسلم تھے۔ ڈھونڈاجی کے باپ کا نام مادھوجی واگھ تھا۔ مرہٹی زبان میں واگ یا واگھ یا باگھ ببری شیر کو کہتے ہیں۔ ڈھونڈاجی ۱۱۷۰ھ میں تعلقہ ڈمل کے موضع چنگیری ضلع شیموگہ میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی سے شریر اور غصیلی طبیعت کا مالک تھا۔ بارہ سال کی عمر میں گھریلو جھگڑے میں اپنے بڑے بھائی کو قتل کر کے فرار ہو گیا۔ چند سال مختلف جگہوں پر نوکریاں کرنے کے بعد پونا کے اطراف و اکناف میں چوروں اور اوباشوں کی ایک جماعت کا سرغنہ بن کر چوریاں اور ڈکیتیاں کرنے لگا اسی دوران پانچ سال کی سزا بھی بھگتی۔ مرج کے ایک اعلیٰ گھرانے کی خوبصورت، دلیر و بہادر ہندو لڑکی سے اس نے شادی کر لی جس نے ہر اچھے، برے اور کٹھن موقع پر اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔

پائیں گھاٹ کی ایک مہم میں مرہٹہ سردار بادامی بہیشٹپا کے ہمراہ اس نے پہلی بار نواب حیدر علی کا جنگ میں ساتھ دیا اور حیدر علی کی ۷ دسمبر ۱۷۸۲ء کو وفات کے بعد وہ ساونور چلا گیا جہاں دھوکے سے حاکم ساونور کا اعتماد حاصل کر لیا پھر ایک چال کے ذریعہ مصری کوٹہ پہنچ کے وہاں کے حاکم کو قتل کر کے قلعے پر قابض ہو گیا۔ یہیں سے اس کے عروج کی داستان شروع ہوتی ہے اب وہ اعلیٰ درجے کی قزاقی اور لوٹ مار پر اتر آیا۔ روپے پیسے کی ریل پیل کے سبب باقاعدہ فوج رکھنے لگا۔ اس کی حرکات و سکنات اور چیرہ دستیوں سے ٹیپو سلطان بخوبی واقف تھا لیکن مکمل طور پر متوجہ اس وقت ہوا جب ڈھونڈاجی نے ٹیپو کے سرحدی علاقوں میں لوٹ مار اور چھیڑ چھاڑ کی۔ قلعہ ادھونی کی فتح کے بعد اس نے ٹیپو سلطان کے عتاب سے خوفزدہ ہو کر مرہٹہ فوج میں پناہ لی اور عمر خان نامی پٹھان کے ذریعے ٹیپو سلطان کی خدمت

میں معذرت نامہ بھیجا کہ مجھے معافی دے دیں اور مرہٹوں اور نظام کے خلاف چھاپہ مار جنگ اور قزاقی کی اجازت دے دیں کیونکہ یہ آپ کے دشمن ہیں۔ اس یقین دہانی کے بعد کہ یہ بات صیغۂ راز میں رہے گی اسے کارروائیوں کی اجازت مل گئی بعد ازاں جب ٹیپو اور مرہٹوں کے درمیان صلح ہوگئی تو ڈھونڈا جی کو کاروائیوں سے منع کر دیا گیا لیکن یہ بدخو اپنی افرادی قوت پر نازاں تھا اس لیے نافرمانی کرنے لگا جس پر سلطانی فوج نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ بالآخر راہ فرار نہ پا کر وہ صلح پر آمادہ ہوگیا۔ ٹیپو سلطان نے تین شرائط رکھیں (۱) وہ اسلام قبول کرلے (۲) اپنی سرگرمیوں سے باز آجائے (۳) مسلمان لڑکی سے شادی کر کے نیک زندگی بسر کرتے ہوئے سلطانی فوج سے وابستہ ہوجائے۔ ابتداً ڈھونڈا جی نے حیلے بہانے کیے لیکن جب ٹیپو سلطان کے قاضی القضاۃ نے اسے سمجھایا تو وہ اسلام قبول کرنے پر رضامند ہوگیا اور بخوشی اسلام قبول کرلیا۔ اس کی ختنہ کی گئی اور اس کا نام شیخ احمد رکھا گیا اور وہ عوام وخواص میں فرزندِ سلطان کے نام سے معروف ہوا۔ سلطان نے اس کے لیے شاہی طعام بھجوایا۔ چند دن بعد اس نے علم فقہ و دین کی ضروری معلومات کے لیے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ میر حسین علی کرمانی نے ڈھونڈا جی واگ کے قبول اسلام کی تاریخ ۱۲۱۱ھ بمطابق ۱۷۹۷ء بتائی ہے۔ یہاں یہ تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ مشہور غداروں بدرالزماں نائطہ، پورنیا اور میر صادق کے مشورے کے بموجب ڈھونڈا جی کو سلطان نے نظر بند رکھا تھا لیکن یہ نظر بندی برائے نام تھی۔ اسی نظر بندی کے دوران سلطان نے اسے ملک جہان خان کا خطاب دیتے ہوئے روزانہ تین فنم یا نگم (روپیہ) اس کا خرچ مقرر کیا جو اس زمانے میں بڑی رقم تھی۔ سلطان نے اسے دس ہزار سپاہیوں کا سالار مقرر کرنا چاہا تو میر صادق نے مخالفت کی۔ القصہ مختصر ٹیپو کی شہادت کے فوری بعد ڈھونڈا نے اپنی نظر بندی سے آزاد ہوکر صورتحال کا جائزہ لیا اور سلطان کے بڑے فرزند فتح حیدر سے جو اس وقت میسور کے قریبی علاقے چن پٹن میں مقیم تھا ملنے کا ارادہ کر کے اپنی بیوی اور متبنیٰ بیٹے صلابت خان کے ہمراہ فتح حیدر سے مل کر اسے جنگِ آزادی جاری رکھنے پر آمادہ کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ اپنے ہم خیال ساتھیوں کی وفاداری اور جاں نثاری کا یقین دلایا لیکن فتح حیدر سے مایوس ہوکر وہ اپنے آبائی علاقے شیموگہ کی طرف چل پڑا دریں اثنا سید ناصر علی اور میر میراں اور ٹیپو کی فوج کے بقیہ آصفوں، عہدیداروں نے اس کا ساتھ دیا تو بہت جلد اس نے ٹیپو کی بچی کھچی فوج کے سپاہیوں، شیدائیوں اور عاشقوں پر مشتمل پانچ ہزار سوار جمع کرلیے۔ انگریز فوجی چوکیوں پر شب خون مار کر بیشمار آلاتِ حرب اور بندوقیں جمع کرلیں۔ قلعہ گتی پر قبضہ کر کے شیموگہ کو مستقر بنا کر شمع آزادی کی رکھوالی کرنے لگا اور چھاپہ مار جنگوں کے ذریعے تائید اور حمایت حاصل کی اور کرناٹک کے متعدد علاقوں مثلاً دھاڑواڑ، مابدنور، سرہٹی، رائچور، کوناگل چتل درگ، ہونالی، سوندتی، ملاپربھا وغیرہ میں انگریزوں کو زک پہنچاتا اور خود بھی جانی و مالی نقصان اٹھاتا رہا۔

ڈھونڈا جی اور اس کے ساتھیوں کی باغیانہ روش سے مجبور ہو کر آرتھر ولزلی نے جولائی ۱۷۹۹ء (ٹیپو کی شہادت کے صرف دو ماہ بعد) میں ڈھونڈا جی کی سرکوبی اور مکمل خاتمے کے لیے کرنل پیٹر، کرنل ڈال ریمپل اور کرنل اسٹیونس کی سرکردگی میں بھاری فوجیں بھیجیں۔ متعدد ہلاکت خیز معرکوں میں طرفین کا خاصا نقصان ہوا۔ انگریز فوج نے اس مہم میں نظام دکن، مرہٹوں اور بنگالی فوجی دستوں سے بھی مدد لی تھی۔ ممبئی، گوا، مدراس کے علاوہ لندن سے آئی ہوئی مختلف رجمنٹ کے ہمراہ ادھر سے آرتھر ولزلی بڑھا اور ادھر سے ڈھونڈا جی پچاس ہزار سوار چالیس ہزار کم سوار، چودہ ہزار پیادوں، تیس ہزار بنجاروں (جنگلی اور وحشی قبائل) کے ہمراہ بڑھا۔ ڈھونڈا جی کو پسپا ہونا پڑا۔ حسبِ روایت مرہٹوں نے عین وقت پر اس سے غداری کی۔ انگریزوں نے سازش کرتے ہوئے ڈھونڈا جی کی گرفتاری پر تیس ہزار روپے کا انعام مقرر کر دیا اور مختلف راجے، مہاراجے، سردار اور سپہ سالاروں کو لالچ، ترغیب، دھمکی اور سازش وغیرہ کے ذریعے ڈھونڈوا جی سے الگ کروانے کے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ ۹ اگست کو ملاپربھا کے قریب قلعہ سرہنگی پر جو کہ ڈھونڈا جی کا مرکز تھا انگریزی فوج نے بھرپور حملہ کیا۔ گھمسان کا رن پڑا مگر ڈھونڈا جی اور اس کے قریبی ساتھی اسلحہ ختم ہو جانے کے باعث فرار ہو کر کنارا گڑھ کی پہاڑیوں پر پہنچ گئے۔ ۲۵ اگست کو ایک اور جھڑپ ہوئی۔ اب ڈھونڈا جی بالکلیہ چھاپہ مار جنگ کر رہا تھا۔ 2، 7 اور 9 ستمبر کو چھوٹی جھڑپیں مختلف علاقوں میں ہوئیں۔ بالآخر 10 ستمبر کو انگریزی متحدہ افواج ڈھونڈا جی واگ کی فوج کو گھیرے میں لینے میں کامیاب ہو گئی حالانکہ انہیں شدید مزاحمت اور بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ دو طرفہ نعشوں کے ایک بڑے ڈھیر کے نیچے سے ڈھونڈا جی کی زخموں سے چور نعش نکالی گئی اور یوں شمعِ آزادی کا ایک رکھوالا مادر وطن کا ایک عظیم سپوت اور جاں باز اپنے خون سے وطن کی آبیاری کرتے ہوئے تاکہ آزادی وحریت فکر کا بیج خشک نہ ہو جائے اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گیا۔ انگریزوں نے اس کی بیوی اور چار سالہ بیٹے صلابت خان کو گرفتار کر لیا لیکن ولزلی نے اس معصوم کی کفالت کا ذمہ لے لیا اور انگلینڈ روانہ ہونے سے قبل اسے سرنگا پٹم کے کلکٹر کرنل سائمن کے حوالے کر گیا۔ ڈھونڈا جی واگ قد آور اور لحیم شحیم تھا اور اس کی خوبی یہ تھی کہ چھ سات فٹ لمبی اور وزنی تلوار استعمال کرتا تھا۔ اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ اس کے قبضے میں کوئی مضبوط قلعہ نہیں تھا ورنہ وہ انگریزوں کے لیے مزید دردِ سر کا باعث بنتا۔ صلابت خان صرف ۲۸ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ ایڈورڈ تھارنٹن اپنی کتاب میں ڈھونڈا جی واگ کو ان الفاظ میں خراج پیش کرتا ہے ''ڈھونڈا جی کی ترقی بروقت نہ روکی جاتی تو وہ دوسرا حیدر علی اور ٹیپو سلطان ہوتا' بے شک وہ دلیر اور بہادر تھا۔''

☆

ملک جہاں خاں شیخ احمد ڈھونڈا جی واگ

اے شہیدِ حریت ڈھونڈا جی واگ
سب کو حاصل ہوں تیرے سے بھاگ
خرمنِ انگریز پر بجلی تھا تو
تھی وہ ناموسِ وطن کی تجھ میں آگ
تو کہ جس رخ سے بھی تجھ پر رن پڑا
مڑ گئی اس رخ ترے توسن کی باگ
دے کے جُل تجھ کو بھی آخر ڈس گیا
یعنی وہ انگریز تھا زہریلا ناگ
تو بھی ٹیپو کی طرح یہ کہہ گیا
جاگنے کا وقت ہے سنتان جاگ
اب ہے دیش آزاد ہم آزاد ہیں
کب گیا بیکار آخر کوئی تیاگ
دہر میں خونِ شہیداں کی قسم
ہے امر بھارت کی دیوی کا سہاگ

ضمیر عاقل شاہی مرحوم
(میسور بھارت)

ٹائیگر آف میسور۔ ٹیپو سلطان شہید

پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی مجددی (سجادہ نشین آستانہ چورہ شریف)

یوں تو اس دنیا میں ہزاروں بچے جنم لیتے ہیں اور مر جاتے ہیں، ہزاروں کلیاں کھلتی ہیں اور بادِ سموم کے تھپیڑوں کی تاب نہ لا کر مرجھا جاتی ہیں...... مگر وہ موت جو حق اور راستی کی راہ میں آئے حیاتِ جاوداں بن کر آتی ہے

جو موت آئے تو زندگی بن کے آئے
قضا کی نرالی ادا چاہیے

۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء میں حیدر علی کے گھر دیون ہلی میں اماں فاطمہ بیگم کی گود میں پیدا ہونے والا جہادی جذبوں سے لبریز انصاف پسند حکمران روشن خیال تعلیم یافتہ' تہجد گزار' شب زندہ دار' نوافل گزار' قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا نقشِ ثانی اور عظیم یادگار نظر عقابی جن سے غیرت وخودداری اور مومنانہ فراست کی کرنیں پھوٹ رہی ہوتی تھیں۔ بجلی کی چمک' شیر کی گرج' دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن بقول شاعر:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ایسی صفات کا حامل شخص دنیا جس کو ٹیپو سلطان حیدر شہید کے نام سے جانتی ہے جو اپنے والد کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے جب آپ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو آپ نے اپنے والد کے ساتھ جنگی معاملات میں دلچسپی لینا شروع کر دی کیونکہ آپ کے والد حیدر علی میسورین آرمی میں ملازم تھے لہذا آپ گاہے گاہے جنگی مشقوں میں بھی حصہ لیا کرتے تھے۔ ٹیپو سلطان بہت سی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ حساب اور سائنس کا علم آپ کے پاس وافر مقدار میں تھا۔ آپ پڑھائی لکھائی کے دلدادہ تھے اور دو ہزار سے زائد کتابیں مختلف موضوعات پر آپ کی لائبریری کی زینت تھیں جن میں زیادہ تر جنگی' اسلامی اور سائنسی موضوعات پر مشتمل تھیں۔ ٹیپو سلطان دور اندیش اور صاحب بصیرت شخص اور ٹائیگر آف میسور' کے نام سے مشہور تھے۔ برٹش نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے بہانے انڈیا پر قبضہ کرنا چاہا تو اس سلسلے میں سلطان نے امیرِ افغانستان' فرانس اور ترک سلطان سے مدد مانگی کیونکہ اس موقع پر گوروں نے نظام حیدر آباد اور

مرہٹوں کے ساتھ اتحاد کرلیا تھا مگر فرانس نے عین موقع پر کسی سبب سے ساتھ چھوڑ دیا۔اس موقع سے گوروں نے فائدہ اٹھایا اور مرہٹوں کی مدد سے ۱۷۹۰ء میں تیسری جنگ میسور میں شروع کردی۔

جب گورے اکیلے تھے تو ٹیپو سلطان نے ان کو ہرا دیا تھا۔ٹیپو سلطان شہید کا تاریخی اور انمٹ نقوش کا حامل جملہ آج بھی وقت کے جابر اوباش سلطانوں اور امریکی سامراج کی گود میں پرورش پانے والے عیاش حکمرانوں کو جھنجوڑ رہا ہے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے‘ ہمارے حکمران ٹیپو سلطان کے اسی ایک سنہرے قول کو ورد زباں اور حرزِ جاں بنالیں تو امت مسلمہ کو درپیش سارے مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔آج برصغیر پاک وہند کی سرزمین ٹیپو سلطان شہید کے لیے ترس رہی ہے۔ایک مومن مسلمان سمجھتا ہے کہ زندگی کی ہر سانس رب العزت کی امانت ہے اور یہ امانت کسی وقت بھی اس مالک وخالق کے سپرد کی جاسکتی ہے تو کیوں نہ اس کو اللہ تعالیٰ کے بتائے گئے احکامات کے مطابق بسر کیا جائے۔سلطان ٹیپو جو اسلامی اقدار کا محافظ وآبروئے اسلام عشقِ رسولؐ کے سانچے میں ڈھلا ہوا مردِ درویش‘فقرِ غیور کا حامل جس کی اداؤں میں زندگی کا ہر لمحہ بسر کرنے والا دلیر دلبر‘دل آرا‘دلنواز‘روشن جبیں‘ روشن چہرہ‘ روشن دماغ‘ روشن چراغ اور انگریز سامراج سے لڑنے والا اب بھی زندہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے انہی نفوس قدسیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ”اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمھیں خبر نہیں ہے“(بقرۃ آیت ۱۵۴)

ٹیپو سلطان نے سرنگا پٹم کے مقام پر انگریز سامراج کو ناکوں چنے چبوا دیے کیونکہ اس کی رگوں میں اس غیرت مند باپ کا پاکیزہ خون جوش مار رہا تھا جس نے انگریز سامراج اور اس کے پٹھوؤں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔

ٹیپو سلطان نے ہمیشہ آبروئے مصطفیٰؐ کے سائے میں زندگی بسر کی اور اپنے قول کو سچ ثابت کر دکھایا کہ ٹوٹی چٹائی پر بیٹھ کر پسینے میں شرابور عزت کے ساتھ کھائی گئی روٹی کے ٹکڑے اور نانِ جویں فائیو اسٹار ہوٹلوں میں کارپٹڈ‘ فرنشڈ اور یخ بستہ ماحول میں کھائے گئے بے توقیری کے مرغ مسلّم اور چائنیز کھانوں سے بہتر ہے کیونکہ یہی چٹائی تو جہادی صفات کے حامل مردانِ حر اور شاہسوار مغربی سامراج اور ان کے پٹھوؤں کے لیے گردن توڑ بخار ثابت ہوتے ہیں۔آج بھی گوروں کے ماتھے پر سلطان ٹیپو کا نام سن کر پسینہ آنے لگتا ہے اور وہ کانپنے لگتے ہیں جس کا مشاہدہ راقم کو اپنے دورۂ لندن میں ایک ہال میں منعقدہ تقریب میں ہوا کہ جب راقم نے اپنی گفتگو میں ٹیپو سلطان کا نام لیا اور ان کے سنہری کارناموں کا تذکرہ کیا تو وہاں ہال میں موجود ایک گورے کے ماتھے پر پسینہ آگیا اور وہ دم دبا کر وہاں سے ایسا بھاگا جیسے گیدڑ شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔ٹیپو سلطان نے ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں سے بھی نہایت اچھا

سلوک کیا۔ اس نے ہر طرف سڑکوں کے جال بچھا دیے۔ بڑے بڑے پانی کے ڈیم بنائے کئی فیکٹریاں لگائیں۔ میسور میں اور آس پاس کے علاقوں میں شراب' چرس اور دیگر منشیات پر سخت پابندی لگادی گئی۔ میسور میں بہت سارے خوبصورت قلعے بنا دیے گئے محلات قائم کر دیے گئے۔ برطانوی فوج نے ان کی وفات کے بعد ان قلعوں کو گرانا اور محلات کو مٹانا شروع کر دیا تاکہ ان عظیم یادگاروں کو دیکھ کر مسلمانوں کی سوئی ہوئی غیرت وحمیت نہ جاگ جائے۔ بنگلور میں آج بھی سلطان ٹیپو کے دور کی عظیم یادگار قلعہ نما خوبصورت عمارت Summer Palace کے نام سے موجود ہے جو آج بھی ''ٹائیگر آف میسور'' کی یاد کو ذہن کے بند دریچوں کو کھولنے اور تازہ دم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مسلمانوں کا یہ عظیم رہنما ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو میسور کے دارالخلافہ سرنگا پٹم کے مقام پر دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا اور اس کو اپنے والد حیدر علی اور والدہ فاطمہ بیگم کے پہلو میں دفن کیا گیا سچ کہا تھا ''ٹائیگر آف میسور'' نے کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے'' کاش ہمارے حکمران بھی اس حقیقت کو سمجھ جائیں۔

بدطینت انگریز آج بھی اپنی نصابی کتابوں میں ٹیپو سلطان کو ''ٹائیگر آف میسور'' کے بجائے ''مانسٹر آف میسور'' (Monster of mysore) لکھ کر اپنے کلیجوں کو ٹھنڈک بخشتے ہیں۔

☆
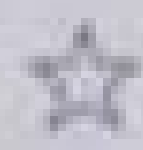
بارگاہِ ٹیپو میں

خلیل بیباک

اے کہ اس ملک کی آزادی و عظمت کے نشاں
آج نظروں سے ہے شاعر کی تُو پوشیدہ کہاں
لوگ تو پھول چڑھاتے ہیں تری مرقد پر
میری پلکوں پہ ہیں کچھ اشک مگر رقص کناں
جمع خلقت ہے یہاں جشن منانے کے لیے
تجھ سے بے پایاں محبت کو جتانے کے لیے
میں مگر آیا ہوں مرقد پہ تری اے ٹیپو
اجڑے گھر کی ترے روداد سنانے کے لیے
تو نے کل جس کو نکھارا تھا لہو سے اپنے
آج اربابِ چمن نے وہ چمن بیچ دیا
تُو نے سکھلایا مساوات و مروّت کا چلن
نام لیواؤں نے وہ تیرے چلن بیچ دیا
کس قیامت کی میسر ہوئی آزادی ہے
قتل و غارت گری اب عام ہے انسانوں میں
آج کل خون کی ارزانی کا یہ عالم ہے
خون ہی خون نظر آتا ہے پیمانوں میں
نام انصاف کا مٹنے کو ہے اس دنیا سے
حق کے اظہار کو اک جرم بنا دیتے ہیں
ظلم کی پیاس بجھانے کے لیے اب اکثر
لوگ خود اپنے نشیمن کو جلا دیتے ہیں
ظلم اور جبر کی اب رسم مٹانے کے لیے
اک نئے ٹیپو کی دنیا کو ضرورت ہے ابھی
ہے دعا سوئی ہوئی قوم مری جاگ اٹھے
ناتواں ہے مگر اس میں بھی حرارت ہے ابھی

ٹیپو سلطان شہید کی قدر و منزلت

سید بشیر احمد (بنگلور)

20 نومبر 2006ء کو بنگلور (انڈیا) میں ٹیپو سلطان شہید کا 257 واں یوم پیدائش عقیدت مندوں نے منایا۔ انہیں احساس ہے کہ یہ ایک ایسے بادشاہ تھے جنہوں نے انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو سمجھ لیا تھا اور ان کے ہندوستان کو غلام بنانے کے منصوبے کے خلاف کاروائی ضروری سمجھی تھی۔ وہ پڑوسی حکومتوں کو ساتھ لے کر اس کارروائی کو انجام دینا چاہتا تھا بدقسمتی سے یہ بات دوسرے سمجھ نہ سکے اور خود ہی غلام بن بیٹھے۔ سلطان کو اکیلے لڑتے لڑتے اپنی سلطنت کے ساتھ جان دینی پڑی۔ کرناٹک کے لوگ سر اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے وقار کو بچانے کے لیے ہم نے پہلے خون دیا تھا۔ ٹیپو سلطان کی تاج پوشی میسور کی دوسری جنگ کے دوران ہوئی اور سلطنت کا خاتمہ میسور کی چوتھی جنگ میں ہوا۔ سلطان کی شہادت پر جنرل ہیرس چیخ اٹھا تھا ''اب ہندوستان ہمارا ہے'' ٹیپو ہندو اور مسلمان کو ایک نظر سے دیکھتے اور روادارانہ سلوک کرتے تھے۔ رواداری کا یہ حال تھا کہ ان کی کابینہ کے آٹھ ارکان میں سے چار ہندو تھے۔ انہوں نے پنڈتوں اور مندروں کی کھلے دل سے مدد کی اور سرنگا پٹنم، ننجن گڑھ، گرو دیوار اور دیگر کئی مندروں کو مالی امداد دی گئی۔ ملابار کے چند علاقوں میں نچلی ذات کی عورتوں کو بلاؤز پہننے کی اجازت نہیں تھی۔ سلطان نے اسے عورتوں کی توہین سمجھا اور حکومت کی طرف سے کپڑوں کا انتظام کیا۔ شرپسندوں نے اسے مذہب میں بے جا مداخلت کا نام دیا اور کارنوالس نے اس بات کا بتنگڑ بنا کر عوام میں انتشار پھیلایا۔ کورگ کے راجہ اور منگلور کے عیسائی لوگوں کو بہکایا۔ پراکسی فرنانڈس اپنی کتاب Storm Over Sringapatan میں لکھتے ہیں کہ سلطان وقت سے پہلے پیدا ہو گئے تھے۔ پڑوسی انہیں نہ سمجھ سکے۔ سرنگا پٹنم کے عیسائی قیدیوں کو تربیت دینے کے لیے ایک عیسائی پادری سے گزارش کی گئی تھی۔ اڑیسہ کے سابق گورنر بی ین پانڈے کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر ہری پرشاد کی کتاب میں لکھا گیا تھا کہ تین ہزار برہمنوں نے مذہب بدل جانے کے ڈر سے خودکشی کر لی جبکہ جانچ کرنے پر پتہ چلا کہ یہ بالکل بے بنیاد بات تھی تو کلکتہ کے وائس چانسلر ہریندر ناتھ نے اس کتاب کو نصاب کی کتاب سے نکال دیا۔ حلکا ڈوچک رنگے گوڈا کہتے ہیں کہ اگر ٹیپو سلطان ہل جوتنے والے کسانوں کو زمین کا حق

دار نہ گردانتے تو آج وکلیگا قوم اتنی متمول نہ ہوتی۔ ڈاکٹر شیخ علی کا کہنا ہے کہ سلطان ان سب کے ساتھ سختی سے پیش آئے جو انگریزوں کا ساتھ دے رہے تھے۔ خواہ وہ سانور کے نواب ہوں یا کرنول کے یا کورگ کے راجہ ہو یا ملابار کے نائر' بھگوان لیس گڈوانی نے اپنی کتاب 'دی سورڈ آف ٹیپو سلطان' میں لکھا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی شخصیت کو ہندوستان کی روح سے وابستہ کر دیا۔ سابق وزیر اعلیٰ کرناٹک۔ ویر پا موئیلی کہتے ہیں کہ '' سلطان نے اپنی تاریخ خون سے لکھی ہے۔'' انگریزوں کو بھگانے کے لیے جب اپنے ملک کے حکمرانوں کا ساتھ نہ ملا تو بیرونی ملکوں سے امداد لینے کی کوشش کی۔ تقریباً ۱۴۰ سال بعد سبھاش چندر بوس بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ ٹیپو سلطان ایک خوددار بادشاہ تھے۔ انہوں نے سو سال گیدڑ کی زندگی پر ایک دن کی شیر کی زندگی کو ترجیح دی۔ ان کی اس قربانی پر کرناٹک ہی نہیں پورا ہندوستان نازاں ہے۔ حکومت کرناٹک نے ۱۹۹۹ء میں بڑی شان سے ٹیپو سلطان کا دوسوسالہ ''یومِ شہادت'' منایا اور ان کی خدمات کو سراہا۔ اب کوئی صاحب اقتدار یہ کہے کہ سلطان کا نام تاریخ کی کتاب سے ہٹا دینا چاہیے تو بہت کوفت ہوتی ہے۔ سنگھ پریوار کے لوگ عوام سے یہ بات منوانا چاہتے ہیں کہ مسلمان حکمرانوں نے جب تک حکومت کی ہندوؤں پر ظلم اور بے انصافی کی۔ اب ہندو حکمران مسلمانوں پر ظلم یا بے انصافی کریں تو جائز ہے۔ اس کے لیے ٹیپو سلطان جیسے روادار شخص کے ساتھ یہ غیر ذمہ دارانہ بات کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ صاحب سمجھ لوگ ایسی باتوں کی مذمت کریں اور اس کے خلاف احتجاج کریں۔ ٹیپو سلطان ہند کے شہیدِ اعظم ہیں اور ان کی شان میں یہ گستاخی گناہ سے کم نہیں۔ شہید قدر و منزلت کے مستحق ہیں۔

☆

ٹیپو سلطان وقت کے آئینے میں

اکرام کاوش

اس دارِ فانی میں ہر ذی روح کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے مگر ان مسافرانِ عدم میں معدودے چند برگزیدہ بزرگ ایسے بھی گزرے ہیں جن کی حیات کے کارناموں نے انہیں زندۂ جاوید بنادیا اور ان کی موت کو بھی شہادت کا درجہ حاصل ہوا۔ ایسے حق پرست سرفروشوں کے ناموں میں سرکارِ خداداد کے دونوں سلاطین نواب حیدر خان بہادر اور ٹیپو سلطان شہید کے نام اور ان کا انقلاب آفریں دور تاریخِ ہند کا روشن اور درخشاں باب ہے۔ اگر دکن کی تاریخ سے ان کی داستانِ حیات کے اوراق نکال دیے جائیں تو وہاں صرف ایک بے رنگ مرقع رہ جائے گا جس میں نہ کوئی دل آویزی ہوگی نہ وقار اور نہ سربلندی نظر آئے گی۔

سقوطِ سرنگا پٹنم کے بعد متعصب انگریز مورخین بالخصوص جیمس کرک پیٹرک، ولکس، کرنل مارک نکلسن، میجر رینل، لیفٹننٹ فریز، لیفٹننٹ کرنل الیگزینڈر رہڈسن، جیم فاریس، یک بی بورنگ نے سلطان کو بدنام کرنے کی مہم میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے لکھے غلط احوال کی دیگر متعصب ہندوستانی مورخوں نے بھی تقلید کی۔ کرنل مارک نکلسن اپنی کتاب ''ہسٹری آف میسور'' (مطبوعہ ۱۸۱۰ئ) میں رقم طراز ہے کہ: ''ٹیپو سلطان ایک جابر، ظالم متعصب وجنونی حکمران تھا۔ اس نے ہندو مندروں کو ڈھادیا اور انگریزوں کو قید وقتل کیا کیونکہ وہ ان کی بہادری سے نفرت کرتا تھا اور تلوار کے زور پر اسلام کی اشاعت کرتا تھا۔ اس نے ملابار کی نائر قوم پر ختنہ کی رسم مجرمانہ طور پر قائم رکھی۔ کورگ کے لوگوں کو مذہب اسلام قبول کرنے پر ظالمانہ طور پر مجبور کیا۔ نیز شراب بندی کی پالیسی کو لوگوں کی مرضی اور مفاد کے خلاف نافذ کیا۔'' اسی طرح لیفٹننٹ ولکس نے بھی اپنی کتاب میں سلطان پر بے بنیاد الزامات لگائے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ ''خان جہاں خان سلطان کی شہادت کے بعد مرتد ہوجانا چاہتا تھا وہ صرف سلطان کے غلبے کی وجہ سے سولہ برس مسلمان رہا تھا جس کے متعلق تذکروں میں درج ہے کہ خان جہاں خان جو پیدائشی طور پر برہمن تھا حاکم بدنور ایاز کا منشی تھا۔ ٹیپو سلطان نے جب بدنور پر دوبارہ قبضہ کرلیا تو خان جہان خان کو مسلمان بنادیا اور اس کو اسلامی عقائد کی اعلیٰ تعلیم دی۔ انگریز مورخین کے لکھے ہوئے کی تقلید کرتے ہوئے ہندوستانی مورخ ہیاادانا راؤ نے بھی اپنی کتاب 'میسور گزیٹ' جو سرکاری خرچ پر 1928 میں شائع

ہوئی ہے سلطان کو متعصب حاکم لکھا ہے۔ انگریز مورخین کے ان بے بنیاد صداقت سے بعید الزامات کا درپردہ مقصد یہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا کرنا تھا تاکہ ہندوستانیوں کے دلوں سے حب الوطنی کا جذبہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

متذکرہ انگریزوں کے بے بنیاد الزامات کو غلط ثابت کرتے ہوئے پی سی جوشی اپنی کتاب ''انقلاب'' میں رقم طراز ہے کہ 'دکن میں مسلمان معاشرے کے اساسی تعمیر نو کے مسئلے سے دوچار نہیں تھے بلکہ انہیں برطانوی جارحیت کی ٹھوس حقیقت کا سامنا تھا اور سلطان اس سے بخوبی واقف تھا کہ انگریز ملک اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ چنانچہ سلطان نے مسلمانوں میں نئی روح پھونکنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس لیے پیچھے کی طرف دیکھنے کے بجائے اس نے 1889ء کے انقلاب فرانس کے انقلاب انگیز تصورات سے بھی بکثرت استفادہ کیا اور نپولین کے فنِ حرب سے بھی۔ اس کا جدت پسند مسلمانوں کا احمدی دستہ جدید ترین یورپی نمونے پر منظم کیا گیا تھا۔ احیائے اسلام کے اپنے دعوے کی رعایت سے اپنی قلم رو میں اس نے تمام عوام کو روزی کے وسائل بہم پہنچانے کا بیڑا اٹھایا اور جب 1799 میں انگریزوں نے پٹنم پر قبضہ کرلیا تو اس نے ہاتھ میں تلوار لے کر لڑتے ہوئے جان دے دینے کا فیصلہ کیا یہ مسلمانوں میں نئی روح پھونکنے کی دلیل تھی۔''

انگریز اور دیگر متعصب مورخوں نے اپنی کتابوں میں سلطان کے متعلق خوب زہر اگلا ہے مگر حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ انہی کی کتابوں سے بعض اصلی و سچی باتیں بھی منظر عام پر آئی ہیں۔ جنرل ویلز نے اپنی کتاب 'ولزلی پیپرز' میں درج کیا ہے کہ سلطان نے سرنگا پٹنم میں ایک باقاعدہ انجمن جمہور قائم کی تھی اور ایک رات ٹیپو سمیت انجمن کے اراکین نے رسمی طور پر بادشاہت کے تمام نقوش کو جلادیا اور اس کے بعد ایک دوسرے کو ''شہری'' کہہ کر مخاطب کرنے لگے۔ جمہوریت کی طرف اس رجحان کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ٹیپو نے اپنی فوجیوں کے نام احکام جاری کیے کہ وہ اسلام کے سادہ دستور کے مطابق ایک دوسرے سے سلام علیکم اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہہ کر خطاب کریں اور قدیم درباری کے پرتکلف اور رسمی آداب کو ترک کردیں۔''

عظمتِ سلطان کی ایک اور تاریخی وجہ آپ کی حریت پسندی اور جذبۂ شوقِ شہادت ہے۔ شیر میسور چونکہ مومن تھے لہذا فطرتاً حریت پسند تھے۔ مرتبۂ شہادت کو لبیک کہنا مومن کی شناخت اور معراج ہے۔ مومن کو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی ظالم حکومت یا طاقت غلام نہیں بناسکتی۔ حریت کا معنی انسان اپنے ضمیر سے بغیر کسی رکاوٹ کے عمل پیرا ہونا ہے۔ جب انسان اپنی خواہشوں اور نفس کے تقاضوں سے آزاد ہو جاتا ہے تو وہ سوائے اللہ کے کسی کے آگے اپنا سر نہیں جھکاتا۔ میسور کی تیسری جنگ

میں جس دن سلطان نے انگریز سپہ سالار لاڈ کارنوالس سے صلح کی تھی' اس دن سے چارپائی تکیے اور توشک پر سونا ترک کر دیا تھا۔ زمین پر ہی کھادی کے چند موٹے کپڑے بچھا لیتے اور رات کی بس چند گھڑیاں اسی پر گزار دیتے تھے۔ جذبہ ایمان کے زیر اثر آپ کو مسلمانوں کی تربیت و پرورش کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ خود بھی صاحبِ علم تھے اور اہل علم کی قدردانی میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ نہایت ہی اچھے انشا پرداز اور سخن شناس تھے۔ سلیقہ شعار' دانشور اور معاملہ فہم ہونے کے ناتے معاملات کو سرانجام دینے میں کسی کی رہنمائی کے محتاج نہیں تھے۔ صبح کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کی ہمیشہ عادت تھی۔ ہر وقت باوضو تسبیح بدست رہتے تھے۔ ان کی زبان پر مختلف احادیثِ رسول اور سیرت پاک کا تذکرہ رہتا تھا۔ بے معنی ہزلیات کو دین اسلام کی اہانت سمجھتے تھے۔ کسی قسم کی بے ہودہ باتوں کا ان کی مجلس میں دخل نہیں تھا۔ رنگین لباس جس کا رواج امراء وسلاطین میں کافی رہا تھا اس خیال سے محترز رہتے تھے کہ اس سے نماز نہیں ہوتی۔ اکثر فارسی زبان میں ہی گفتگو کیا کرتے تھے۔ سفر اور سواری میں زرد کوٹ یا سرخ زردوزی کی ببری پہنا کرتے تھے اور پگڑی کے اوپر ٹھوڑی کے نیچے تک سفید رومال باندھنے کی عادت تھی۔ کسی اور کو سفید رومال باندھنے کا حکم نہیں تھا۔ اپنے آخری عہد میں سبز رنگ کی شمہ دار دستار عربوں کی طرح اوڑھا کرتے تھے اور جڑاؤ طرہ سر پر لگاتے تھے۔ آپ کی نشست و برخاست اور خلوت سے شاہانہ تمکنت و وقار جھلکتا تھا۔ سلطان کی تمام زندگی میدان جنگ میں دشمنوں سے مقابلہ کرتے گزر گئی۔ آپ ایک سال بھی بساطِ حکمرانی پر بے فکری سے داد عیش نہیں دے سکے اس کے باوجود ٹیپو سلطان کی عظمت ہندوستان کے ان چند صاحبِ تمکین شہنشاہوں کے ہمسر و ہم پلہ ہے جو ہر دور کے مورخین سے خراج عقیدت لیتے رہے ہیں۔

عہدِ سلطانی میں قاضیوں کا تقرر اور فرائض:

تاریخ شاہد ہے کہ نواب حیدر علی خان بہادر اور ٹیپو سلطان شہید کے عہد سلطنت میں ریاست کے ہر مقام پر قاضی کا تقرر ہوتا تھا اور قاضیوں کے نام سلطانی احکام جاری ہوتے تھے۔

سلطان نے قاضیوں کے لیے فرائض وحقوق معین کر دیے تھے۔ وہ یہ کہ وہ نکاح پڑھائیں' بچوں کی بسم اللہ خوانی کریں' جانوروں کے ذبیحہ کا انتظام اور نگرانی کریں۔ بچوں کو دینیات کی تعلیم دیں۔ اموات کی تجہیز و تکفین کریں۔ پنج گانہ نماز جماعت اور جمعہ کا انتظام کریں۔ مسلمانوں کے مکانات کی خانہ شماری کرائیں۔ جھگڑوں کا شریعت کے مطابق فیصلہ کریں۔ شریعت کے احکام نافذ کرائیں اور کوئی مسلمان احکام شریعت کی خلاف ورزی کرے تو اسے کچہری میں پیش کر کے سزائیں دلائیں۔ سرکار خداداد کی جانب سے قاضیوں کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ بعضوں کو جاگیر نہیں تھی وہاں حکم تھا کہ رسومات اور فرائض کی ادائیگی کے

موقع پر قاضیوں کو تحائف دیے جائیں۔ محمود خان بنگلوری نے "تاریخ سلطنتِ خداداد" میں سلطان کے ایک فرمان کا حوالہ دیا ہے جو بنگلور کے قاضیوں اور خطیبوں کے نام تھا جس کا خلاصہ خودسازی' خانہ سازی' خلق سازی کے مصداق یوں ہے کہ قاضی وخطیب سب سے پہلے خود فرائض وواجبات کے پابند رہیں اور نواہی وممنوعات سے پرہیز کریں۔ پھر مسلمانوں میں ان امور کی نگرانی کریں۔ مسلمانوں کے باہمی فیصلے قرآن وحدیث کے مطابق کریں۔ رشوت' شراب' جوا اور زنا کاری اور دوسرے ممنوعات کا سد باب کریں۔ مساجد کو آباد کریں' نماز باجماعت اور جمعہ کا اہتمام کریں۔ نکاح وغیرہ کی ذمہ داریاں انجام دیں۔ مسلمانوں میں اوامر ونواہی کی تبلیغ کریں۔ شریعت محمدی کے ہر جزو کو جاری کرنے میں سعی وتبلیغ کریں۔ مسجدوں میں بچوں کو دینیات' حساب نوشت وخواند وغیرہ کی تعلیم دلائیں۔ خطیب اور موذن درس دیا کریں ۔ قاضی جمعہ کی نماز پڑھائیں اگر کوئی مسلمان بلا عذر نماز جمعہ میں حاضر نہ ہوتو اس پر جرمانہ ڈالیں اور زنا کاری کو سختی سے منع کریں۔ کسی مسلمان کے گھر بچہ پیدا ہوتو ساتویں دن قاضی اس کا نام رکھے اور جب وہ بچہ چار سال اور چار مہینے کا ہوتو بسم اللہ خوانی کرائیں۔ رمضان میں مساکین کی سحری اور افطار کا اہتمام کریں ۔ مساجد کی آمد وخرچ کا حساب صاف صاف رکھیں' قاضی ہر مہینے اپنی کاروائی کی رپورٹ سرکار کو روانہ کرے۔ قاضی صاحبان مسلمانوں کے معاشی حالت کی جانچ پڑتال کریں۔ جو لوگ تجارت وصنعت کے اہل نہیں ہوں انہیں ذرائع معاش کی طرف راغب کریں اور سرکار سے امداد دلوائیں۔ مساجد کی صفائی' پاکی' چراغ' بتی' فرش فروش اور رنگ وروغن کا اہتمام کریں۔ سرکارِ خداداد میں ضلع اور ڈویژنوں کے ذیلی قاضی سر قاضی کے ماتحت ہوتے تھے۔ علاقے کے مسلمانوں میں احکام شریعت کا نفاذ ہوتا تھا۔ سرنگا پٹنم میں آج بھی سر قاضی کا منصب بحال ہے۔ چنانچہ مسجد اقصیٰ کے موجودہ خطیب مولانا الحاج سید عباس صاحب اس علاقے کے موجودہ سر قاضی ہیں جنہیں سالانہ ایک سو ساٹھ روپیہ حکومت کی طرف سے گرانٹ ملتی ہے۔ موجودہ دور کے بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں گرانٹ کی موجودہ رقم میں اضافہ کرنا وقت کا تقاضہ ہے ۔ نیز بنگلور۔ میسور' چتلدرگ وغیرہ میں مرکزی مقامات پر سر قاضی کا منصب ہنوز موجود ہے اور انہیں سرکار کی طرف سے تنخواہ ملتی ہے۔ کرناٹک کے شمالی اضلاع بیجاپور کی عادل شاہی حکومت نیز سلطنت مغلیہ کے عہد میں بھی ان تمام مقامات پر جہاں مسلمان آباد تھے قاضیوں کا باقاعدہ تقرر ہوتا تھا چنانچہ بیجاپور' ہبلی دھار واڑ وغیرہ میں قاضیوں کے خاندان آج بھی موجود ہیں۔ سلطان کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد میسور میں آباد ہوگئی تو سرنگا پٹنم سے قاضی صاحبان بھی میسور آگئے۔ مہاراجا کی حکومت نے میسور میں ان کا منصب برقرار رکھا۔ چنانچہ تذکروں میں قاضی محمد شمس الدین انصاری اور قاضی سید علی اور دیگر بزرگوں کے نام ملتے ہیں جو میسور کے سر قاضی تھے۔ شہادتِ سلطان کے بعد دیوان پورنیا نے 1227ھ میں

میسوری مسلمانوں کے لیے جامع مسجد میسور کی بنیاد رکھی جس کی دوبارہ تجدید و تزئین 14 اپریل 1927 میں آنجہانی مہاراجا کرشاراج وڈیار بہادر کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ دیوان رائے منشی غلام حسین منجم عاصی کو اس مسجد کا پہلا متولی اور سرقاضی مقرر کیا تھا۔ عاصی دربار سلطانی سے بھی وابستہ تھے آپ پہلے عالم وادیب وشاعر اور منصف تھے جو سرنگا پٹنم سے ہجرت کر کے میسور آئے۔ موصوف فارسی وعربی زبانوں کے جید عالم ہونے کے علاوہ علم نجوم وطب کے بھی ماہر تھے۔ عاصی کی تحریر کردہ چند تصنیفات اورنٹیل ریسرچ لائبریری میسور اور سالار جنگ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہیں جن کی ایک فارسی کتاب 'بنام منشات غلام حسین' حضرت سلیم تمنائی صاحب کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ ان کے بعد مولوی محمد صادق صاحب سرقاضی مقرر ہوئے موصوف نے قرآن پاک کی تفسیر قدیم اردو میں لکھی تھی اس کی نقل پروفیسر سید محمود حسین کے ذاتی کتب خانے میں بھی موجود ہے۔ ان کے بعد قاضی سید علی کے خاندان کے چشم وچراغ مولانا سید درویش پیراں قادری صاحب کو سرقاضی مقرر کیا گیا۔ جہاں آپ کا گھر تھا اس گلی کا نام آپ ہی کے نام پر درویش گلی رکھا گیا ہے۔ آپ کے بعد مولانا محمد قسیم انصاری قیم صاحب سرقاضی مقرر ہوئے آپ میسور سے ایک ماہنامہ بنام 'قلم میسور' نکالتے تھے۔ اس کی چند مجلد جلدیں جامعہ میسور کی لائبریری میں موجود ہیں۔ آپ کے بعد سید غوث پیر شاہ قادری سرقاضی مقرر ہوئے۔ موصوف بڑے مکان میسور کے سجادہ وصوفی بزرگ تھے آپ کے بعد سید اسد پیران قادری صاحب سرقاضی مقرر ہوئے۔ آپ نے ایک اچھے شاعر ہونے کے علاوہ اردو پریس بنام اسد پریس قائم کیا تھا۔ اس کے بعد مولوی محمد حیات صاحب سرقاضی مقرر ہوئے۔ عصر حاضر میں مولانا سید قدرت اللہ باقوی صاحب میسور کے سرقاضی مقرر ہوئے۔ آپ ایک اچھے عالم دین ہونے کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں عربی فارسی اور اردو زبانوں پر عبور رکھتے ہیں آپ کی قران مجید پر لکھی کتاب بنام 'فنون القرآن' ایک شاہ کار ہے جس کی علمی ودینی حلقوں میں خوب پذیرائی ہوئی ہے۔ آج کل آپ تفاسیر قرآن مجید پر ایک مبسوط کتاب لکھنے میں مصروف ہیں نیز مولانا محمد عثمان شریف صاحب خطیب عمر خان مسجد کو سرقاضی مقرر کیا گیا ہے آپ کے ذمے عیدین کی نماز کی امامت ہے آپ ایک اچھے عالم ومقرر ہونے کے علاوہ ایک بہترین خوشنویس بھی ہیں۔ میسور میں جس خطے پر دارالعلوم مدرسہ صدیقیہ قائم ہے وہ سرقاضی مولانا سید علی کو دی ہوئی ایک جاگیر کا حصہ ہے۔ جب سے سرکاری کورٹ قائم ہوئے قاضیوں کی ذمہ داریاں گھٹ گئی ہیں لہذا وہ صرف نماز عیدین نکاح وفتاوی اور امامت کی ذمہ داریاں انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

☆
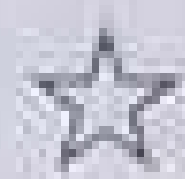
تذکرۂ خاور اور ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی

کراچی والے بھی بڑے بھولے لوگ ہیں' انہوں نے ایک تنظیم ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی کے نام سے بنا رکھی ہے اس کے جنرل سیکریٹری سید محمود خاور کا ایک خط مجھے موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ چونکہ ماہ مئی ٹیپو سلطان کی شہادت کا مہینہ ہے لہٰذا آپ اس مہینے میں جو مضامین اور کالم تحریر کریں ان میں خصوصی طور پر ٹیپو سلطان کی حیات' شخصیت اور کارناموں کا ذکر کریں تاکہ ایک طرف تو اس عظیم بطل حریت اور اولین شہیدِ آزادی کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا جاسکے تو دوسری طرف عوام میں جذبۂ حریت اور شعورِ آزادی کو بھی فروغ حاصل ہو جو وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

میں یہ خط پڑھ کر بہت ہنسا ہوں' ان بھولے بادشاہوں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ نائن الیون کے بعد دہشت گرد کون ہے اور مجاہد یا شہید کون ہے! یہ ابھی تک استعمار کے خلاف جنگ کرنے والوں اور اپنی آزادی کی حفاظت کرنے والوں کو بطلِ حریت اور جانے کن کن خطابوں سے نواز رہے ہیں' یہ بھولے بادشاہ تو مجھے یقین ہے کہ وہ ڈاکٹر قدیر خان کو اپنا ہیرو سمجھتے ہوں گے۔ انہیں اقبال' مولانا حسرت موہانی' مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی خان' جوش ملیح آبادی اور دوسرے زعما اچھے لگتے ہوں گے جو فرنگی کو اس کی بربریت کے دورِ عروج میں للکارتے رہے انہیں ان علمائے حق اور آزادی کے متوالوں پر بھی پیار آتا ہوگا جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں اپنے سروں کی فصلیں تو کٹوا دیں مگر جھکنے پر تیار نہ ہوئے۔ ان بھولے بادشاہوں کو شورش کاشمیری بھی یاد آتا ہوگا جس نے اپنا بھرپور شباب انگریز کے خلاف نعرۂ بغاوت بلند کرنے کے جرم میں اس کی جیلوں میں گزار دیا' انہیں ولابھٹی' جھانسی کی رانی' بھگت سنگھ اور دوسرے نام نہاد حریت پسند بھی اچھے لگتے ہوں گے جنہوں نے انگریز کی نیندیں حرام کیں انہیں مقبول بٹ' شہید' کی یاد بھی آتی ہوگی جسے بھارتی حکومت نے محکوم کشمیریوں کے لیے آواز اٹھانے کے جرم میں پھانسی پر چڑھا دیا تھا۔

ٹیپو سلطان کو اپنے میر صادق کی وجہ سے انگریز کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر کیا جنگِ آزادی کے تسلسل کے حوالے سے ان کی اس Contribution کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ ٹیپو سلطان کے اس جذبۂ آزادی کو آج خود انگریز مورخین بھی خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ آزادی کے لیے قربانیاں دینے والے آئندہ نسلوں کے حوصلوں اور ہمتوں کو مہمیز دیتے ہیں اور مزاحمتی تحریکوں میں ان کے کارناموں سے خون گرم رکھنے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی والوں کے بارے میں تو مجھے شبہ ہے کہ بھارت کی ساٹھ لاکھ فوج کے خلاف مزاحمت کرنے والے دہشت گرد کشمیری بھی انہیں مجاہدین لگتے ہوں گے اور انہیں ان فلسطینیوں پر بھی پیار آتا ہو گا جن کے چھوٹے چھوٹے بچے اتنے دہشت گرد ہیں کہ اسرائیلی ٹینکوں کے سامنے آتا دیکھ کر اس پر روڑے برسانے لگتے ہیں۔ ان بھولے بادشاہوں کو علم ہی نہیں کہ جہاد کون کر رہا ہے اور دہشت گردی پر کون اترا ہوا ہے۔ دہشت گردی کشمیر، فلسطین اور عراق کے مسلمان کر رہے ہیں اور ان کے خلاف جہاد امریکہ کر رہا ہے امریکہ کا ارادہ ایران کے دہشت گردوں سے بھی نبٹنے کا ہے اس کے بعد پاکستان کی باری بھی آسکتی ہے۔ جہاں ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں جو ٹیپو سلطان کو مجاہد اور شہید قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ ٹیپو سلطان ایک جذباتی آدمی تھا وہ زمینی حقیقتوں کو نہیں سمجھتا تھا جبکہ میر جعفر اور میر صادق جنہیں احمق لوگ 'غدار' قرار دیتے ہیں حقیقت پسند انسان تھے' ٹیپو سلطان اللہ جانے کس رو میں کہہ گیا تھا کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے'' یہ اس کی جذباتی رائے تھی ورنہ گیدڑ کسی بھی دور میں اس کی رائے سے متفق نظر نہیں آتے۔ ٹیپو سلطان کی یاد میں قائم تنظیم کے عہدیدار اس قدر سنگ دل ہیں کہ انہیں احساس ہی نہیں کہ ٹیپو نے انصاف پسند انگریز کو کس قدر ذہنی اذیت سے دوچار کیا' ان مظلوموں کی ذہنی کیفیت اور ٹیپو سے نفرت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے کتوں کے نام ٹیپو پر رکھ دیے تھے۔ ایسے انسان کی یادگار قائم کرنا' اسے بطلِ حریت قرار دینا' اس کے یوم شہادت پر تقریبات کا انعقاد کرنا یہ سب کچھ انہی لوگوں کو مبارک ہو' خادم کو اس میں نہ گھسیٹیں' خادم کا خیال ہے کہ جہاد صرف غربت اور جہالت کے خلاف ہوتا ہے یہ سبق اس نے نائن الیون کے بعد پڑھا ہے مسلمانوں پر تلوار سے جہاد اس وقت تک منع رہے گا جب تک واشنگٹن سے اس حوالے سے کوئی فتویٰ نہیں آتا۔ واشنگٹن کے مفتی دینِ اسلام کی واقفیت ہم سے زیادہ رکھتے ہیں چنانچہ روس کے خلاف افغانیوں کی مزاحمت کو انہوں نے بر وقت جہاد قرار دیا تھا حضرت اسامہ بن لادن اس وقت صدی کے سب سے بڑے مجاہد قرار پائے تھے۔ وہ تو کام نکلنے کے بعد واشنگٹن کے مفتیوں نے اپنے فتوے سے رجوع کیا اور واضح رہے کہ اب وہ دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد ہیں۔ کراچی والے بھولے بادشاہوں کو اپنی معلومات اپ ٹو ڈیٹ رکھنی چاہئیں۔

(عطاالحق قاسمی 'روزن دیوار سے' روزنامہ جنگ)

میں شہیدان وطن کی سوچوں میں محو تھی کہ جناب سید محمود خاور کا یاد دہانی کا خط آ گیا۔ مئی کا مہینہ ٹیپو سلطان میسور کے بطل جلیل کی شہادت کا مہینہ ہے اسی حوالے سے سید محمود خاور ہر سال ان کے کارناموں کو یاد کرتے ہیں' لوگوں کو ان کی شخصیت سے متعارف کراتے ہیں اور نوجوان نسل کے دل میں اور ذہن میں وہ

شمع روشن کرنے کی سعی کرتے ہیں جس کی روشنی میں قومیں اپنی راہیں متعین کرتی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج جھوٹ اور دکھاوے کی اس دنیا میں ایسے لوگ غنیمت ہیں جو تاریخ کے ان سچے اور کھرے لوگوں کو ہر سال اس طرح خراجِ عقیدت پیش کر کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ سچائی ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔

(مسرت جبیں ''یہ زندگی'' روزنامہ جنگ)

آستین کے سانپ ہر دور اور ہر عہد میں موجود رہے ہیں۔ ہم اپنوں کے خلاف سازشیں اور غداریوں کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ ٹیپو سلطان' جلال الدین خوارزم' اور سراج الدولہ کی جڑیں آستین کے سانپوں نے ہی کھوکھلی کی تھیں۔ نواب حیدر آباد کا لشکر ایرانی نژاد میر عالم کی قیادت میں سرنگا پٹنم کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا حصہ تھا اس وقت بھی میری عزت محفوظ تھی پھر جب حیدر آبادی فوج سلطان ٹیپو کو شکست دے کر ظفر مند واپس پہنچی اور نظام نے استقبال کے لیے اپنے امراہ کو تین کوس باہر بھیجا اور فاتح میر عالم کی سواری کے لیے اپنا ذاتی ہاتھی عنایت کیا تو میری عزت اس وقت بھی محفوظ تھی پھر جب ٹیپو سلطان کی شکست کا حیدر آباد میں جشن منایا گیا اور ماہ لقا بائی چندا نے انگریز نمائندوں کی موجودگی میں مسحور کن ڈانس پیش کیا تو اس وقت بھی میری عزت محفوظ رہی اور بوجوہ بعد میں حضور نظام میر عالم سے ناراض ہو گئے تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ عزت خراب ہوئی تھی بلکہ یہ تھی کہ ٹیپو کے خزانے کو جب لوٹا گیا تو اس کا مشہور عالم ہار جس میں انڈے جتنے موتی تھے میر عالم نے اپنے پاس رکھ لیا تھا اور حضور نظام کی خدمت میں پیش نہیں کیا تھا۔

(محمد اظہار الحق 'عزت دار')

میر جعفر اور میر صادق کا نام سن کر قائداعظم یونیورسٹی کے لاابالی طالبعلم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ایک نوجوان نے استاد سے کہا کہ سر ہم نے ان دونوں کا نام تو بہت سنا ہے لیکن ان کے بارے میں کچھ زیادہ پتہ نہیں۔ استاد نے ان سب طلبا سے کہا آؤ سامنے والے باغ میں چل کر بیٹھتے ہیں اور میں تمہیں بتاؤں گا کہ میر جعفر اور میر صادق کون تھے؟ طلبا نے قریب کھڑے ایک ریڑھی والے سے چند درجن مالٹے اور کیلے خریدے اور اپنے استاد کے ہمراہ آبپارہ چوک کے قریب اسپورٹس کمپلیکس کے سامنے چھوٹے سے باغ میں بیٹھ گئے۔ استاد نے ٹیپو سلطان سے بات شروع کی اور بتایا کہ میر صادق میسور کے حکمران ٹیپو سلطان کا وزیر اعظم تھا۔ ٹیپو سلطان کو انگریزوں اور ہندو مرہٹوں کی سازشوں کا سامنا تھا۔ ٹیپو سلطان انگریزوں کے لیے ناقابلِ تسخیر بن چکا تھا۔ لہٰذا اسے تسخیر کرنے کے لیے انہوں نے میسور کی حکومت میں غدار تلاش کر لیے۔ ایک دن جب جنگ جاری تھی تو میر صادق نے ٹیپو سلطان کی آدھی سے زیادہ فوج کو تنخواہوں کی وصولی کے لیے محاذ سے واپس بلا لیا اور یوں انگریزوں کو میسور کے قلعے میں داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ اس سے پہلے

کہ میسور کا تخت میر صادق کو ملتا ایک غیرت مند مسلمان سپاہی نے میر صادق کو قتل کر کے اس کی لاش قلعے کے پاس دروازے پر پھینک دی۔ یہ لاش کئی دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ آنے جانے والے میر صادق کی لاش پر تھوکتے اور جوتے مارتے تھے۔ جب لاش سے بہت زیادہ بد بو پھیلنے لگی تو پھر اسے گڑھے میں دبا دیا گیا۔ استاد کی گفتگو جاری تھی۔ ایک طالب علم سے نہ رہا گیا اور اس نے پوچھا ''میر صادق کے ساتھ تو بہت اچھا ہوا لیکن میر جعفر کے ساتھ کیا ہوا؟'' استاد نے اپنے اس بے چین شاگرد کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ صبر کرو سب بتاتا ہوں پھر اس نے میر جعفر کا قصہ شروع کیا۔ یہ قصہ اس نے اسکندر مرزا سے شروع کیا اور کہا کہ اسکندر مرزا پاکستان کا گورنر جنرل تھا اور میر جعفر کی اولاد میں سے تھا۔ اسکندر مرزا کے بیٹے ہمایوں مرزا نے اپنی کتاب ''فرام پلاسی ٹو پاکستان'' میں اپنے پڑدادا میر جعفر کے کردار پر سے خود ہی پردہ اٹھایا ہے اس شخص کا پورا نام ''سید محمد جعفر علی خان'' تھا یہ سید حسین نجفی کا پوتا تھا جو کسی زمانے میں نجف کا گورنر ہوا کرتا تھا۔ اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں ہندوستان آ گیا اور مغلیہ دربار سے وابستہ ہو گیا۔ سید حسین نجفی کا پوتا میر جعفر بنگال کے حکمران علی وردی خان کی فوج کا سربراہ بن گیا۔ علی وردی کے مرنے کے بعد اس کا نوعمر پوتا نواب سراج الدولہ بنگال کا حکمران بنا تو انگریزوں نے اس کو خریدنے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے سراج الدولہ کی فوج کے سربراہ میر جعفر کو خرید لیا۔ 1757ء میں پلاسی میں انگریزوں اور سراج الدولہ کی فوج کے درمیان ایک مشہور جنگ ہوئی۔ سراج الدولہ یہ جنگ جیت ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کا سپہ سالار تو دشمنوں سے ساز باز کر چکا تھا۔ غدار سپہ سالار پیادہ فوج کو لے کر ایک جنگل میں چلا گیا لیکن نواب سراج الدولہ نے فرانسیسی سپاہیوں کی مدد سے انگریز فوج پر خوب گولہ باری کی۔ قریب تھا کہ انگریز پسپائی اختیار کر لیتے کہ بارش شروع ہو گئی اور نواب سراج الدولہ اپنی توپوں کو بارش سے نہ بچا سکا۔ انگریزوں نے حملہ کر دیا اور سراج الدولہ یہ جنگ ہار گیا۔ بعد ازاں میر جعفر کو بنگال کی حکمرانی مل گئی۔ نواب سراج الدولہ کو مرشد آباد میں سر عام قتل کیا گیا۔ کئی سال بعد اسی میر جعفر کے خاندان میں سید اسکندر علی مرزا پیدا ہوا لیکن اس وقت تک یہ خاندان بنگال کی حکمرانی سے محروم ہو کر صرف انگریزوں کے وظیفہ پر زندگی گزار رہا تھا۔ انگریزوں کے وظیفہ خوار اس خاندان کا نوجوان اسکندر مرزا 1918ء میں پہلا ہندوستانی تھا جسے برطانیہ کے سینڈ ہرسٹ ملٹری کالج میں داخلہ ملا۔ اسکندر مرزا نے 1930ء سے 1945ء کے درمیان زیادہ عرصہ شمالی وزیرستان' مغربی وزیرستان' بنوں' نوشہرہ اور پشاور میں گزارا۔ قیام پاکستان کے بعد اسکندر مرزا کو پاکستان کا سیکرٹری دفاع بنا دیا گیا۔ اس دوران مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والے لاکھوں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے کچھ افسروں کو مامور کیا گیا۔ بریگیڈیر ایوب خان مہاجرین کے تحفظ میں ناکام رہا جس پر اس کا کورٹ مارشل کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن میجر جنرل اسکندر مرزا نے اپنے

دوست بریگیڈیر کو بچالیا۔ بعدازاں ایوب خان کو آرمی چیف بھی اسکندر مرزا نے بنایا اور آرمی چیف کی مدد سے وہ 1956ء میں پاکستان کا گورنر جنرل بن گیا لیکن 1958ء میں ایوب خان نے اسکندر مرزا کو فارغ کر کے خود اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ اسکندر مرزا کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اسکندر مرزا 1969ء میں لندن میں بہت کسمپرسی کے عالم میں انتقال کیا۔ مرتے وقت اس کے پاس بہ مشکل چند سو پاؤنڈ تھے۔ تاریخ نے میر جعفر کے ہاتھوں نواب سراج الدولہ کے ساتھ غداری کا بدلہ اسکندر مرزا سے لیا۔ یہ شخص فوج کو سیاست کا راستہ دکھانے والا تھا۔ اس نے قائداعظم کے نظریات کو جھٹلایا اور آج پاکستان میں میر جعفر کی اولاد اسکندر مرزا کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔ تاریخ غداروں کو کبھی معاف نہیں کرتی۔

ہمیں آج کے میر جعفروں اور میر صادقوں سے ہوشیار رہنا ہے۔ میر جعفر ایک شخص نہیں بلکہ ایک مستقل تاریخی کردار ہے جس کے نام بدلتے رہتے ہیں۔ میر جعفر آج بھی زندہ ہے۔ میر جعفر سے ملنا مشکل نہیں۔ کبھی صبح آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے آپ سے سوال کرنا کہ کیا قائداعظم کے راستے پر چل رہے ہو؟ اگر جواب نفی میں ہو تو آئینے میں نظر آنے والے میر جعفر سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔

(حامد میر ’قلم کمان‘ روزنامہ جنگ)

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر حیدر آباد کا نواب حالات کا ادراک کر لیتا تو ٹیپو سلطان کو کسی کھلے میدان میں شکست دینا ممکن نہ تھا۔ اگر ننگِ دین‘ ننگِ ملت‘ ننگِ وطن میر جعفر سراج الدولہ کے ساتھ غداری کا ارتکاب نہ کرتا تو انگریزوں کو بنگال میں قدم جمانے کا موقع کیوں ملتا؟ اور ان سے بڑھ کر فرخ سیر انگریزوں کو اپنی بیٹی کے علاج کی بدولت چنگیوں میں رعایت نہ دیتا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کی کوٹھیاں‘ فورٹ ولیم کالج سے لال قلعے تک نہ پہنچ پاتیں۔ آج برطانیہ اس خام خیالی کا شکار ہے کہ وہ دنیا کی ایک بڑی طاقت ہے۔

(’’تذکرۂ ٹیپو‘‘ ڈاکٹر ممتاز عمر)

انگریز کا اقتدار ہندوستان میں تقریباً دو سو سال رہا۔ ملک سے انگریزی اقتدار کو ختم کرنے کے لئے بنگال میں سراج الدولہ اور جنوب میں شیرِ میسور ٹیپو سلطان نے مقدور بھر کوشش کی۔ انہوں نے انگریزوں کی سازشوں کے خلاف عوامی شعور کو بیدار کیا لیکن غدارانِ ملک نے ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ ’’تاریخ سلطنتِ خداداد‘‘ کے مؤلف محمود خان بنگلوری کو یہ لکھنا پڑا کہ ’’انگریزی فوجیں میسور کے علاقے میں گھس گئیں لیکن ٹیپو سلطان کو خبر نہ ہو سکی۔‘‘ اگر تمام ہندوستانی بلا لحاظ مذہب وملت مل کر مقابلہ کرتے تو انگریز اپنی سیہ کاریوں میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ ہر ریاست کے دربار میں بہت سے امراء انگریزوں سے ملے ہوئے تھے چنانچہ جب ٹیپو سلطان نے آصف جاہ دوم کے پاس دوستی کے لئے اپنے

سفیر بھیجے اور نظام اس کے لئے آمادہ ہوئے تو ان امراء نے جو انگریزوں سے ملے ہوئے تھے پوری کوشش کی کہ یہ دوستی نہ ہونے پائے۔ نتیجتاً نظام نے ٹیپو سلطان سے اتحاد نہیں کیا۔ ٹیپو سلطان کو اپنے وزیر اعظم میر صادق پر بڑا اعتماد تھا جو حیدر آباد کے امراء خصوصاً میر عالم وغیرہ سے ملا ہوا تھا۔ ان لوگوں کی مشترکہ سازشوں سے ہندوستان میں زوال پذیر مسلم اقتدار انگریزوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ٹیپو سلطان جیسے بہادر مجاہد آزادی سرنگا پٹنم میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ہندوستان میں فرقہ ورانہ عدم اتحاد بھی انگریزوں کے اقتدار کے لئے معاون ثابت ہوا۔ سردار پانیکر کے قول کے مطابق ہندوستان کے مارواڑیوں نے انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی سے خوب تعاون کیا اور یہ کوشش کی کہ مغلوں کے مقابلے میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوجائے۔ ہندوستانیوں کے اخلاقی انحطاط کی حد یہ تھی کہ بہادر شاہ ظفر کے سمدھی بھی انگریزوں سے ملے ہوئے تھے اور ان کی سازش کی بدولت مغل شہزادے گرفتار اور قتل ہوئے۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندوستانیوں کی اخلاقی گراوٹ اور باہمی پھوٹ کی بدولت انگریزوں کو ہندوستان کا حکمران بننے میں بڑی مدد ملی۔ سراج الدولہ نے 1757ء میں پلاسی کے مقام پر انگریزوں سے جنگ کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی پھر 1857ء میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کو باہر نکالنے کے لیے جنگ کی اور سارے ملک کے لوگ انگریزوں کے خلاف صف آرا ہوگئے لیکن پنجاب کے جاگیردار اور سکھ' نیپال کے گورکھے' مہاراشٹر کے مرہٹے اور نظامِ حیدر آباد انگریزوں کی سازش کا شکار ہوگئے جس کی بدولت یہ جنگِ آزادی ناکام ہوگئی اور اسے غدر کا نام دیا گیا۔ اس کے باوجود اس جنگ آزادی نے انگریزوں کے چھکے چھڑا دیے اور اگر نظام حیدر آباد اور مرہٹے اور ہندوستان کی بعض طاقتیں انگریزوں کا ساتھ نہ دیتیں تو بہت ممکن تھا کہ انقلابی کامیاب ہوجاتے لیکن ہندوستانیوں کی ناکامی نے انگریزوں کے حوصلے بڑھا دیے اور انہوں نے ہندوستانیوں سے خوفناک انتقام لیا۔

(سید نصیر الدین روزنامہ ''سیاست''۔ حیدر آباد دکن)

قابلِ اعتماد اور صاحبانِ عظمت وہ ہوتے ہیں جو دردمند ہوں' ایثار کا جذبہ رکھتے ہوں اور خدا نے جنہیں حکمت سے بہرہ ور کیا ہو۔ بہت سے لوگ چالاکی کو ایک متاع سمجھتے ہیں۔ تاریخ کا سبق مختلف ہے سب سے بڑی متاع خلوص ہے پھر علم اور توازن۔ کون ہے جس نے دلوں پر راج کیا ہے؟ ٹیپو سلطان اور ابراہم لنکن اور عمر بن عبدالعزیز۔ وہ تینوں قتل کیے گئے۔ ٹیپو کو غداروں نے مروایا' ابراہم لنکن کو جنوب کے ایک وحشی اداکار نے قتل کیا اور عمر بن عبدالعزیز کو امویوں نے زہر دے کر شہید کر دیا۔

اب ہم پلٹ کر دیکھتے ہیں بیسویں صدی کے وسط میں یورپ سوشل سیکوریٹی کے تصور سے آشنا ہوا اور لیڈروں کو اقتدار حاصل کرنے کے لیے عوامی ووٹوں کی ضرورت نے بے چین کر دیا۔ ٹیپو سلطان اس سے

ڈیڑھ صدی قبل سوشل سیکوریٹی کا نظام نافذ کر چکا تھا۔ ہر شخص کو روزگار کے لیے بلا سودی قرضہ دیا جاتا۔ انتظامی افسروں کے بجائے یہ اختیار ضلعی جج کے پاس تھا۔

ٹیپو نے اپنی مسلم اور غیر مسلم رعایا میں کبھی امتیاز نہ برتا۔ وہ ایک ضرب المثل عالی ظرف انسان تھا۔ اکبرِ اعظم کی طرح نہیں جو خود کو دیوتا اور اوتار سمجھتا تھا۔ ایک عظیم منتظم لیکن رواداری اس کی حکمت عملی تھی۔ ایمان اور عقیدہ نہیں جو دردمندی میں گندھ کر انقلابی معراج کو پہنچتی ہے۔ ٹیپو ایک سچا اور کھرا مسلمان تھا۔ کسی سعید فطرت ہندو کو دیکھتا تو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا لیکن عادل اور کشادہ مزاج کو دو سو سے زائد برس گزر چکے۔ سنگِ سیاہ کے اس مزار پر جو محبت کرنے والوں نے تعمیر کیا۔ گیت گائے جاتے ہیں اور چراغ جلتے رہتے ہیں۔ کسی رہنما یا سیاسی جماعت نے برصغیر کی آزادی میں اتنا اہم کردار ادا نہیں کیا جتنا ٹیپو سلطان شہید کی دلگداز یادوں نے خلقِ خدا کے قلوب جس سے ہمیشہ معمور رہے۔ اٹھارویں صدی کے ٹیپو نے بے مثال تاریخ رقم کردی۔ فتح اس کا مقدر نہ تھی کیوں کہ جنگ کا کچھ انحصار پہاڑی علاقوں کی بارشوں پر بھی تھا مگر اس میں دس دن کی تاخیر ہوگئی اور کاویری ندی پایاب رہی وگرنہ ٹیپو سلطان ظفر مند ہوتا۔ اب شہادت تھی یا غلامی کی ذلت اور اب ٹیپو کو حسین ابنِ علیؓ کے نقشِ قدم پر جانا تھا۔

(ہارون الرشید ''ناتمام'' روزنامہ جنگ 22 مئی 2012)

پاکستان ٹیلی ویژن کراچی کے مشہور زمانہ پروڈیوسر' ڈائریکٹر اور ایکٹر جناب قاسم جلالی جو تاریخی ڈراموں کی تیاری اور پیش کش میں عالمی شہرت رکھتے ہیں نے گزشتہ برسوں میں ایک عظیم چیلنج کو قبول کرتے ہوئے برصغیر کے مشہور حکمران ٹیپو سلطان شہید پر کئی سیریل پر مبنی بے مثال ڈرامے پیش کیے جس میں پہلی بار اسکرین پر ایک نئے چہرے طاہر کاظمی کو بطور ٹیپو سلطان متعارف کرایا گیا اور اس نوجوان نے اپنی شاندار پرفارمنس سے اپنا کردار ایسے نبھایا کہ دیکھنے والوں کے دلوں میں ٹیپو سلطان دوبارہ زندہ ہوگیا اور طاہر کاظمی نے راتوں رات ناظرین کے دل موہ لیے۔ طاہر کاظمی نے ایک انٹرویو میں ٹیپو کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بتلایا کہ ''مجھے ماڈلنگ کا بہت شوق تھا اس کے لیے میں نے بہت بھاگ دوڑ کی مگر کامیابی نہ ہوئی' میں ایک دن دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا تو ایک جاننے والے صاحب آئے اور انہوں نے کہا کہ قاسم جلالی صاحب اور خان آصف ٹیپو سلطان کے لیے آڈیشن لے رہے ہیں تم بھی جاؤ ہوسکتا ہے کہ کوئی رول مل جائے۔ پہلے تو میں نے انکار کیا پھر میں دوستوں کے اصرار پر آڈیشن کے لیے چلا گیا میں بغیر کسی سفارش کے جلالی صاحب کے کمرے میں گیا تو اس وقت جلالی صاحب کے پاس خان آصف' مشی خان' رضوان واسطی' طاہرہ واسطی اور دیگر لوگ موجود تھے۔ میں نے جلالی صاحب کو بتایا کہ میں آڈیشن کے لیے آیا ہوں۔ جلالی صاحب نے تھوڑی دیر میرے چہرے کی طرف دیکھا پھر مجھ سے کہا

کہ تم ٹیپو سلطان کا کردار ادا کرو۔ اس کے لیے انہوں نے بتایا کہ میری شکل ٹیپو سلطان سے ملتی ہے۔ یہ سن کر میں بہت گھبرایا کیونکہ جن لوگوں کو میں ٹی وی پر دیکھتا تھا وہ میرے سامنے بیٹھے تھے' بہر حال میک اپ ہوا اور ٹیپو سلطان کا میک اپ کرنے کے بعد مجھے اسکرپٹ دیا گیا جو میں نے تھوڑی دیر یاد کر کے بول دیا۔ جلالی صاحب نے مجھے سمجھایا کہ ایسے نہیں ایسے بولو' کبھی آہستہ کبھی اونچی آواز میں اور کبھی چیخ چیخ کر بولنے کے لیے کہا۔ ٹیپو سلطان میرا آئیڈیل ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنے کردار سے انصاف کیا۔

(مشہور ٹی وی اداکار طاہر کاظمی)

ٹیپو سلطان نے عزتِ نفس کے جذبے ہی سے مغلوب ہو کر اپنی رعایا سے کہا تھا کہ وہ انگریزوں کی غلامی اور عملداری کو یکسر رد کر دیں اور انگریزوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو جائیں۔ میسور کا یہ شیر انگریزوں کے خلاف سینہ سپر ہو گیا۔ انگریزوں نے ٹیپو کو ہر طرح کی ترغیبات اور لالچ دی لیکن ٹیپو سلطان آہنی اعصاب کا مالک تھا۔ اس نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی ہراول دستے کی قیادت کی "He Led from the front" دورانِ جنگ اس کا قول تھا کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔''

(لیفٹننٹ کرنل سفیر احمد صدیقی روزنامہ جنگ مڈ ویک اسپیشل)

نذرِ ٹیپو سلطانؒ

غالب عرفان

خاکِ میسور کا خوددار وہ ٹیپو سلطانؒ
جنگِ آزادی کی تلوار وہ ٹیپو سلطانؒ
حریت کا سپہ سالار وہ ٹیپو سلطانؒ
سر بکف حق کا طلبگار وہ ٹیپو سلطانؒ

اپنے بچپن سے دلیری کا سبق پڑھتے ہوئے
تیغ بردار سدا بہ مثلِ ہوا بڑھتے ہوئے
عزمِ پائندہ لئے کوہِ گراں چڑھتے ہوئے
جذبۂ عشق سے سرشار وہ ٹیپو سلطانؒ

عمر گرچہ تھی ابھی اُس کی فقط پندرہ سال
ساتھ والد کے دکھائی دیا وہ بن کر ڈھال
جنگ پھر جنگ ہے، اس کا کوئی لکھے کیا حال
جسم و جاں لے کے تھا تیار وہ ٹیپو سلطانؒ

میر صادق کی وہ غداری، وہ میسور کا غم
اور پھر خونِ شہیداں سے رنگا حرفِ رقم
حق کی للکار کی تاریخ سرنگا پٹنم
سرتاپا برسر پیکار وہ ٹیپو سلطانؒ

گھن گرج شیر کی کانوں میں سنایا وہ شخص
اک سبق بن کے ہمیں یاد پھر آیا وہ شخص
آج کے حال پہ ہم سب کو رُلایا وہ شخص
باندھے عرفانؔ کی دستار وہ ٹیپو سلطانؒ
سر بکف حق کا طلب گار وہ ٹیپو سلطانؒ

وہ شیرِ وطن

عبدالعزیز خالدؔ

اے سرنگا پٹم! اے غالیہ بو! غالیہ شم
ہند کے بتکدے میں اے حرم گاہِ صنم
نام آتا ہے ترا گر دمِ تحریر کبھی
روشنائی کی جگہ خوں میں ڈبوتا ہوں قلم
چشمِ تاریخ جسے سن کے ہے پُر نم اب تک
ہے وہ افسانۂ خونی ترے سینے پہ رقم
تو ہے نظارگہِ اس رزمِ حق و باطل کا
عشقِ صادق کا کھلا جس سے زمانہ پہ بھرم
روشنی لیتے ہیں شب تاب ستارے جن سے
تیری آغوش میں مدفون ہیں وہ نقشِ قدم
تذکرے تیری بہاروں کے ہیں گلشن گلشن
داستاں تیرے نگاروں کی ہے عالم عالم
تیرے کوچے ہیں کہ اوراقِ مصور گویا
یادِ ماضی کا مرقع ہے کہ پیمانۂ جم
اہلِ دل تیرے خرابوں کا کریں کیوں نہ طواف
کسی تیرتھ کسی مقدس سے تو ہرگز نہیں کم
آسماں سے ہے زمیں تیری شرف میں بڑھ کر
کیوں نہ ہو، ہے یہ زیارت گہِ اربابِ ہمم
ہے ترا گنجِ شہیداں سروسامانِ بقا
ہے تری خاک پریشاں گل و گل زارِ ارم
کیوں پکاریں نہ شہادت گہِ الفت تجھ کو؟
کس سے پوشیدہ ہے محسن کشئ تیغِ ستم
تیرے پہلو میں ہے خوابیدہ وہ میسور کا شیر
یعنی وہ شیرِ وطن، شیرِ نیستانِ عجم
وہ ابوالفتح کہ دی جس کو سیاست نے شکست
مکر سے کلبِ معلم نے پچھاڑا ضیغم
ہم سمجھتے ہیں ولی جس کو وہ سلطان شہید

کہ وہ زنار و صلیب اس سے ہیں اب تک برہم
اس مجاہد کی حسینؓ ابنِ علیؓ کی مانند
ماں بھی فاطمہؓ ہم نامی ہے کتنی یہ اہم
لاشہ دیتا ہے صدا مرثیہ خواں کوئی نہیں
دیکھ اے دل یہ غریب الوطنی کا عالم!
ماتمِ مرگِ محبت ، تنِ ریزہ ریزہ
کفنِ حرفِ وفا ، سرخ لہو کا پرچم
آسماں اس کے جنازے پہ چڑھائے آنسو
اور آ آ کے عناصر ہوں شریکِ ماتم
کون یہ ننگ وطن قلعے کے دروازے کے پاس
مشعلیں گل کیے چھپ چھپ کے اٹھاتا ہے قدم
صادق و عالم و قاسم و علی و پورنیا
ان پہ پھٹکار پڑے ہر دو جہاں کی ہر دم
موت بہتر ہے کہیں زندگیِ ذلت سے
یہ صد سالہ عیش است دمِ شیرِ اجم!
قومِ کفار پہ کس منہ سے میں افسوس کروں؟
لاالہٰ میں سرفہرست ہیں احبابِ حرم
انما الناس احادیث، ہو گر پیشِ نظر
ہوسِ دام و درم سے بچے ابنِ آدم
قول فیصل ہے کہ اک ساعتِ آزادی سے
ابدِ عمر غلامی بھی جو تولو تو ہے کم
مردِ حر ایسا زمانے میں نہ پھر آئے گا
جس کے قدموں پہ بچھے جھک کے بساطِ طارم
رائیگاں جائے نہ زنہار شہیدوں کا لہو
بنے رس رس کے رگِ زندگی قوم کا نم
اپنے "اظہار" پہ لگواتے ہیں مہرِ تصدیق
قطرۂ خونِ شہیداں سے براہینِ حکم
ہے یہ فیضان اسی کا ، ہے اسی کا صدقہ
آج دنیا میں جو آزاد و سرافراز ہیں ہم
اس دلِ زندہ کو غم امتِ مرحوم کا ہے
یارب اس پر بھی ہوگا ہے نگہِ مہر و کرم!
اے سرنگا پٹم اس شہ کو سلامِ خالد
جس کے کردار کو سجدہ کرے تاریخِ امم

نذرِ ٹیپو سلطان

گلنار آفریں

اے مردِ مجاہد سن
کچھ حرف محبت کے
کچھ لفظ عقیدت کے
جو قرض تھے مدت سے
آئی ہوں ادا کرنے
کہتے ہیں تجھے ٹیپو
بکھری ہے تری خوشبو
چرچا ہے ترا ہر سُو
تاریخ ہے میں ہے زندہ
ہر باب میں پائندہ
ظلمت کی فضاؤں میں
تُو بن کے کرن آیا
وہ لوگ جو ظالم تھے
غدار تھے غاصب تھے
سفاک لٹیروں سے
چالوں سے نہ ڈھالوں سے
تیغوں سے نہ بھالوں سے
کفار کے لشکر سے
کب خوف تجھے آیا
اوہام کی دنیا میں
تُو بن کے یقیں آیا
تابندہ جبیں آیا
اک قوتِ ایمانی
تھی ساتھ ترے پیہم
اسلام کی عظمت کو
جاں دے کے بچانے کا
اک عزم تھا سینے میں

میسور کی جرأت کو
تاریخ بنانا تھا
اے مردِ مجاہد سن
بکھری ہے تری خوشبو
چرچا ہے ترا ہر سُو
کہتے ہیں تجھے ٹیپو
تُو حق و صداقت کا
تابندہ ستارا تھا
پیکر تھا شجاعت کا
تھا شوق شہادت کا
تو عشق سراپا تھا
یکتا تھا یگانہ تھا
ظالم تری نظروں ہے
کوئی بھی نہ بچ پایا
ہر دشمنِ دیں ترے
تیروں کا نشانہ تھا
تا حشر تُو زندہ ہے
اے فخرِ زماں ٹیپو
بکھری ہے تری خوشبو
چرچا ہے ترا ہر سُو
کہتے ہیں تجھے ٹیپو
اے مردِ مجاہد سن
یہ میری تمنا ہے
آزادی کی جنگوں میں
میں ساتھ ترے ہوتی
اور تری وفاؤں کا
کچھ تجھ کو صلہ دیتی
زخموں کو ترے اپنے
آنچل میں چھپا لیتی
کہتے ہیں تجھے ٹیپو
بکھری ہے تری خوشبو
چرچا ہے ترا ہر سُو
اے مردِ مجاہد سن

☆

نوائے غم

سید شاہ اسد پیران قادری

یہ وہی سلطان ہے جس سے ہراساں تھے عدو
دیکھتے ہی شیر کو جوں چوکڑی بھرلے ہرن
یہ وہی مردِ مجاہد ہے خدا بخشے اسے
تھا جو ملّت کے لیے باندھے ہوئے سر سے کفن
حریت کا ہند کی پہلا علم بردار تھا
تھا وہی اک فی الحقیقت قائدِ حُبّ الوطن
وہ شہیدوں کی صفِ اوّل میں داخل ہوگیا
دائمی عزت کا بخشا حق نے اس کو پیرہن
راہِ حق میں جان دے کر اس نے ثابت کردیا
تاجِ ذلّت ہے بُرا، اچھا ہے عزّت کا کفن

☆
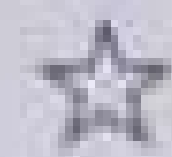
نذرِ ٹیپو سلطان

امیر احمد خسروؔ

کیا چیز ہے حریت، دکھایا شہید نے
آزاد بن کے جینا سکھایا شہید نے
پابندِ دین، حاکمِ دوراں، شجیع بھی تھا
ہر اک عمل کو خوب نبھایا شہید نے
لرزاں فرنگ ہیں آج بھی ٹیپو کے نام سے
کیسا دلوں میں خوف بٹھایا شہید نے
برسوں کی زیست کیا ہے جیو شیر کی طرح
جینے کا ہم کو ڈھنگ سکھایا شہید نے
خسروؔ تھا عزم اس کا، وطن چھوڑ دیں فرنگ
مرنا وطن پہ ہم کو سکھایا شہید نے

☆
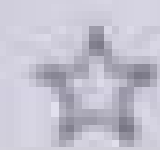
شہیدِ حریت

سیماب اکبر آبادی

پوچھ ! اے میسور اپنے ماضیٔ ضوناک سے
برہنہ شمشیر اک چمکی تھی تیری خاک سے

جس کی تابش نے بھری محفل کو خیرہ کردیا
ظلم سے چمکا ہوا ماحول تیرہ کردیا

اے سری رنگا پٹنم اے عہدِ کمال حیدری
ہے امانت تجھ میں تصویرِ جلالِ حیدری

وہ شہیدِ ذوقِ آزادی ' وہ غازی ' وہ جواں
جو بدلنا چاہتا تھا نقشۂ ہندوستاں

جس کی نظروں میں وطن کا حال و مستقبل تھا
جو دکن کی گود میں ایک آتشِ سیّال تھا

ہند میں جو چاہتا تھا ہندیوں کی برتری
خود شناسی اور خود داری تھی جس کی خود سری

ہند کی قسمت ہی میں رسوائی کا سامان تھا
ورنہ تو ہی عہدِ آزادی کا اک عنوان تھا

مصر سے تا روم پہنچی تیری آوازِ بلند
گونج اس کی آج بھی باقی ہے بہ اندازِ چند

اپنے ہاتھوں خود تجھے اہلِ وطن نے کھودیا
آہ کیسا باغبانِ شامِ چمن نے کھودیا
آہنی پیکر ترا اب ہاتھ آسکتا نہیں
لے کے مشعل بھی کوئی ڈھونڈے تو پاسکتا نہیں

اے شہید اے مردِ میدانِ وفا تجھ پر سلام
تجھ پر لاکھوں رحمتیں لا انتہا تجھ پر سلام

☆
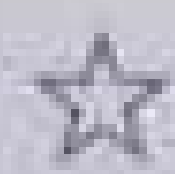
شیرِ ہندوستان

حافظ محمود خان شیرانی

دیارِ ہند میں جب سیر کے لیے آنا
تو اپنے پہلو میں تم اک دلِ حزیں لانا

عجائبات میں یاں کے نہ دل کو اُلجھانا
دکن میں جا کے سرنگا پٹم چلے جانا

کہ جس کی خاک میں سوتا ہے شیرِ ہندوستاں
زمانہ بھول گیا ہے جس کے سب احساں

زمینِ ہند سے اٹھا نہ کوئی فرزانہ
رہا یہ ملک ہمیشہ مطیعِ بیگانہ

نصیبِ ہند تھا ' اقبال ' تھا ' مقدر تھا
نہ ہوکیوں ایسا کہ آخر تو ابنِ حیدر تھا

وہ تازہ غنچے جو مرجھا گئے بغیر کھلے
اسی طرح سے گیا ٹیپوؔ وقت سے پہلے

ٹیپو سلطان

ماہرالقادری

آخری ہچکی نے دی اللہ اکبر کی صدا
نزع کے لمحات میں بھی تو نے کی باطل سے جنگ

تو نے کی تجدید پیمان شہیدِ کربلا
تو نے بتلایا حفاظت جان کی ہے عذرِ لنگ

تیغ کی جھنکار پر کرتی تھی تیری روح وجد
تیرے گوش وقلب تھے نا آشنائے عود و چنگ

وہ تو یہ کہیے کہ اپنے ہی پرائے ہو گئے
مٹ گیا تھا ورنہ سطحِ ہند سے نقشِ فرنگ

☆

غازیٔ ہندوستان

عزت بخشی الہ آبادی

دکن کی وادیوں میں ہے ترا قائم وقار اب بھی
تری ہستی پہ نازاں ہے فضائے روزگار اب بھی

تری موت اک سراپا عاشقانہ موت تھی گویا
جواں مردی تری ہے نقشِ لوحِ روزگار اب بھی

تری موت اہلِ عالم کی نگاہوں میں شہادت تھی
فرشتے ہیں فلک پر تیرے غم میں اشکبار اب بھی

تری خاکِ لحد کا ذرّہ ذرّہ حسرت افشاں ہے
مرقّع عبرتوں کا ہے ترا' لوحِ مزار اب بھی

☆
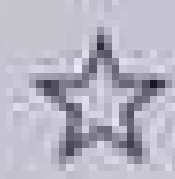
قطعہ

فاخر ہریانوی

ابھی تک آ رہی ہے یہ صدا تربت کے سینے سے
اگر ذلت کا جینا ہو تو موت اچھی ہے جینے سے
شناور ڈوب کر دنیا میں آخر پار جاتے ہیں
وہ بازی جیت لیتے ہیں جو بازی ہار جاتے ہیں

☆

تاجدارِ دکن

عالی علی نگری

بطلِ حریت' شجاعت کے دھنی ' سلطان شہید
درسِ آزادی تھی دنیا کو تری ذاتِ سعید

تیری رگ رگ میں تھے پنہاں وہ شرارِ زندگی
بخش دی جس نے فضائے ہند کو تابندگی

صبحِ آزادی کا خورشیدِ جہاں آراء تھا تو
تھے منوّر برقِ آزادی کی رو سے کاخ و کو

تیرے دم سے ہند کا ظلمت کدہ روشن ہوا
ذرّہ ذرّہ نورِ آزادی سے ضوفگن ہوا

اے وطن، اے ارضِ ہند، اے رشکِ فردوسِ بریں
آج تک ہے خونِ سلطاں سے تری رنگیں جبیں

ہے ہر اک ذرّہ میں مضمر خونِ سلطانِ شہید
اور دیتا ہے یہی آٹھوں پہر ہم کو نوید

رنگ لائے گا کسی دن خونِ سلطانِ شہید
اور مل جائے گی آزادی کی گم کردہ کلید

☆

ٹیپو سلطان شہید

اقبال حیدر

آزادی کا اجالا غلامی کی رات میں
وہ صبح کا امین تھا شامِ حیات میں

وہ رہ نوردِ شوق تھا، وہ شہسوارِ عزم
سلطان تھا مگر وہ سپاہی تھا ساتھ میں

تکبیر لب پہ ہاتھوں میں تیغ و سپر لیے
اک لشکرِ جری تھا وہ خود اپنی ذات میں

چیتے کی آنکھ اس کا کلیجہ تھا شیر کا
فولاد کا جگر بھی تھا اس کی صفات میں

تاریخ ہے گواہ کہ زندہ ہے وہ شہید
ٹیپو ہے جس کا نام رمِ کائنات میں

اک چاند تھا جو نرغے میں آیا صلیب کے
کعبہ ہو جیسے حلقۂ لات و منات میں

وہ مرد حق شناس تھا کھویا نہ جا سکا
افرنگ کے صنم کدۂ کائنات میں

جو اس کا دین تھا اسے اس پر یقین تھا
اس کو نہیں تھا خوف کہ دشمن ہے گھات میں

کہتا تھا گیدڑوں کی طرح سو برس نہیں
اک دن کو شیر بن کے جیو کائنات میں

پھر وارثِ میسور نے تلوار کھینچ لی
پھر غزنوی کا گرز اٹھا سومنات میں

ناموسِ تخت و تاج کا سودا نہیں کیا
وہ حریت پناہ تھا شہرِ ثبات میں

اقبال اس کے عشق کا یہ فیض تھا کہ وہ
بے خوف بے خطر تھا جہادِ حیات میں

لغزش نہ آئی شیر کے پائے ثبات کو
مرنے کے بعد بھی رہی تلوار ہاتھ میں

سوداگروں میں آج ہے پھر جنگِ زرگری
پھر سحرِ سامری ہے طلسمِ حیات میں

گردِ صلیب گردِ قمر حلقہ زن ہے پھر
پھر مغربی غرور ہے مشرق کی گھات میں

لیکن ہے جن کی خاک میں آزادی کا شرر
ٹیپو کی روح ان کو جگاتی ہے رات میں

اور کہتی ہے شعلہ بجاں عشق کا شعور
بجھنے نہ دیجیے کبھی فانوسِ ذات میں

وہ عشق جس کو عشقِ حبیبِ خداؐ کہیں
جو معتبر ہے زادِ سفر شش جہات میں

اس عشق نے ہی ٹیپو کو بخشا تھا حوصلہ
بے خوف و بے خطر تھا وہ رزمِ حیات میں

اے کاش خوں بہا تھا جو ٹیپو شہید کا
ہم آج اس کی لاج رکھیں کائنات میں

پھر ایشیا کو ضرورت ہے اک ٹیپو کی

قمر اجنالوی

سلام تجھ کو شہیدِ وطن کہ نام ترا
مثالِ مہر جہاں میں ہوا ہے تابندہ
ہے محوِ خواب سر نگا پٹم کی تر بت میں
دلوں کے شہر میں لیکن رہے گا تُو زندہ

جیا تھا شیر کی صورت اگر چہ چند ہی سال
مگر وہ سال تھے بھاری ہزار صدیوں پر
چلے گا لے کے ترا نام کاروانِ حیات
اڑے گا راہِ جنوں کا غبار صدیوں پر

ترے لہو نے دلوں کو وہ آگ بخشی تھی
دیا تھا موت کا جس نے چلن جوانوں کو
جھپٹ پڑے وہ فرنگی کے قصر و ایواں پر
سکھایا تُو نے جہاد وطن جوانوں کو

ملا ہے تیری شہادت سے اک سبق ہم کو
لہو سے ہوتی ہے سیراب کشتِ آزادی
بنائے غنچہ و گل ہے لہو شہیدوں کا
لہو کا رنگ ہے رنگِ بہشتِ آزادی

منائے جشن تری موت پر حریفوں نے
گزر گئی تھی قیامت وطن پرستوں پر
لگا کے خون کی مہریں وطن کے محضر پر
فرنگیوں نے ستم ڈھائے زیر دستوں پر

رکا نہ ان سے مگر کاروانِ آزادی!
جواں وطن کے پھریرے بلند کرتے رہے
لگا تھا موت کا میلہ، چلی تھی عشق کی بات
شہید گولیاں سینوں پہ کھا کے مرتے رہے

نہ جانے کتنے ستارے لہو میں ڈوب گئے
شکستِ شب سے ہوئی اک نئی سحر پیدا
افق پہ پھیل گیا نور سا اجالوں کا
وطن کی خاکِ ہنر سے ہوئے گہر پیدا

ابھی جہاں پہ ہے طاری مگر طلسمِ فرنگ
لگی ہوئی ہیں مرے ایشیا پہ تعزیریں
ملی ہے میرے وطن کو اگرچہ آزادی
چھنک رہی ہیں مرے ارد گرد زنجیریں

شکاریوں نے زمیں رنگ دام پھیلا کر
مرے چمن کے جواں طائروں کو پھانس لیا
دکھا کے مقبرے تہذیب عصر حاضر کے
یقیں کو لوٹ لیا، زائروں کو پھانس لیا

نکل رہے ہیں فرنگی حصارِ مغرب سے
کہ ایشیا کی بہاروں پہ آگ برسائیں
عرب کے تیل کے چشموں کو لوٹ لیں بڑھ کر
عجم کے کھلتے چناروں پہ آگ برسائیں

مرے خیال میں صورت ہے ایک ٹیپو کی
پھر ایشیا کو ضرورت ہے ایک ٹیپو کی

اوّلین شہیدِ آزادی

سیّد محمود خاور

ٹیپو سلطان برِصغیر کا وہ اوّلین مجاہدِ آزادی اور شہیدِ آزادی ہے جس نے آزادی کی پہلی شمع جلائی اور حریتِ فکر آزادیٔ وطن اور دینِ اسلام کی فوقیت وفضیلت کیلئے اپنی جان نچھاور کردی تھی۔ ٹیپو سلطان نے حق و باطل کے درمیان واضح فرق وامتیاز قائم کیا اور پرچمِ آزادی کو ہمیشہ کے لئے بلند کیا تھا۔

2014ء ٹیپو سلطان کی دوسو پندرہ سالہ شہادت کا سال ہے۔ 4 مئی 1799ء کو میدانِ جنگ میں جب اسے اپنے ساتھیوں کی غداری کا علم ہوا تو اس نے باآواز بلند ان سے مخاطب ہوکر کہا تھا کہ "تم لوگ بہت جلد غلام بن کر رہو گے۔ چاول کے ایک ایک دانے اور پیاز کی ایک ایک گٹھی کو ترسو گے" ٹیپو سلطان کی یہ پیش گوئی ٹھیک دوسو سال بعد پوری ہوئی اور آج برصغیر کے عوام کے لیے چاول اور پیاز کا حصول بھی دشوار ترین مرحلہ بن گیا ہے۔ انگریز قوم جو روایتی سازشی ذہنیت کی حامل ہے ہندوستان میں تاجر بن کر آئی لیکن حکمران بن کر ہندوستان، اسلام اور مسلمان حکومتوں کو ختم کرنے کا عزم رکھتی تھی اور ان کے عزائم کے تکمیل میں ٹیپو سلطان ہی وہ واحد شخص تھا جو سدِ سکندری بنا رہا۔ وہ دُور اندیش اور ذی فہم تھا ٹیپو نے اندازہ کرلیا تھا کہ اگر قبضہ گیر اور غاصب مزاج انگریزوں کو منہ توڑ جواب دے کر بروقت لگام نہ دی گئی تو وہ نہ صرف ملک چھین لیں گے بلکہ مسلمانوں کو بھی تباہ و برباد کر کے صلیبی جنگوں میں اپنی شرمناک شکست کا بدلہ بھی لیں گے۔

دنیا کے نقشے میں ہندوستان ایک چھوٹا سا ملک ہے اور ہندوستان میں ریاستِ میسور ایک نقطے کے مساوی ہے اور اس نقطے برابر ریاست میں سولہ سال کی حکمرانی یا بادشاہت اس وسیع وعریض لامتناہی کائنات میں کوئی حیثیت واہمیت نہیں رکھتی مگر اسی چھوٹی اور کم عمر ریاست کے حکمران ٹیپو سلطان نے اپنے جذبۂ حریت سے ایسی تاریخ رقم کی جو تاقیامت سنہری حروف کی طرح تابندہ و پائندہ رہے گی۔ ٹیپو کا یہ مختصر دورِ حکومت جنگ وجدل انتظام وانصرام اور متعدد اصلاحی وتعمیری امور کی نذر ہوگیا لیکن اس کے باوجود جو وقت اور

مہلت اسے ملی اس سے ٹیپو نے خوب استفادہ کیا۔ تہذیب و ثقافت، علم و ادب، ملکی مصنوعات، زراعت، تجارت اور فوجی شعبوں کو حیرت انگیز فروغ دیا اور مختلف ایجادات کیں۔ شراب، جوئے، بدکاری اور دیگر اخلاقی و سماجی برائیوں کا خاتمہ کیا۔ غیر مسلموں کی عریانی و فحاشی کی روایات اور غیر انسانی رسومات پر ٹیپو نے پابندی لگادی تھی۔ اس نے چاول، ناریل، صندل اور ریشم کی صنعت و زراعت کو جدید خطوط پر آراستہ کر کے ان کی تجارت کو بیرونِ ملک تک پہنچا دیا۔ ٹیپو سلطان کی زندگی کو دیکھتے ہوئے اسے با آسانی اورنگزیب عالمگیر کا دوسرا روپ یا جنم قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس نے ساری عمر شریعت و سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی میں گزاری تھی۔

ٹیپو سلطان نومبر 1750ء میں بنگلور کے قریب ایک قصبہ دیون ہلّی میں پیدا ہوا اور پیدائش کے ساتھ ہی اپنے والدین کے لئے خوش قسمت ثابت ہوا۔ ٹیپو سلطان کا نام جنوبی ہند کے ایک مشہور بزرگ حضرت ٹیپو مستان کے نام پر رکھا گیا تھا۔ ٹیپو سلطان کے آباؤ اجداد کا تعلق مکہ معظمہ کے ایک معزز قبیلے قریش سے تھا جو کہ سلطان ٹیپو کی پیدائش سے اندازاً ایک صدی قبل ہجرت کر کے ہندوستان میں براہ پنجاب، دہلی اور آخر میں جنوبی ہند میں گلبرگہ آکر آباد ہوگیا تھا۔ ایک قیاس یہ کیا جاتا ہے کہ ٹیپو سلطان شیعہ المسلک تھا۔ اس خیال کو تقویت اسکے والدین کے ناموں کے علاوہ خود اسکی پنجتنِ پاک سے بے پناہ عقیدت اور شیرِ خدا حضرت علی کی مناسبت سے شیر کو پسند کرنا تھا لیکن یہ خیال غلط ہے۔ وہ عقیدے اور مسلک سے سنی العقیدہ تھا اور اہلِ قریش بھی اسی عقیدے کے حامل تھے۔ گزشتہ چند برسوں میں نام نہاد مورخین کے ایک مخصوص گروہ نے ٹیپو کے آباؤ اجداد کا تعلق پنجاب سے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ تاریخی طور پر غلط اور غیر مستند ہے۔

ٹیپو سلطان کے والد نواب حیدر علی بے پناہ محیر العقول خداداد صلاحیتوں کے حامل شخص تھے جو ذاتی لیاقت، بے مثال جوانمردی اور ماہرانہ حکمتِ عملی کے سبب ایک ادنیٰ افسر "نائیک" سے ترقی کرتے ہوئے ڈنڈیگل کے گورنر بنے اور بعد ازاں میسور کی سلطنت کے سلطان بن کر متعدد جنگی معرکوں کے بعد خود مختار بنے اور یوں 1762ء میں باقاعدہ "سلطنت خداداد میسور" (موجودہ کرناٹک) قائم کی۔ بیس سال تک بے مثال حکمرانی کے بعد نواب حیدر علی 1782ء میں انتقال کر گئے اور یوں حیدر علی کے ہونہار جواں سال اور باہمت فرزند ٹیپو سلطان نے 1783ء میں ریاست کا نظم و نسق سنبھالا تھا۔

ٹیپو سلطان کو ورثے میں جنگیں، سازشیں، مسائل، داخلی دباؤ اور انگریزوں کا بے جا جبر و سلوک ملا تھا جسے اس

نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور اعلیٰ حوصلے سے قلیل عرصے میں نمٹالیا۔ اس نے امورِ سیاست و ریاست میں مختلف النوع تعمیری اور مثبت اصلاحات نافذ کیں۔ صنعتی، تعمیراتی، معاشرتی، زراعتی، سماجی اور سیاسی شعبہ جات میں اپنی ریاست کو خود کفیل بنادیا۔ فوجی انتظام اور استحکام پر اس نے بھرپور توجہ دی تھی۔ انھیں منظم کیا، نئے فوجی قوانین اور ضابطے رائج کئے، اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کئے جن میں جدید ترین ٹکنالوجی کے تحت اسلحہ اور پہلی بار راکٹ بھی تیار کئے گئے۔ ٹیپو سلطان کو وقت اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور عصری تقاضوں کا بخوبی احساس تھا اسی سبب اس نے بحریہ کے قیام اور اس کے فروغ پر زور دیا۔ نئے بحری اڈے قائم کئے، بحری چوکیاں بنائیں، بحری جہازوں کی تیاری کے مراکز قائم کئے، فرانسیسیوں کی مدد سے اپنی فوج کو جدید خطوط و آہنگ پر منظم کیا۔ سمندری راستے سے تجارت کو فروغ بھی اسی کے عہد میں ہوا۔ ٹیپو سلطان جانتا تھا کہ بیرونی دنیا سے رابطہ ازبس ضروری ہے اسی لئے اس نے فرانس کے نپولین بوناپارٹ کے علاوہ عرب ممالک، مسقط، افغانستان، ایران اور ترکی وغیرہ سے رابطہ قائم کیا۔ نپولین بوناپارٹ خود بھی ٹیپو سلطان کی حمایت و مدد کرنا چاہتا تھا کیونکہ انگریزوں سے اس کی دشمنی تھی۔ نپولین نے ٹیپو کی مدد کے لئے بحری بیڑہ روانہ بھی کیا تھا لیکن بوجوہ اس کی آمد میں تاخیر ہوگئی۔

ٹیپو نے امن وامان کی برقراری، قانون کی بالادستی اور احترام کا نظام نہ صرف روشناس کرایا بلکہ سختی سے اس پر عملدرآمد بھی کرایا جس سے رعایا کو چین وسکون اور ریاست کے استحکام میں مدد ملی۔ ٹیپو کی رعایا اس سے بے حد خوش و مطمئن اور نہایت خوشحال تھی۔ بلا امتیازِ مذہب وملت عوام اس پر جان چھڑکتے تھے اور اسی وجہ سے ٹیپو کی فوج ایسے جانثاروں اور سرفروشوں میں مشتمل تھی جس نے ایثار وقربانی اور شجاعت کی ہر قدم پر بے مثال تاریخ رقم کی ہے۔

ٹیپو سلطان کا یہ قول کہ " گیڈر کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے " غیرت مند اور حمیت پسندوں کے لئے قیامت تک مشعل راہ بنا رہے گا۔ ٹیپو نے اپنے عزم وحوصلے اور شجاعت سے یہ ثابت کردیا کہ جنگیں افرادی قوت وطاقت اور رقبے وحجم کے بل بوتے پر نہیں بلکہ فطری جذبے، ہمت اور حوصلے سے لڑی جاتی ہیں۔ ٹیپو انگریزوں کے لئے برصغیر میں لوہے کا چنا اور سدِ سکندری تھا۔ اس کی مزاحمت انگریزوں کے مقاصد اور منصوبوں میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی اسی وجہ سے وہ کلّی طور پر ٹیپو کا خاتمہ کرنے کے درپے تھا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے انھوں نے طرح طرح کے ہتھکنڈوں، سیاسی چالوں، دھونس دھمکی اور ہر قسم کی فوجی کارروائیوں کے علاوہ مکارانہ حکمتِ عملی سے کام لیا اور ٹیپو سلطان کے قریبی ساتھیوں کو

خرید لیا۔ غداروں اور وطن فروشوں کی سرپرستی کی، بغاوت اور دھوکا دہی کے عوامل کو فروغ دیا۔ انگریزوں نے اس ادراک کے بعد کہ وہ میدانِ جنگ میں ٹیپو کو کبھی شکست نہیں دے سکتے ٹیپو کی صفوں میں رخنے ڈالے اور اسی کے گھر کے چراغ سے اسی کے گھر کو آگ لگوادی۔ ایک تاریخی غلط فہمی کی درستگی یہاں ضروری ہے۔ ایک عام کہاوت ہے کہ نظام الملک آف حیدر آباد دکن نے انگریزوں کا ساتھ دے کر ٹیپو کے ساتھ غداری کی تھی لیکن اس معاملے کو زمانے کے تقاضوں اور اس وقت کے سیاسی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو نظامِ دکن ایسا کرنے پر مجبور تھے کیونکہ خود ان کی حکومت کی برقراری ان کے پیشِ نظر تھی لیکن نظامِ قدرت دیکھئے کہ 1799ء میں "سلطنت خداداد میسور" کے سقوط و خاتمے اور ٹیپو سلطان کی شہادت کے فوری بعد خود مملکت آصفیہ کی اپنی آزادانہ حیثیت بھی برقرار نہیں رہی۔ انگریزوں نے نام نہاد معاہدوں کے تحت نظام الملک آصف جاہ کی خود مختار سلطنت کے آزاد سیاسی تشخص اور جغرافیائی محل وقوع اور حیثیت کا خون کر دیا (حوالہ کتاب "مبارز الدولہ" از ابو سعادت جلیلی ۔ مطبوعہ نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ پاکستان) بیشک ٹیپو کے درباریوں نے اس کے ساتھ غداری کی۔ جنوبی ہند کی اس وقت کی عظیم طاقتیں نظامِ دکن اور مرہٹے اسکے خلاف صف آرا ہوئے جو انکی مجبوری تھی لیکن ٹیپو کو سب سے زیادہ نقصان آستینوں کے سانپوں یعنی میر قمر الدین، میر معین الدین، پورنیا، میر غلام لنگڑا اور میر صادق سے پہنچا تھا۔ وگرنہ ٹیپو نا قابل شکست تھا اور یقینا اس موقف میں تھا کہ انگریزوں کے قدم اکھاڑ دیتا اور برصغیر میں مسلمانوں کی مغلیہ حکومت کا تسلسل برقرار رہتا۔

ٹیپو سلطان اوائل عمر سے بہادر، حوصلہ مند اور جنگجو صلاحیتوں کا حامل بہترین شہسوار اور شمشیر زن تھا۔ علمی ادبی صلاحیت، مذہب سے لگاؤ، ذہانت، حکمت عملی اور دور اندیشی کی خصوصیات نے اسکی شخصیت میں چار چاند لگادیے تھے۔ وہ ایک نیک، سچا، مخلص، محب وطن اور مہربان طبعیت ایسا مسلمان بادشاہ تھا جو محلوں اور ایوانوں کے بجائے رزم گاہ میں زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ خوش گمان اور عفوو درگزر کے اوصاف والا تھا اور یہی وہ وصف تھا جس سے مفاد پرستوں نے فائدہ اٹھایا۔ ٹیپو خود عالم تھا اس لئے ادب نوازی اور ادیب پروری اسکی سرشت تھی۔ وہ عالموں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کی قدرو منزلت کرتا تھا۔ مطالعے اور اچھی کتابوں کا شوقین تھا۔ اسکی ذاتی لائبریری میں لاتعداد نایاب کتابیں موجود تھیں۔ ٹیپو سلطان وہ پہلا مسلمان حکمران ہے جس نے اردو زبان کو باقاعدہ فروغ دیا اور دنیا کا سب سے پہلا اردو "فوجی اخبار" جاری کیا تھا۔ اسکے عہد میں اہم موضوعات پر بیشمار کتابیں لکھی گئیں۔ وہ جدت پسند تھا۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں اس نے

جدّت پیدا کی مثلاً مہینوں کے نام تبدیل کئے، شہروں کے اسلامی نام تجویز کئے، سکہ سازی کو عروج دیا۔ زراعت میں جدید طریقے روشناس کرائے، بیرونی ممالک سے بیل، گھوڑے اور دیگر کارآمد جانور منگوا کر نئی نسلیں متعارف کروائیں۔

ٹیپو سلطان پاکیزہ ذہن اور سادہ طبعیت کا انسان تھا جس میں عہدِ اولین کے مجاہدین کی ساری صفات موجود تھیں۔ وہ اسلام کا سچا پیروکار اور بے مثال سپاہی تھا۔ نئی نسل ٹیپو سلطان کی شخصیت اور لازوال کارناموں سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہے اس لئے وقت کا یہ اہم تقاضا ہے کہ برصغیر کے اس پہلے مجاہد، شہیدِ آزادی، عظیم بطلِ حریت کی زندگی اور کارناموں سے نئی نسل کو بار بار واقف کرایا جائے تاکہ ان میں حریتِ فکر، حب الوطنی اور جذبہ آزادی کے جذبات پروان چڑھیں۔

میری دانست میں ٹیپو سلطان نے بازی ہاری نہیں بلکہ وہ وطنِ عزیز کی آزادی اور اسلام کی آبرو پر قربان ہوگیا جبکہ انگریز جنگ جیتنے کے باوجود ذلت وخواری کا شکار رہے کیونکہ وہ ایک فردِ واحد ٹیپو سلطان کو نہ جھکا سکے، نہ زندہ گرفتار کر سکے اور نہ ہی اسکے جذبہ حریت و آزادی کو زنجیر پہنانے میں کامیاب ہو سکے تھے۔

ایک ہندو مورخ نے ٹیپو سلطان کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے کہ "ٹیپو کی قبر پر پھول کبھی نہیں سوکھتے"۔ شاید شہید کی یہی پہچان ہے کہ وہ زندہ ہے اور اس سے منسوب ومنسلک ہر شئے زندہ وتازہ ہے۔

اے ٹیپو تو کل بھی زندہ تھا' آج بھی زندہ ہے اور تاقیامت زندہ رہے گا۔ تاریخِ انسانی کے اوراق پر تیرا نام تابندہ وپائندہ رہے گا۔ آمین ثمہ آمین۔
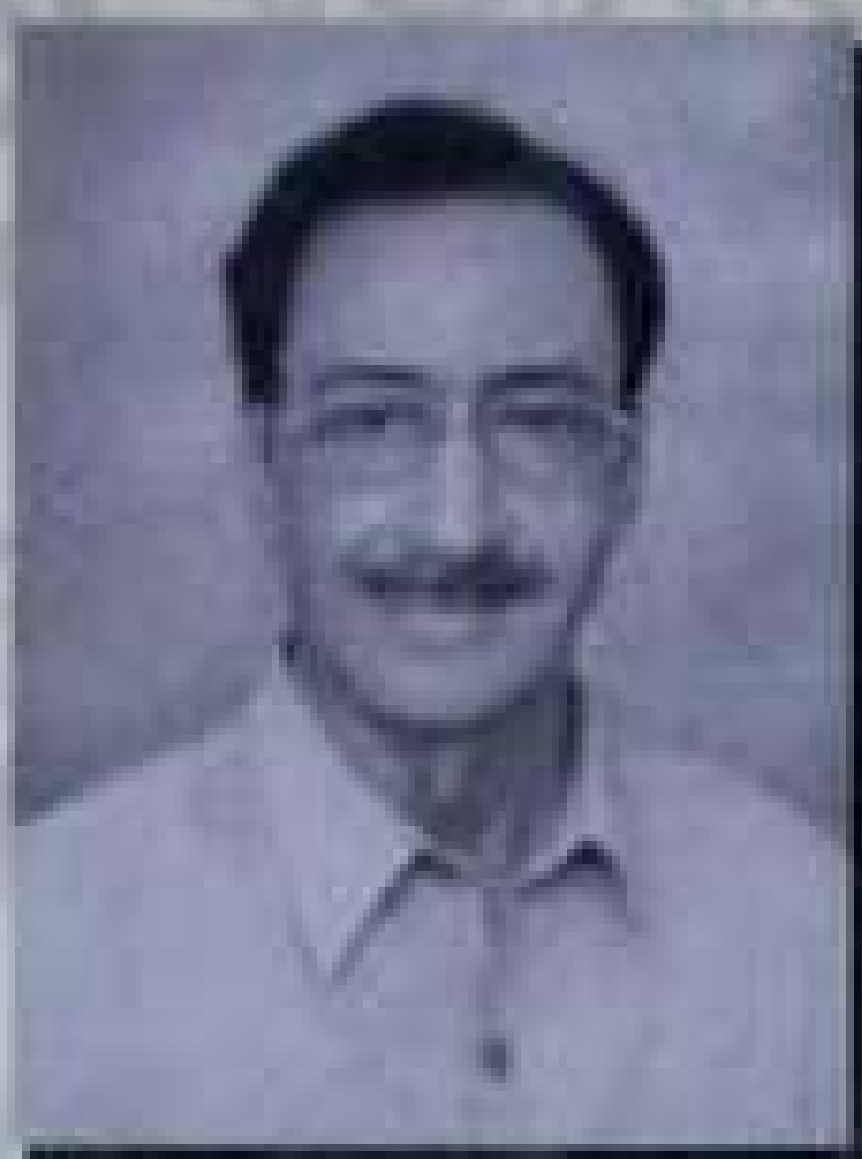
سیّد محمود خاور
کی دیگر کتابیں

۱۔ خورشید احمد جامیؔ۔ شخص و شاعر

۲۔ اثر لکھنوی۔ شخصیت اور فن

۳۔ عہد ساز ہستیاں۔ (۳۰ عالمی شخصیات پر مضامین)

۴۔ ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین۔ داؤدی بوہرہ کمیونٹی کے عظیم مذہبی رہنما (اردو)

۵۔ ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین۔ داؤدی بوہرہ کمیونٹی کے عظیم مذہبی رہنما (انگلش)

۶۔ بے مثال حکمران ٹیپو سلطان

۷۔ ٹیپو سلطان شہید۔ (بچوں کا ادب) پاک و ہند میں شائع دو علیحدہ ایڈیشن

۸۔ قیمتِ عرضِ ہنر (خورشید احمد جامیؔ پر مضامین کا مجموعہ)

۹۔ اولمپک گیمز

۱۰۔ آداب و اخلاق

۱۱۔ انسانی جسم

۱۲۔ خوشحال خاندان

۱۳۔ جیسی غذا ویسی صحت

۱۴۔ ''برگِ آوارہ'' ہفت روزہ۔ جامیؔ نمبر

۱۵۔ اقوامِ متحدہ کی کہانی (نیشنل بک فاؤنڈیشن کی انعام یافتہ)

۱۶۔ پٹرول کی کہانی (نیشنل بک فاؤنڈیشن کی انعام یافتہ)

۱۷۔ ہوائی جہاز کی کہانی (نیشنل بک فاؤنڈیشن کی انعام یافتہ)

۱۸۔ بحری جہاز کی کہانی (نیشنل بک فاؤنڈیشن کی انعام یافتہ)

۱۹۔ پٹرول رتیل کی کہانی (نیشنل بک فاؤنڈیشن کی انعام یافتہ)

۲۰۔ عہد ساز ہستیاں (جلد دوم۔ زیرِ طبع)

۲۱۔ ابنِ بطوطہ۔ عالمی سیاح اور محقق (زیرِ طبع)

۲۲۔ محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان (زیرِ تحریر)

Paramount Books (Pvt) Ltd.
152/O, Block-2, P.E.C.H.S., Karachi-75400. Tel: 34310030
Fax: 34553772. E-mail: paramount@cyber.net.pk
Website: www.paramountbooks.com.pk

Retail Price Rs. 295/-
ISBN: 978-969-637-002-4
9789696370024